

ଶ୍ରୀମଦ୍ଭଗବତ

اشتیاق احمد



اور پھر وہ مسوم دلوں کے درمیان ایک معمولی سی گاڑی حاصل ہو گئی۔ اور اسی نتائج کی نتائج سے پہلے صرف چار سال پہلے یہ سلسلہ عجیب رُنگ میں شروع ہوا تھا۔ مددیق جاہی اپنے کسی بطل کے سروے میں تم تھے کہ دیوانے کی تھیں بھی۔ فوراً اسی ان کے بینے طاہر نے آ کر تھا۔

”حکیم خالد آئے ہیں۔“

”چاہا!“ انسوں نے کہا اور ڈرائیکٹر دم میں پڑے آئے۔ حکیم صاحب ان کے نہ صرف دوست تھے بلکہ پڑوی بھی تھے۔

”السلام علیکم حکیم صاحب کے کیسے مرا جائیں؟“

”مرا جائ کچھ اچھے نہیں ہیں، ویکیم السلام۔“ ”سکرانتے

”اوہ خیرت؟“ مددیق جاہی بولے

”ایک صاحب ہیں، سرکاری ملازم ہیں، یاقوت خان ہم ہے۔“ اپنی کی یہ دین حرم کے آدمی نے درخواستی ہے اور اب وہ کچھ اکھنی اکھنی سی یاتھ کرنے لگے ہیں۔ خلا کیا واقعی اللہ کا وجود ہے۔ وغیرہ میں چاہتا ہوں۔“ اپنے ان سے مل لیں، کوشش کریں کہ وہ بیکنے سے بچ جائیں۔“

”یہ تو بہت بیک کام ہے،“ میں ضرور ان سے ملول کا۔ اپنے بھے تسلیم کا کیں۔“

حکیم صاحب مددیق جاہی کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ بطور ختنے رہے۔ اپنے دین سے بہت لگاؤ تھا۔ دین میں کہیں کوئی بھاڑی پیدا کرتا تھا آتا تو فوراً دیاں بھیجی جائے۔ چنانچہ وہ یاقوت خان سے اس وقت زندگی میں پہلی بار ملے اور پھر وہ سلسلہ سمجھاتے کے سلسلے میں ان سے کئی مذاقاتیں کرتا پڑیں۔ یہاں تک کہ دو قوں میں ایجمنی بجلی یہی تکلفی پیدا ہو گئی۔ اور پھر وہ آہستہ اس سے تکلفی نے دہستی کا رنگ اختیار کر لیا۔ پھر فتوت یہاں تک پہنچی کہ روزہ آئے دن ان کے دفتر چاہا ان کا معمول ہون گا۔

"باکل نیک"۔ باقرخان سکرائے
صدیق جاہی نے دیکھا" وہ قریباً تینوں سال کی بڑی تھی، گندی رنگ کی، تاک
قدرے مولیٰ سی محسوس ہوتی، چوقدارے لمبائی لے ہوئے، آنکھیں سیاہ اور ہری، بال
کافی لے سیاہ۔
"وہ دلی پتی اور لے سے قد کی بڑی انہیں مخصوصی گزرا گئی۔ ایسے میں
باقرخان کی آواز نے انہیں چوکا دیا۔
"ما! اپنے انکل کو چڑائے نہیں پاؤ گی۔ اور سروی بھی تو ہے۔ ایک دو
انٹے بھی اب اپل لو۔"
"میں اچھا ابو!" اس کی سریلی سی آواز صدیقی جاہی کے کاؤن میں گھینیاں بجا
گئی۔
"آپ کے کتنے بچے ہیں باقر صاحب؟"
"صرف دو۔ ایک اس کا چھوٹا بھائی ہے۔"
"بس خان صاحب صرف دو بچے؟"
"اٹھ کی دین ہے۔ ہمارے ہاں اور کوئی بچہ نہیں ہوا۔"
"مطلوب یہ کہ بچے روہی انجھے۔"
اور وہ کھیانی نہیں دیئے۔ اسی وقت سبا کرے میں داخل ہوئی، اس کے
ہاتھوں میں ٹرے تھی، ٹرے میں دو کپ چاٹے اور دو انڈے تھے۔ ٹرے بیڑ پر رکھ کر
وہ فرش پر بیجوں کے ٹل پینٹہ گئی اور انڈے چھینتے گئی۔ جب ایک انڈا پھل گیا تو
بری۔
"بچے انکل۔"

"نیک!" باقرخان نے بدلی آواز میں بہا سے کہا۔ لیکن وہ سن نہ سکی۔ اب
انہوں نے پھر کہا۔
"نیک بھی تو لاوڑا۔"
"اوہ سوری!" اس نے شراکر کیا اور کرے سے نکل گئی۔
پھر نیک لے کر لونی، چائے کے دران صدیقی جاہی بولے۔
"تو آپ بھی میرے نادل پڑھتی ہیں۔"
"میں انکل"۔ اس نے شراکر کیا۔

ایک روز باقرخان نے تی سالی۔
"آپ ہمارے گھر میں پلے سے موجود ہیں۔"
"کیا مطلب میں سمجھا نہیں۔"
"آپ نادل نہ ہیں، پورے نادل میں آپ کے نادل نوق اور شوق سے پڑھے
جائتے ہیں، آپ اسی وقت تک بے شمار نادل لگہ پکے ہیں۔ نیک ہے ہا۔"
"لیکن آپ کو یہ باتیں کس نے بتائیں، میں نے تو اپنا سرسری ساتھارف کرایا
تھا۔"
"میری بیٹی باتے۔ وہ آپ کے نادل پڑھتی ہے۔ بہت پلے اس کی ایک
سکلی عائش نے آپ کے نادل اسے پڑھنے کے لیے دیکھتے تھے۔ بس اس وقت سے وہ
تو دروازی ہو گئی آپ کے نادلوں کی۔ میں گے اس سے، آجیے ملوانا ہوں، وہ بہت
خوش ہو گئی۔"
"اچھی بات ہے۔" صدیق جاہی انٹھ کھڑے ہوئے
وفتر کے عصب میں ہی ان کی رہائش تھی۔ یہ رہائش گاہ وفتر کا ہی ایک حصہ
تھی۔ اس روز زندگی میں پہلی بار وہ باقرخان کے گھر کے دروازہ تک آئے۔ باقرخان
نے دھک دی۔ وہ دروازے سے ذرا ہٹ کر کھڑے ہو گئے۔ اپنے نہب کا ہر
وقت خیال رکھنا ان کی عادت تھی۔ دروازہ کھلنے کی آواز سنتے ہی وہ بولے۔
"آجیے جاہی صاحب۔"
"آپ کے گھر والے پر دو نہیں کرتے۔" انہوں نے جران ہو کر پوچھا۔
"میری بیکم پر دو کرتی ہیں۔ اس وقت وہ گھر میں نہیں ہیں۔ وہ ایک سکل
میں پڑھاتی ہیں۔"
"اور آپ کی بیٹی۔" جاہی صاحب بولے۔
"وہ تو ابھی بچی ہے۔ ساتویں میں پڑھتی ہے۔ ابھی اس کی پردے کی عربک
ہے۔ آجیے۔"
وہ ان کے پیچھے اندر داخل ہوئے۔
"سبا ان سے ملو۔ کون ہیں یہ بھلا۔"
"نادلوں والے۔" وہ سوچتے کے انداز میں بولی، پھر جو نکل کر پکارا۔
"نادلوں والے انکل میں نے نیک بچا ہا۔"

وراصل علامات کا کھیل ہے۔"

"آئیے علامات لے آتے ہیں۔" وہ بولے
ہم دفتر سے انٹھ کر بناش کے حصے میں آگئے۔ انہوں نے جائی صاحب کو
وزراںک رومن میں بخالیا۔ خود اندر پڑے گئے۔ اور والہن آکر بولے
اپ کی بھائی بھائی دروازے کے اس طرف کھنڈی ہیں۔ جو پوچھتا ہے۔
پوچھیں۔"

"انہوں نے سوال شروع کئے باقرخان صاحب ان کے سوالات دہراتے
گئے۔ اور دوسری طرف کا جواب سن کر جانے لگے، پھر بھک آکر بولے
اپ اندر آکر خود ہی پوچھ لیں۔ اب آپ سے کیا پوچھ۔"

"میں حزا صاحب پر دو اچھی جگہ ہے۔"
"السلام علیکم الکل۔" میا کی آواز ان کے کالوں میں آئی۔ انہوں نے نظریں
انھی کو بھالے۔ آج اس کی ناک انسیں موٹی نہیں گی۔ انسیں حرمت ہوئی۔
"و علیکم السلام۔"

"سلام علیکم الکل۔"

ایک اور آواز ابھری اور ایک مددوں سالہ کا درمیانے قد کا اندر آگئی۔
"یہ ہے میا کا چھوٹا بھائی۔" خان صاحب نے تعارف کروایا۔
"انہوں نے اس سے ہاتھ ملایا۔ پھر علامات لکھ کر چلے گئے۔ انگے دن دوا
تجویز کر کے انہوں نے خان صاحب کے حوالے کی تو وہ بولے۔
"بھجی اپنے گھروالوں کو بھی ہمارے ہاں لایئے ہا۔"

"ضور کھلیں۔" ہم کسی روز آئیں گے۔"
اس سے پہلے کہ وہ ایک دوسرے کے گرفت آتے، خان صاحب ایک دن اپنے
ایک دوست کو لے کر ان کے دفتر میں آگئے۔ یہ دفتر انہوں نے صرف لکھنے کے لیے
بنایا تھا۔ شر سے باہر ایک الگ تھنگ سی جگہ میں۔ وہ کھروں کا دفتر۔ اور سامنے
ایک چھوٹا سا باغیچہ۔ جس میں رنگ برینگ پھولوں کے پورے لمبا یا کرتے۔ وہاں
سرد اور موریتک بھی اپنی بمار دکھاتے تھے اور والجنی گلاب تو مختلف رنگوں کے کھلا
کرتے تھے۔ جائی صاحب نے وہاں پھول کے لیے ایک جھولا اور سمجھنے کے لیے
سلپری بھی ہوار کھئے تھے، ان کے پہنچے وہاں اکثر آتے، جھولتے اور کھلتے۔ خوب شور

"میں آپ کو اپنے تمام ناول ایک ایک دوں گا۔"

"مشکریہ الکل!" اس کا چہوڑہ سرت کے جذبات سے گھنار ہو گیا اور ایسے میں وہ
اور اچھی لگنے لگی۔ چلے ڈھم کر کے وہ انٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ ان کی میا سے پہلی
ملقات تھی۔ اگلے بہتے وہ اپنے دفتر گئے تو وہاں سے ناک میں موجود تمام کتابوں کی
ایک ایک جلد لکھوا لائے۔ وہ قرباً چار سو کے قریب تھیں۔

میا کے سامنے وہ ناول رکے گئے تو اس کی خوشی کا کوئی عکالتا نہ رہا۔ ایک دن
صدیق جائی باقرخان کے دفتر پہنچے تو وہ کھانس رہے تھے۔ پھر ہمار جار سے لگے

"خیر تو ہے خان صاحب؟"

"آپ کو میں نے اب تک بتایا نہیں شاید" میں دل کا مریض ہوں۔ بت
پڑا۔

"وہ بھی اچھا۔" صدیق جائی پریشان ہو گئے۔ پھر بولے۔

"آپ کی علاج کر رہے ہیں۔"

"الجوہری تھک علاج کر رہا ہوں۔ بس وقتو افاقت ہوتا ہے۔"

"بھجھ سے بھی علاج کرا کے دیکھیں۔" صدیق جائی بولے۔

"کیا مطلب؟"

"غماق سے میں بھجھ ہو میوجہ تھک ڈاکٹر ہوں۔" صدیق جائی بولے۔ پھر اضافہ
کیا۔

"یکن پر سیکھنے میں کرتا۔ صرف شوق کی حد تک مختار ہے۔"

"اوہو، اچھا۔ پھر تو آپ ضرور میرے لیے ددا جھوپڑ کریں۔" انہوں نے خوش
ہو کر کہا۔

"اگر آپ چاہتے ہیں تو میں ضرور ایسا کوں گا۔ اور میرا خیال ہے، آپ
میرے علاج سے شور کافی حد تک تھیک ہو جائیں گے۔"

انہوں نے باقرخان کو دو دو ایسیں ہومیوجہ تھک کی تجویز کر دیں۔ ان سے انسیں
پکھ افاقت ہوا تو ایک دن کئے گئے۔

"میری تھک کو ناگھوں کا پرانا درد ہے۔ کسی دو اسے کوئی آرام نہیں آتا۔ ہر
علاج کرا کے دیکھ چکا ہوں۔ کیا آپ اس سلسلے میں پکھ کر سکتے ہیں؟"

"ہاں! کیوں نہیں۔" یکن ان کی علامات لیتا ہوں گی۔ ہومیوجہ تھک علاج

خان صاحب کے دست کا ہم شریف الدین تھا، یہ بھی سرکاری ملازم تھے، بتی شوخ اور شریطت کے مالک، ہر وقت قبیلے لگایا کرتے۔ خان صاحب نے تعارف کرواتے ہوئے کہا۔

”یہ کوئی چار سو کتابوں کے مصنف ہے؟“

”تھی کیا کہا۔ چار سو کتابوں کے؟“ شریف الدین اچھے۔

”ہاں! پورے ملک میں ان کے ناول و مزماں فروخت ہوتے ہیں۔“

”کمال ہے۔ ہمیں تو آج تک پہاڑی نہیں چالا۔ پھر تو انہیں ایوارڈ نہ چاہیے۔ ہمارے شرمن جلد انعامات کی تقریب ہونے والی ہے۔ میں اس تقریب میں مصنف کے انعام کے لئے ان کا ہام ضور تجویز کروں گا۔“

”اس کی کیا ضرورت ہے؟“ شریف الدین۔ صدیق جائی صاحب بولے۔

”اس کی ضرورت ہے۔ لوگ تو ایک دو کتابیں لکھ کر ایوارڈ کے لئے مارے پھرستے ہیں اور آپ کو پہنچی ہی نہیں۔ میں یہ کام ضرور کروں گا۔ آپ مجھے اپنی تمام کتابوں کی ایک ایک جلد دے دیں۔“

”یہ تو ناک میں نہیں ہوں گی۔ بہر حال جتنی بھی ہوئیں۔ آپ کو پہنچا دوں گا۔“

”اب تھیک ہے۔“ انہوں نے خوش ہو کر کہا۔

چند دن بعد صدیق جائی، خان صاحب کے دفتر اپنی گاڑی میں پہنچے۔ ان کے پاس سوتزوی ڈبایا تھا۔ پہلے ان کے پاس ایک شیراؤ تھی۔ لیکن اس میں ان کے تمام پہنچنے آتے تھے، لہذا انہوں نے وہ پیچ کر ڈبایا خرید لیا تھا۔

”آئیے خان صاحب پہلیں۔“

”لیکن کہاں؟“

”وہ میں۔ شریف الدین صاحب کی کتابیں لے آیا ہوں۔“

”اوہ، اچھا!۔“ وہ ان کے ساتھ باہر لٹکے تو ذہبے کو دیکھ کر قدر سے جیان ہوئے۔

”اچھا! آپ کے پاس گاڑی بھی ہے۔“

”تھی ہاں! اس ہے ہی۔“ جائی صاحب بولے۔

”گاڑی تو ایک میرے پاس بھی ہے۔ لیکن اسے گاڑی کے بجائے کھارا کما جا

لے چکے۔ لیکن ہم غریب لوگ ہیں۔ کام تو کل رہا ہے ہا۔“

”آپ کو کہیں جانا ہوا کرے تو مجھے فون کر دیا کریں۔ میں ڈرائیور کو بھیجا دے کروں گا۔“

”مارے اور آپ نے ڈرائیور رکھا ہوا ہے۔“

”تھی ہاں۔ آئیے۔“

ڈبے میں بینہ کر ہم شریف صاحب کے دفتر پہنچے۔ ان کا دفتر زیادہ دور نہیں تھا۔ دبائی بینہ کر انہوں نے کتابیں انہیں دیں۔ اور کپ پش پک کر واپس پہنچے۔ خان صاحب کے دفتر کے سامنے جائی صاحب نے گاڑی روکنے کے لئے کہا۔ خان صاحب اترتے ہوئے ہوئے۔

”آئیے ہاں۔ ڈرائیور کپ پش رہے گی۔“

”ہمیں خان صاحب۔ آپ میں چلوں گا۔“

”اپنی بھی کیا جلدی۔ بھاگی آپ کو ناریں گی تو نہیں۔“

جائی صاحب نہیں دیجئے اور یعنی اتر کر ان کے دفتر میں آ کر بینہ مجھے یہ ملا تھا۔ اسی طرح بہتی گئیں۔ کے معلوم تھا کہ یہ ملا تھا۔ اسکے ایک دن کیا رنگ اختیار کرنے والی ہیں۔

جائی صاحب کے پاس گاڑی کھڑی کرنے کے لئے اپنا گیراج نہیں تھا، انہوں نے کرائے کا ایک گیراج لے رکھا تھا۔ لیکن اچانک گیراج کے مالک نے انہیں گیراج خالی کرنے کا توٹس دے دیا۔ وہ بہت پریشان ہوئے اور اس بات کا ذکر خان صاحب سے کر پہنچئے۔

”تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔ میرے دفتر کے پہنچے اور ربانش کے سامنے دس گاڑیوں کی جگہ خالی پڑی ہے۔ آپ گاڑی یہاں کھڑی کر لیا کریں۔“

جائی صاحب خوش ہو گئے۔

”یہ اور بات تھی کہ تقدیر ان پر نہیں رہی تھی۔“

وہ سرے دن سے جائی صاحب نے گاڑی دبائی کھڑی کرنا شروع کر دی۔ خان صاحب کے دفتر میں بھی کمی کر کرے بالکل خالی پڑے رہے تھے۔ ایک دن جائی صاحب کو ایک بیان خیال آیا۔ وہ خان صاحب سے ہوئے۔

”خان صاحب! میں نے جو لکھنے کے لئے جگد ہاں کی ہے۔ آپ کو پہاڑے ہے، شر

سے چھ سال میں دور ہے۔“
”ہاں! وہ تو ہے۔“

”اور میرا دو زان پر اول فرج ہوتا ہے۔ میں گھر میں لکھنے کا کام اس لئے نہیں
کر سکتا کہ پچھے بھکرتے ہیں۔“
”میں بھکھ گیا۔ آپ کیا کہتا چاہتے ہیں۔“
”کیا کہتا چاہتا ہوں۔“

”آپ شوق سے میرے گھر کے ڈر انگ روم میں بینٹ کر لکھ لیا کریں۔ آپ
کی بھاگی سکول چلی جاتی ہیں۔ دنوں پچھے بھی سکول پڑے جاتے ہیں۔ دوسرے گھر
بالکل غالباً رہتا ہے۔“

”آپ غلط لکھے ہیں خانہ صاحب۔ آپ کے دفتر میں کہی کرے خال پڑے
رہتے ہیں۔ آپ مجھے ان میں سے ایک میں بینٹنے کی اجازت دیں۔“

”یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔ سارا دفتر یہ آپ کا ہے۔ آپ میرے
سامنے والے کرے میں بینٹ کر کام کر لیا کریں۔“

”خیں خان صاحب۔ آخر میں جو کرو ہے، وہ پر سکون ہے۔
”لیکن اس کرے میں سامنے کی دھوپ پڑتی ہے، گرم ہو جاتا ہے اور اب
ہوم آ رہا ہے گری کا۔“

”آپ اس کی پرواہ کریں۔ میرے پاس ایک چھوٹا سا ایئر کول ہے۔ اور
سامنے میں ایئر کول بھی ہے۔ سردیوں میں اس سے گرم ہوا آ سکتی ہے اور گرمیوں میں
ٹھنڈی۔“

”جیسے آپ کی مرشی۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔ سارا دفتر یہ آپ کا ہے
اور ہمارا سارا گھر بھی آپ کا ہے۔ میں تو کہتا ہوں۔ ڈر انگ روم آپ کے لیے
زیادہ بہتر رہے گا۔“

”اس میں قیادت ہے۔ بعض اوقات میرا کام شام لکھ ختم نہیں ہوتا۔ اور
آپ کے گھر والے دیہر کو آ جاتے ہیں۔“
”تو کیا ہوا بھتی۔“

”خیں خان صاحب! یہ کسی طرح بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔“
”ٹھنڈے بھی سکی۔ مجھے تو کوئی اعتراض نہیں۔“

دوسرے دن سے جائی صاحب ”خان صاحب کے دفتر کے آخری کرے میں بینٹ
کر کام کرنے لگ گئے۔ وہ اپنا چھوٹا سا ایئر کول بھی ساتھ لے آئے تھے۔ ایک روز
جائی صاحب اپنی گاڑی کی چابی خان صاحب کی میز پر بھول گئے۔ گھر جا کر انہیں یاد
آئے۔ انہوں نے فوراً خان صاحب کو فون کیا۔
”سلام علیکم خان صاحب۔ آپ کی میز پر میری گاڑی کی چابی رہ گئی ہے۔“

”تھی ہاں۔ کسی کے باخہ پہنچ دوں۔“
”ٹھیں! اس کی ضرورت نہیں۔ صحیح آؤں گا تو لے لوں گا۔ آپ سنبھال کر
رکھ لیں۔“

دوسرے دن جب جائی صاحب ”خان صاحب کے دفتر پہنچنے تو علیک سلیک کے
بعد خان صاحب یوں۔

”رات میں نے آپ کی اجازت کے بغیر آپ کی گاڑی استعمال کی۔“
”اوہ ہو اچھا۔ ملے کوئی ہات نہیں۔“ جائی صاحب نے کوئی خاص توجہ نہ دی۔
”لیکن یہ تو پوچھ لیں کہ کیوں استعمال کی۔“

”پوچھنے کی کیا ضرورت ہے؟۔ بس لمحک ہے۔“
”ٹھیں۔ میرے ایک دوست ہیں۔ ڈاکٹر ہیں۔ ان کے ہاں پہنچ ہوتے والا
خان۔ رات کو انہیں گاڑی کی ضرورت پڑیں آئی تو پریشانی کے عالم میں انہوں نے مجھے
فون کیا اور میں آپ کی گاڑی میں ان کی بیکھر کو ہپٹال چھوڑ آیا۔“

”واہ! یہ تو تسلی کا کام ہو گیا۔ اور تسلی کے کاموں کا میں بھوکا ہوں۔ لہذا
ٹھنڈی تو آپ کا مجھے ادا کرنا چاہیے تھا۔“

خان صاحب سکرا دیجے۔ ایک اور دن خان صاحب اسی طرح گاڑی کسیں
لے گئے۔ اور بعد میں جائی صاحب کو جاتا دیا۔ جائی صاحب نے آپ بھی کوئی توجہ نہ
دی۔

چند دن بعد جو گرفتی کا زور ہوا تو اس کرے میں جائی صاحب کو نہت گری گئی،
ان کا چھوٹا سا ایئر کول بھی دیا ہے۔ بن نظر آئا۔ لفڑا دیا دیا سے بھاگ لگا۔
خان صاحب کے کرے کے سامنے والے کرے میں بھی انہیں گرفتی نے ستایا۔ آخر
یوں۔

”آپ کا دفتر سردیوں میں کام کرنے کے لیے بہت مزے دار ہے، لیکن گرمیوں

میں نہیں۔"

"تو گھر کے ڈرائیکٹر روم میں بینہ کر لکھ لیا کریں۔"

ان کا ڈرائیکٹر روم بھی چاہی صاحب کو بہت گرم لگا۔ للاہ دہلی بھی کام نہ کر سکے اور انہیں لکھنے کے لئے ایک اور جگہ کا بندوبست کرنا پڑا۔ لیکن جاتے ہوئے "اپنا ایکر کو رونے لے گئے۔ نی جگہ نہ انہیں اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔" انہوں نے اخراج کی کوشش کی۔

چند دن بعد خان صاحب کے دفتر ان سے ملنے کے تواہ پولے۔

"آج تو آپ کو گھر پہنچانے پہنچا ہو گی۔"

"کیا۔ کوئی خاص بات ہے؟"

"نہیں۔ ہائے پینے کے لئے کسی خاص بات کی ضرورت نہیں ہوتی۔" وہ اپنے دیگر۔

چاہی صاحب بھی سکرا اٹھے۔

اور ان کے ساتھ ان کے ڈرائیکٹر روم میں داخل ہوئے۔ اپنے ڈرائیکٹر وہ حرمت نہ رکھے۔

ان کا چھوٹا سا ایکر کو رخان صاحب کے ڈرائیکٹر روم میں رکھا تھا۔

"مارے! یہ بھال کیسے آگیا۔"

"میں اخراج لایا تھا۔ دفتر کے ملازم خراب نہ کر دیں۔"

"وہ اچھا ہے۔ شکریہ۔"

لیکن وہ نہیں جانتے تھے۔ ان کا یہ شکریہ ان کے لئے بے کار تھا۔

اس بات کی سمجھ اپنی بہت دیر بعد آئی۔ جب وہ اپنا۔ گھر نہیں۔ اس طرح ہر نہیں آئے گا۔ کمالی ایک ترتیب سے ہی مناسب رہے گی۔

ایک دن خان صاحب کا فون آیا۔

"تیلو! چاہی صاحب۔" وہ میری گاڑی شارٹ نہیں ہو رہی۔ اور ہمیں ایک بہت ضروری دعوت میں جانا ہے۔ آپ ڈرائیکٹر کی چاہی بھیج دیں گے۔"

"ضرور جتاب کیلیں نہیں۔ میں ڈرائیکٹر کو بھیج دیتا ہوں۔"

"ڈرائیکٹر کی ضرورت نہیں۔ میں کوئی اتنا برا ڈرائیکٹر نہیں ہوں۔" انہوں

لے نہ کر گئے۔

چاہی صاحب بھی اپنے اور اپنے ڈرائیکٹر کو ہالی دے کر ان کے ہاں بھیج چکے۔ جلدی ڈرائیکٹر والیں آگئے گئے۔ خان صاحب اپنی قابلی کے ساتھ ان کی گاڑی پر جیکھ کر جا چکے تھے۔ اور وقت کا پہنچی چاہی صاحب پر قبضے کا بہا تھا۔ میں پہنچ کر جا چکے تھے۔

لیکن۔

"وہ بے چارے اس کے قبضے کب سن سکتے تھے۔"

○☆○

جاتی صاحب اور خان صاحب ڈرائیکٹر روم میں بیٹھے گپ شپ لگ رہے تھے۔ جاتی صاحب آج کافی دیر پلے خان صاحب سے ملتے آئے تھے اور وہ تم بار شنے کی کوشش کر پچکے تھے۔ لیکن خان صاحب انہیں بازو سے پکڑ کر بخالیتے۔ "جنجو یار"۔

اور وہ پھر جنہے جاتے اچانک ان کے دروازے کی گھنٹی بھی۔ خان صاحب نے وہیں سے ہاٹ کافی۔

"وہ کہا بھئی! کون ہے؟"

"میں دیکھتی ہوں ابو"۔ میا کی آواز گوئی۔

"میا نے دروانہ کھوالا۔ باہر ایک اخواہ انہیں سال کا نوجوان لڑکا کھڑا تھا۔ بخولا بخولا اور شرمیلا۔

میا نے اسے نظر بھر کر دیکھا اور بولی۔

"تی فرمائیے"۔

"ابو یہاں تو نہیں ہیں"۔

"ابس کیا مطلب؟" میا نے جیان ہو کر کہا۔

"ابو کا مطلب تو ابو یہی ہوتا ہے۔" نوجوان بولا۔ "میں طاہر ہوں" جاتی صاحب کا پیٹا۔

"اوہ! اب بھی۔ ہاں وہ اندر ہیں۔ میں انہیں بتاتی ہوں"۔ یہ کہ کرو، اندر کی طرف غائب ہو گئی۔

"کھل! اکپ کے بیٹے آئے ہیں"۔

"اوہ اچھا۔ شاید گھر والے میری لمبی فیر ماتھی سے پریشان ہو گئے ہوں گے۔ اس لئے طاہر میری ٹلاش میں یہاں آگیا۔"

"کھل ٹلاش کرنے کے سلسلے میں فون بھی کیا جا سکتا تھا۔ کیا آپ نے گر

والوں کو اب تک ہمارے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ فون نمبر بھی انہیں معلوم نہیں۔"

"بالکل معلوم ہے۔ آپ کے بارے میں سب لوگ جانتے ہیں۔ خبر میں دیکھتا ہوں"۔

"تو اسے نہیں بالائیں تاں۔ جاؤ میا طاہر کو نہیں لے آؤ۔"

"تھی اچھا۔ میا نے کہا اور دروازے کی طرف پہل دی۔

"اندر آ جائیں۔ آپ کے ابو آپ کو اندر ہی بٹا رہے ہیں"۔

طاہر منہ سے کچھ نہ بولالے۔ اس کے پیچے چلا۔ ڈرائیکٹر روم میں آگیا۔

"خوب ہے"۔

"تھی وہ دوستوں کے ساتھ ایک پروگرام ہے۔ کچھ پیسوں کی ضرورت ہے"۔

"اوہ اچھا۔ کہتے ہوں"۔

"تھی بس۔ سورہ پے"۔

جاتی صاحب نے سروپے کا نوٹ نکال کر طاہر کی طرف پہنچا دیا۔ نوٹ لیتے ہی وہ اخھا۔

"جنجو بھئی طاہر ہو۔ میا! طاہر ہمارے ہاں پہلی بار آگا ہے۔ ہائے نہیں پڑا"۔

"تھی اچھا ابو"۔

"تھی نہیں ٹھری۔ میں زرا جلدی میں ہوں"۔

طاہر یہ کہتے ہی باہر کھل گیا۔ چند دن بعد پھر خان صاحب کے دروازے کی گھنٹی بھی۔ آج بھی میا نے ہی دروازہ کھولا۔

"اوہ! اکپ ہیں۔ لیکن کچھ تو آپ کے ابو ہاں نہیں ہیں"۔

"یہاں نہیں ہیں۔ لیکن گھر میں تو یہی کہ کر آئے تھے کہ خان صاحب کے ہاں جا رہا ہوں"۔ طاہر نے جیان ہو کر کہا۔

"ہو سکا ہے۔ دفتر میں آئے ہوں اور وہیں سے نوٹ گئے ہوں"۔

"دفتر میں تو میں دیکھے آیا ہوں۔ ہاں تھے خان صاحب ہیں تھے۔ کوئی اور بھی موجود نہیں ہے"۔

خریدنا آتا ہے۔ بس گوشت خریدنے کے محلاتے میں اماڑی ہیں۔ میں نے پیش کیں
کروی کر میں اپنے لے گوشت تو لینے جاتے ہوں، آپ کے لے بھی لے کیا کہوں
گا۔"

"اوہ! اچھا۔"
ابھی اس گوشت کو لفٹ کر تھا ہوں۔ پھر تم ذرا ان کو گوشت پہنچا
آئا۔

"میں۔" طاہر نے پہنچا کر کہا۔

"ہاں کیوں۔ کہیں اور جانا ہے جیسیں۔"

"میں ذرا ماجد صاحب کے ہاں جانا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ گوشت دے کر دہاں پلے جانا۔"

"میں بھر۔" طاہر نے کہا۔
چاہی صاحب گوشت دو حصوں میں تقسیم کرنے لگے۔ تین ذرا نئے انداز
میں۔ خان صاحب کی طرف انہوں نے ایک بھی ہٹی نہ ظالی۔ ان کے ہے کی تمام
ہڈیوں خود رکھ لیں۔ پھر یکٹ طاہر کو دے رہا۔ طاہر یکٹ لے کر باہر نکل گیا۔
"آپ کوچا ہے۔ طاہر ماجد صاحب کے گھر کیوں جاتا ہے۔" اس کے جاتے
ہی ان کی بحکم نے کہا۔

"ہاں اتنا انجان نہیں۔ ماجد صاحب کی تین ٹھیاں ہیں۔ ان میں سے بڑی بھی
بڑی بڑی سی آنکھوں والی اور گورے رنگ کی۔ جیکے نقش والی لڑکی میں طاہر دیکھی
لیتا ہے۔"

"اور آپ اسے سچے پس کرتے۔"

"لڑکی والوں کو اس دیکھی پر کوئی اعتراض نہیں تو میں کون ہوتا ہوں اعتراض
کرنے والا۔"

"آپ بھی مکال کرتے ہیں۔ اسے سمجھائے سے رہے۔ اور ڈھنل دے رہے
ہیں۔"

"جوان اولاد کو مت حکمت علی سے کنٹول کرنا پڑتا ہے بحکم۔" انہوں نے
کہا۔

اور بحکم جائی منہ بنا کر رہ گئی۔ پھر چونکہ کربوں میں۔

"تب پھر ہو سکتا ہے۔ وہ اب کے ساتھ کہیں گے ہوں۔ آپ انتظار کرنا
چاہیں تو میں ڈرائیکٹ روم کا دروازہ کھول دیتی ہوں۔"

"تھیں۔ میں چلا ہوں۔ وہ اور آجائیں تو ان سے کہ دیجئے گا۔ مگر
جلدی پہنچ جائیں۔ کوئی کراچی سے ان سے ملے کیا ہوا ہے۔"
"چھا! میں ضور کر دوں گی۔"

طاہر جانے کے لئے مڑ گیا۔ میا نے دروازہ بند کر لیا۔

تمن دن بعد پھر بھتی بھتی میا نے دروازہ کھولا تو پھر طاہر کھڑا تھا۔

"بھتی افسوس ہے۔" طاہر بولا۔

"افسوس! اس بات کا؟" میا نے جرمان ہو کر کہا۔
میں نے آپ کو پھر رحمت دی۔ گاڑی کی ضورت پڑ گئی ہے۔ اب کے ایک
دوست آئے ہیں۔ اُنکی اشیش نک چھوڑ کر آتا ہے۔ خان صاحب سے
کہیں گاڑی کی چالی دے دیں۔"

"بُو! مگر یہ نہیں ہیں۔ میں چالی خلاش کرتی ہوں۔ آپ اندر آ کر پڑھ
جائیں۔"

"آپ کی ای اندھر ہیں۔"

"وہ بھتی سکول سے نہیں آجیں۔"

"اوہ! آپ آج سکول نہیں ہیں۔"

"سیرے گردے میں دروختا جائیں ہیں۔"

"میں بھیں کھڑا ہوں۔ آپ چالی دیکھ لیں۔"

"دھوپ ہے باہر۔ اس طرح گزرے رہنا اچھا نہیں لگتا۔ اندر آ جائیں۔"

طاہر بھکتا ہوا اندر واصل ہو گیا۔ اسے ایک کری پر بٹھا کر میا چالی خلاش
کرنے لگی۔ آخر چالی مل گئی۔ طاہر نے چالی مل اور باہر نکل گیا۔ جلد ہی گاڑی
سوارٹ ہونے کی آواز سنائی دی۔ اور اوہر میا نے دروازہ بند کر لیا۔

ایک دن طاہر نے اپنے گھر میں اپنے ایک کوہت سارا گوشت انعامے اندر داخل
ہوئے دیکھا۔

"اُرے! آج آپ ایک گوشت لے آئے۔"

"بھتی وہ اپنے نئے دوست خان صاحب کہ رہے تھے۔ اور تو ہر جیز اُنہیں

"میلے اندر۔" میانے عجیب سے انداز میں کہا۔

"جی نہیں۔ مجھے زرا جلدی جانا ہے۔"

"آپ اندر آتے ہیں یا نہیں۔" یہ کہنے والے اچانکہ میانے طاہر کا پاندھ کڈا کر کھینچ لیا۔

"وہ بھوچکا رہ گیا۔ اور پھر اسے ان کے ہاں پہنچ دیر پہنچنا پڑا۔ آجلا کو بھی تمہارا اپنا گھر ہے۔ تم اتنے شہزاد کیوں ہو۔" خان صاحب نے خوشدنی سے کہا۔

"شہزاد کے ساتھ ساتھ یہ گوئے بھی ہیں ابو۔" میانے شوخ آواز میں کہا۔

"اب تو آپ کا دوسرا تیرے دن گوشت لانا ہی پڑا کرے گا۔" طاہر مسکرا یا۔

"اس کا مطلب ہے۔ جب گوشت نہیں لانا ہو گا تو تم نہیں آ سکتے۔" یعنی خان بول انھیں۔

"یہ بات نہیں آئند۔ کسی اور کام سے بھی آ سکتا ہوں۔"

"اوہ۔ اسی کا مطلب ہے۔ بغیر کام کے بھی آپ آ سکتے ہیں۔" میانے آنکھیں نکالیں۔

"بھجو گیا۔"

"ٹھکر ہے۔ طاہر بھائی کجھے تو۔" عادل بول اخھا۔

"اب میں چلتا ہوں۔ مجھے زرا مابد اکل کے گھر جانا ہے۔"

"مابد اکل کے گھر کوئی خاص بات ہے۔" تigm خان نے طاہر کو گھورا۔

"تی۔ تی۔ خاص بات۔ نہ۔ نہ۔ نہ۔"

"جتاب کی گھبراہٹ کر رہی ہے۔ کوئی خاص بات ضرور ہے۔" میانے کہا۔

"نہ۔ نہ۔ نہ۔ نہ۔"

"ویسے یہ مابد صاحب کرے کیا ہیں؟"

"سرکاری ملازم ہیں آپ کی طرح۔"

"ان کے کتنے بچے ہیں؟" میانے پوچھا۔ انداز سرسری تھا۔ لیکن یہ انداز طاہر کو بعد میں ہوا کہ سوال سرسری نہیں تھا۔

"تی۔ ان کی چار بیٹیاں ہیں۔ اب میں پڑوں گا۔" طاہر نے کما اور اٹھ کر رکھا۔

"اپنے نئے درست خان صاحب کے گھر والوں کی کسی روز دعوت کیوں نہیں کرتے۔"

"دعوت۔ بات تو نجیک کہی۔ ابھی فون کرتا ہوں۔"

"یہ کہہ کر انہوں نے خان صاحب کا نمبر طلبایا۔ فوراً ہی ان کی آواز ابھری۔"

"السلام علیکم خان صاحب! مددیق جائی بات کر رہا ہوں۔ کل آپ سب کی حمارے گھر دعوت ہے۔ شام کی۔"

"دعوت! لیکن کس خوشی میں؟"

"کیا دعوت کے لئے کسی خوشی کی بھی ضورت ہے؟" جائی صاحب نہیں۔

"اگر نہیں ہے تو ہم بھی آ جائیں گے۔" خان صاحب بھی مسکرانے۔

"مشرکہ! ہم کل آپ لوگوں کا انتظار کریں گے۔ اور ہاں۔ طاہر گوشت لے کر پہنچا یا نہیں؟"

"ابھی تو نہیں۔ مجھے گھنٹی بھی ہے۔ شاید طاہر ہی ہو گا۔" انہوں نے کہا۔

"جی ہاں ابو۔ وہی آئے ہیں۔" میانے کی آواز سنائی دی۔

"تمہیں کس طرح پا چلا؟" خان صاحب چوڑکے۔

"گھنٹی بجائے کے انداز سے۔ تین چار بار آپکے ہیں ہا۔"

"اوہ ہاں! تو جا کر دروازہ کھولو۔ ٹال۔ کھڑی منہ کیا دیکھ رہی ہو۔"

"جی اچھا۔" اس کی آواز سنائی دی۔

"اچھا جائی صاحب! اب کل ملاقات ہو گی، وہ بھی آپ کے گھر۔ اور پہلی مرتبہ۔"

"جی ہاں۔ یہ تو ہے۔" جائی صاحب نے کما اور ریسمور رکھ دیا۔

ادھر بائے دروازہ کھولا۔ طاہر نے گوشت کا یکٹ اندر کی طرف کر دیا اور

بولا۔

"آپ کا گوشت۔"

"سیرا گوشت؟" میانے نور سے چوڑک کر کہا۔

"میرا۔ میرا۔ ٹال۔ ہے۔ بکرے کا گوشت۔"

"میا! یہ کیا ہے سیرا ہے۔ طاہر کو دروازے پر کھڑا کر لیا۔ اندر لے آؤ انس۔"

وہ اسے رکتے ہی رہ گئے۔ لیکن وہ نکل آیا۔ مگر پہنچا تو اسے معلوم ہوا۔ اگر روز خان صاحب کی بعد فیصلی ان کے ہاں دعوت ملے ہو گئی ہے۔ اور پھر خان فیصلی ان کے گمراہی میں پہلی بار آئی۔ اپنی بنت عزت سے تھلیا گیا۔ جب کھانا سامنے رکھا گیا تو جائی صاحب باہر ہی رہ گئے۔

"جائی صاحب! کیا ہات ہے۔۔۔ آپ نہیں کھائیں گے ہمارے ساتھ۔۔۔" "وہ خان صاحب۔۔۔ آپ میرا مطلب ہے بھائی صاحب پر وہ کرتی ہیں ہا۔۔۔" "کوئی ہات نہیں۔۔۔ اب آپ سے کیا پر وعہ۔۔۔ آجائیں۔۔۔"

جائی صاحب شریعت، بھکت، اندر واپس ہو گئے۔ اس روز انہوں نے بیکم خان کو پہلی بار دیکھا۔ وہ اچھے نتوش کی سائزے رنگ کی لبے قد والی حورت جھس۔۔۔ جنم سذول تھا۔ اسی وقت جائی صاحب نے اپنی بیکم سے کہا۔ "رضیہ بیکم۔۔۔ اب تم بھی سامنے آ جاؤ۔۔۔ جب انہوں نے مجھ سے پڑھ ختم کر دیا ہے۔۔۔ تو تم بھی کیا کوئی پر وہ کر کے۔۔۔"

ان کی بیکم بھی اندر آ گئی۔۔۔ دنوں خاندان اس روز مکمل طور پر ایک دوسرے سے تھارف ہوئے۔۔۔ گرمیں گوا خوشی کی لمبی دوڑگی تھی۔۔۔ جائی صاحب کی تینوں بیٹیوں سے خوب سکھ مل کر باتیں کرنے لگی اور عالی، جائی صاحب کے بیٹوں سے۔۔۔ دو فوں بیگنات آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں۔۔۔ جائی صاحب اور خان صاحب شیر و شکر ہو گئے۔۔۔ میے میں جائی صاحب بولے۔

"بھائی صاحب کا نام کیا ہے؟" "رضیہ۔۔۔"

"ارے۔۔۔ میری بیکم کا بھی تو یہی نام ہے۔۔۔"

"تھی ہاں! ابھی سن پچھے ہیں۔۔۔"

کھانے اور چائے کے بعد وہ رخت ہوئے۔۔۔ وہ جائی صاحب کی گاڑی میں آئے تھے۔۔۔ اب گاڑی کی چالی وہ اپنے پاس ہی رکھ لیتے تھے۔۔۔ اور جائی صاحب اغلاقاً جائی نہیں مانگتے تھے۔۔۔ گاڑی کی ضرورت پڑتی تو اس وقت ضرور چالی مانگوائے، لیکن جب ڈرائیور گاڑی کھوئی کرنے جاتا تو وہ اس سے چالی لے لیتے۔۔۔ جائی صاحب ایک دن ان کے دفتر میں گئے تو وہ ایک پھول بنا رہے تھے۔۔۔ ان

کی ڈرائیور دیکھ کر جائی صاحب بہت حیران ہوئے اور بولے۔
"خان صاحب آپ تو میرے ناولوں کے سورت ہاں کتے ہیں۔۔۔ اس طرح آپ کی آنکھیں کا ایک اور ذریعہ بھی شروع ہو سکتا ہے۔۔۔ ہم دو اڑھائی سورپے فی سورت دیتے ہیں آرائش کو۔۔۔"

"چھا۔۔۔ آپ مجھے تسبیحات سمجھادیں۔۔۔ میں کوشش کر کے دیکھ لیتا ہوں۔۔۔" "مُحِیْک ہے۔۔۔"

"جائی صاحب نے اپنیں سوروق کے بارے میں معلومات میا کر دیں۔۔۔ اور پھر خان صاحب نے یہ کام بھی شروع کر دیا۔۔۔ ایک دن خان صاحب کئے گئے یا جائی صاحب! ہمارے گرمیں وہی سی آر یا وہی سی پی اپنیں ہے۔۔۔ کوئی سینکڑ پڑھ بکتا ہوا نظر آئے تو ہتھیے گا۔۔۔ میں بچوں کو یہ احساس نہیں ہونے دیتا کہ ہمارے گرمیں قلام چیز کی کی ہے۔۔۔"

"میرا خیال ہے، آپ کا کام میں جائے گا۔۔۔ میرے بہنوئی قدر سے آئے ہوئے ہیں،۔۔۔ وہ اپنے بچوں کے لئے یا وہی سی آر لائے ہیں۔۔۔ ان کا پرانا وہی سی پی آپ کو دلوادوں گا۔۔۔"

"بھی وادا یہ ہوئی نا بات۔۔۔ وہ خوش ہو گئے۔

"نئی الحال تو میں آپ کو دیکھنے کے لئے وہ لا دتا ہوں۔۔۔ خرید و فروخت بعد میں ہوتی رہے گی۔۔۔"

"چلچلے نہیں ہیں۔۔۔ خان صاحب نے خوش ہو کر کہا۔

وہ سرے دن جائی صاحب اپنی بن کے گرم کے اور پرانا وہی سی پی اٹھا کر خان صاحب کو دے آئے۔۔۔ وہی سی پی دیکھ گز ان کے دنوں بچوں کے چہرے کھل اٹھے۔۔۔ اور کان صاحب نے جائی صاحب کے ناولوں کے سوروق ہاتھا شروع کر دیئے۔۔۔ جائی صاحب نے اپنے بہنوئی سے وہی سی پی کو فروخت کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کوئی اعتراض نہ کی۔۔۔ اس لئے کہ وہ اپنے بچوں کے لئے یا نا لے آئے تھے۔۔۔ قیمت کا محاذ بھی بہنوئی نے ان پر چھوڑ دیا۔۔۔ انہوں نے وہ سرے دن خان صاحب سے کہا۔

"خان صاحب! میرا بہنوئی وہی سی پی فروخت کرنے پر آکا ہو گیا ہے،۔۔۔ لیکن قیمت کا محاذ انہوں نے مجھ پر چھوڑ دیا ہے،۔۔۔ اب میں چاہتا ہوں۔۔۔ ان کے ساتھ بھی

کلی زیادتی نہ ہو اور آپ کے ساتھ بھی۔ سواس کا طریقہ میں نے یہ سوچا ہے کہ وی سی پلی کی مرمت اور خرید فروخت کرنے والے کسی شخص سے اس کی قیمت لگانے لی جائے۔

خان صاحب نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دوسرا روز دن جای صاحب، خان صاحب کے ساتھ ایک دکان پر پہنچے۔ وی سی پلی دکھلایا اور پوچھا۔
”یہ کتنے میں خرید لیتا چاہیے؟“

”دو ہزار روپے لے سکتے ہیں۔ زیادہ ہائیم سو روپے کا۔“
چنانچہ اس طرح وی سی پلی خان صاحب کا ہو گیا۔ لیکن کسی نقد رقم کے بغیر، کیونکہ جای صاحب نے ایک پیش کش اور کردی اور وہ یہ کہ اتنے روپوں کے ۲۰
سرودتیں ہاتھ کر اٹھیں دے دیں۔ ایک روز ان کے گھر کی اندر پہنچی لائنٹ خراب ہو گئی۔ انہوں نے ظاہر سے کہا۔

”یہ اندر جسی لائنٹ الکٹریشن کو دے آؤ۔ اور گوشت خان صاحب کو۔“

”جی بھر۔“ ظاہر نے کہا۔

ظاہر دونوں پیش کرے ٹھلا۔ پلے وہ خان صاحب کے دفتر پہنچا۔
اپنے دفتر میں موجود تھے۔

”سلام علیکم اکل۔ یہ آپ کا گوشت۔“

”یہ اگر دے آؤ۔ اور یہ کیا اٹھائے ہوئے ہو۔“

”جی اندر جسی لائنٹ۔ خراب ہو گئی ہے۔ الکٹریشن کو دینے چاہتا ہوں۔“

”لااؤ! میں ٹھیک کر دوں گا۔“ خان صاحب بولے۔

”جی۔ آپ ٹھیک کر دیں گے۔“

”ہا! میں بھی تھوڑا بہت مکینک ہوں۔“

”اچھا۔ تو پھر آپ یہ کر دیں۔“ ظاہر نے لائنٹ ان کے سامنے رکھ دی۔

”نہیں بھی۔ میں یہ کام دفتر میں تو نہیں کروں گے۔ یہ بھی گھر میں دے دے سا گھر میں ہے۔ اس کی ای اور عالوں ابھی نہیں آئے۔“

”جی اچھا۔“ اس نے کما اور دفتر سے نکل کر گھر کی طرف مڑ گیا۔ اس نے

دروازے پر دنکھ دی۔ میاں دروازہ کھولا۔

”اوہ! آپ ہیں۔ آئیں تا اندر۔“

”نہیں بھجھے ذرا جلدی جانا ہے۔“

”ہمکاں؟۔ ماجد صاحب کے گھر۔“

ظاہر پوچھتا ہے جیسے جیسے بھری نظریوں سے اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ ان کے سفر آتے جاتے اسے ابھی عرصہ ہی کتنا ہوا تھا۔ ماجد صاحب کے گھر کے بارے میں اس نے اپنیں کوئی خاص بات نہیں بتائی تھی۔ اور یہ لڑکی رہا راست سوال کر رہی تھی۔ بھیسے اس کا دل پڑھنے پر قادر ہو۔

”کیا مطلب یہ۔ آپ نے یہ اندانہ کس طرح لگایا؟“

”ماڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔“

”اوہ اچھا۔ اچھا میں چل ہوں۔“

”بھیس کے نہیں۔“

”نہیں۔ آپ اس وقت آکیں ہیں۔“

”تو پھر کیا ہوا۔ آئیے تا۔“

اس نے ایک دم ظاہر کا بازو تھام کر اندر سمجھ لیا۔ ظاہر ایک بار پھر بھوپال کا رہ گیا۔ وہ اسے اندر سمجھ لائی۔

”اب بھجھے جائیں۔ آپ وہاں بلانڈ جاتے ہیں؟“

”آپ نے کیسے جانا۔“ ظاہر جیسے جیسے میں ڈوبنا جا رہا تھا۔

”تباہا نہ۔ ماڑنے والے۔“ اس نے جملہ اور سورا پھوڑ دیا۔

”اوہ اچھا۔ میں سمجھ گیا۔ آپ قیامت کی نظر رکھتی ہیں۔“

”میں تو رسال تک جاتا سکتی ہوں کہ وہاں ضرور کوئی خوبصورت لڑکی موجود ہے۔“
اور آپ اس کے پکڑ میں جاتے ہیں۔

”اف ہاں! آپ لڑکی ہیں یا کوئی بلا۔“

”وہ بھی۔ اس کی بھی میں چھوٹوں کی بھک رکھتی ہی۔“

”تو آپ اس لڑکی سے متعلق فرماتے ہیں۔“

”نہ۔ نہیں۔ لیکن۔ میں اس میں دلچسپی لیتا ہوں اور وہ۔“

”اور وہ آپ میں۔ ہے تا۔“

”ہا! وہ بھجھے اچھی لگتی ہے۔ بڑی بڑی ابھری ہوئی سیاہ آنکھیں۔ متاب
ٹک۔ سفید و سفید رنگ۔ لبے سیاہ، بھجھے بال۔“

"اچھائی۔ تو یہ بات ہے۔"
میں اسی وقت قدموں کی آواز سنائی دی۔ دروازہ صبا نے بند تو کیا نہیں تھا۔
دوسرے لئے خان صاحب اندر داخل ہوئے۔
"اوہ۔ طاہر! بھی یہیں ہے۔"

"میں نے روک لایا تھا اب تو یہ حضرت تو بالکل نہیں رک رہے تھے۔"
"کیوں بھی۔ تمہارا اپنا گھر ہے۔"
"جی۔ وہ مجھے کیس جانا تھا۔
"کیا جانا تھا بھی؟
"ماجد صاحب کے ہاں۔ آپ مجھ سے تو چیس اب تو۔ جا سکرائی۔
"اوہ۔ تم طاہر کی رازدار کب سے بن کیں۔"
"الی کوئی بات نہیں انکل۔" طاہر نے گھبرا کر کہا۔ پھر اٹھتے ہوئے بولा۔
"م۔ میں چلتا ہوں۔"

"ارے ارے۔ الی بھی کیا جلدی ہے بھی۔ صاتم نے طاہر کے لیے چائے
بھی بنائی یا نہیں۔"
میں اسی وقت تیکم خان اندر داخل ہو گیں اور چک کر بولیں۔
"آپ! طاہر آیا ہے۔"
"جی وہ آپ کا گوشت لے کر آیا تھا۔"
"میرا گوشت!!" انہوں نے چوک کر کر کہا۔ طاہر اور صبا نہ دیئے۔ خان
صاحب مسکرانے لگے۔

"ارے یہ ٹوب لائٹ کیسی ہے؟"
"مرمت کے لیے دینے چاہئے تھے حضرت! میں نے رکھ لی۔ اب اس بے
چارے کو کیا پتا۔ میں بھی کوئی چھوٹا مونا ایکٹریشن تو ہوں نہیں۔"
"اور کیا۔ اس قسم کے کام تو یہ چنگی بجائے کر دیتے ہیں۔" تیکم خان بولیں۔
"یہ ٹھیک ہو گئی تو ماںوں گا۔" طاہر سکرایا۔
"تیکم تو میں لکھ دیتی ہوں۔ آپ کو اب کو مانا ہی پڑے گا۔" صبا بولی۔
اور طاہر اٹھ کر چلا آیا۔ اس کے بعد تن دن تک ان کے گھر جانا نہ ہو
سکا۔ چوتھے دن جانی صاحب نے جب یہ کہا کہ وہ ذرا خان صاحب کے ہاں جا رہے

ہیں تو وہ بھی ان کے ساتھ چل پڑا۔
ان کے دفتر جا کر معلوم ہوا۔ خان صاحب کی طبیعت خراب ہے۔ آج وہ
چھٹی پر ہیں۔ دلوں رہائش ہے کی طرف پڑھ گئے۔ دھک کے ہواب میں عادل نے
دروازہ کھولا اور پھر پڑھ آواز میں چلایا۔
"آپ جانی انکل اور طاہر بھائی آئے ہیں۔ مرا آگئا۔"
"مرا کسے آگئا۔" جانی صاحب نے جوان ہو کر پوچھا۔
"آپ آتے ہیں تو مرا ساتھ آتا ہے۔" عادل نے شرمنداز میں کہا۔
"آپ بھی آئیے۔ تیکم ذرا جلدی سے چائے بناؤ۔"
"مجھے انہوں نے۔ جلدی نہیں بناؤں گی۔" رضیر تیکم بولیں۔
"کیوں۔ کیا اس لیے کہ کہیں یہ جلدی نہ چلتے جائیں۔"
"یہ بات بھی ہے۔ تیکم آج چولے کی بیان ذرا بیچی ہو گئی ہیں۔ پانی دی
سے کھو لے گا۔"
"اوہ! خوب کوئی بات نہیں۔ یہ کون سا جلدی جا رہے ہیں۔"
"چولے کی بیان۔ کیا مطلب۔" جانی صاحب چوچکے۔
"جی ہاں! ہم محل کے چولے پر کھانا ہاتے ہیں۔ ہمارے پاس کیس کا سلنڈر
نہیں ہے۔"
"اوہ! تیکم کیوں۔ اب تو شرمنداز میں گیس کے سلنڈر عام مل جاتے ہیں۔ کتنی
وی کیس کیپنیوں کے دفتر بیان کھل گئے ہیں۔"
"وہ تو نجیک ہے۔ جانی بھائی۔ ہم آخر ملازم پیش ہوں۔ بس لے دے کر
گزارا کرتے ہیں۔ سلنڈر کے پیسے خرچ کیا ذرا مشکل کام لگتا ہے۔"
"تیکم اس سے ایجاد ہوں بھی تو پہنچے گا۔" طاہر نے کہا۔
"پہنچے تو خریدنا پڑے گا۔"
جانی صاحب کسی کمری سوچ میں گم ہو گئے۔ اسی شام اپنے گھر جا کر انہوں
نے طاہر سے کہا۔
"ہمارے پاس بھلا کئے سلنڈر اور کتنے چولے ہیں؟"
"جی ہمارے پاس تین سلنڈر اور دو گیس کے چولے ہیں۔"
"نجیک ہے۔ ایک سلنڈر اور ایک چولما گاڑی پر رکھ کر خان صاحب کو دے

چالی لے کر طاہر نے السلام علیکم کما اور باہر کی طرف پکا۔
 "محب لڑکا ہے۔" یکم خان بولیں۔
 سما سکرا دی۔ اور طاہر گھر پہنچا۔ ڈرائیور کے ذریعے جب اس نے سلنڈر
 انہوں تو اس کی ای بول انھیں۔
 "مے ہے۔ لوسک۔ سلنڈر تو بھرا ہوا ہے۔"
 "مے سے بھروانے نہیں جا رہا ای جان۔"
 "تو پھر؟" انہوں نے آنکھیں نکالیں۔
 "خان صاحب کے گھر پہنچانے جا رہا ہوں۔"
 "ای مطلب۔ انہیں ضرورت ہے۔ کیس ختم ہو گئی ان کے ہاں۔"
 طاہر نے پس کر انہیں ساری ہات جادی۔
 "تمہارے ابو بھی محب ہیں۔ گھر کی ساری چیزیں دوسروں کو دے دیتے
 ہیں۔"
 "ابھی تو چو لھا بھی اخلاہ ہے۔ ان کے پاس تو گیس کا چو لھا بھی نہیں ہے۔"
 "اللہ اپنا رحم فربائے۔" انہوں نے برا سامنہ نہیا۔
 دو توں چیزیں گاڑی پر رکھ کر طاہر خان صاحب کے گھر پہنچا۔ اس نے دسک
 دی تو اندر سے عامل نے چلا کر کہا۔
 "طاہر بھائی آ گئے۔"
 "گاڑی کی چالی دینے آیا ہو گا۔ جاؤ اسے اندر لے آؤ۔" رخصہ یکم کی آواز
 سنائی دی۔
 "عامل نے دروازہ کھولا۔ پیچے سما کمزی نکر لی۔ شر انداز میں بولی۔
 "آپ پھر آ گئے۔"
 "ہاں! تجھوڑی تھی۔ اب کا حکم۔"
 "اچھا! یہ حکم آپ کو آپ کے ابو نے دیا تھا کہ تیری بار بھی جانا ہے۔"
 "نہیں۔ ریاض! سلنڈر انھا کر اندر لے آؤ۔"
 "سلنڈر کیسا سلنڈر؟" یکم خان پچھک کر بولیں۔
 "خان صاحب بھی اندر بولنی کرے سے فلی آگئے۔
 "یہ کیا ہو رہا ہے بھی۔ طاہر تم دروازے پر کھل کرٹے ہو۔"

"کو۔"
 "تینی!" طاہر حیرت زدہ رہ گیا۔
 "بھی انہیں کھانا پکانے میں وقت ہوتی ہے۔ آخر وہ ہمارے دوست ہیں۔
 اور دوست کو دوست کے کام آتا ہی چاہیے۔ اور پھر ہمارا گزارا۔ سلنڈر ہوں اور
 ایک چولے سے ہو سکتا ہے۔"
 "لیکن ابھی کبھی کبھی شرمن گیس کی بہت قلت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس وقت
 تمرا سلنڈر کام آتا ہے۔"
 "چلو کوئی بات نہیں۔ وہ دوست ہی کیا۔" وہ دوست کے کام نہ آئے۔
 "بہت بہتر۔ لیکن گاڑی تو خان صاحب کے ہاں کمزی ہے۔" طاہر نے کہا۔
 "تو کیا ہوا۔ جا کر لے آؤ۔" جائی صاحب منہ ناکر بولے۔
 "تینی بہت بہتر۔"
 طاہر اسی وقت خان صاحب کے گھر بکھر پہنچا۔ دسک دی تو مہانے دروازہ
 کھولا۔
 "اوہو۔ خیرت تو ہے۔ کوئی چیز بھول گئے کیا۔"
 "نہیں۔ گاڑی کی ضرورت آپزی ہے۔ اس نے دوبارہ آیا ہوں۔"
 "آ جائیں۔ چالی فی وی پر پڑی ہے۔"
 "کون ہے سبا؟" یکم خان کی آواز سنائی دی۔
 "جی۔ طاہر بھائی۔" سبا نے جواب دیا۔
 "تو اندر لے آؤ۔" سبا نے دروازے پر کھوکھ روک لیا۔
 "میں نے روک لیا ای۔ آپ بھی کمال کرتی ہیں۔ چلنے صاحب۔ اب مجھے
 ڈانٹ تو نہ پڑوائیں۔" اس نے گول گول آنکھیں گھمائیں۔
 "چلنے۔" طاہر نے سرد آہ بھری۔
 "آؤ طاہر۔ خیرت تو ہے۔"
 "میں۔ چالی چاہیے گاڑی کی۔"
 "کہیں جانا پڑ گیا ہے۔"
 "میں سمجھ لیں۔"
 "چلو سمجھ لیا۔ سبا چالی دے دو اٹھا کر۔"

"ابرے یہ سلنڈر لائے ہیں"۔
"کیا مطلب؟"

اتھے میں ریاض سلنڈر اٹھائے اندر داخل ہوا۔
"یہ یہ یہ کیا"۔

"چولھا بھی لے آؤ"۔
ریاض چولھا بھی لے آیا۔

"بس! اب تم جاؤ"۔ طاہر نے ریاض سے کہا۔
"یہ کیا ہو رہا ہے بھی؟۔ کچھ ہمیں بھی تباہ"۔
"ابو نے یہ آپ کے لیے تیسے ہیں۔ عارضی طور پر رکھ لیں۔ اس وقت یہ
ہمارے پاس قاتلوں ہیں"۔

"اوہ!" ان کے چہرے گلزار ہو گئے۔ خوشی کی انتہاء رہی۔
"ست۔ تمہارے اب کتنے اچھے ہیں۔ وہ ہمارا کتنا خیال کرتے ہیں۔ اک
میٹھو۔ آج تم کھانا کھائے بغیر ہمیں جا کتے"۔

"بھی نہیں آتی۔ بہت دیر ہو گئی ہے"۔
اوہ کوئی دیر نہیں ہو رہی۔ میا نے اس کا ہاتھ کھڑک لیا اور سب کے سامنے
اسے کھینچنے ہوئی اندر کر کرے میں لے آئی۔

سب وہاں آ کر بیٹھ گئے۔ پھر یحیم خان اٹھ کر باور پیٹھے میں چل گئیں۔
خان صاحب کے ایک دوست آگئے۔ وہ ڈر انگر روم میں ٹپے گئے۔ ہادل ان کے
دوست کے لیے یوں لینے چاہیا۔ طاہر اور صاحب کر کرے میں اکٹھے رہ گئے۔
"تو آج آپ ہمارے ساتھ کھانا کھائیں گے۔ میا نے شرمند ادا نہیں کہا۔
اگر آپ کو یہ بات ہاگوار گز رہی ہے تو میں کھانا تیار ہونے سے پہلے ہی چلا
چاہا ہوں"۔

"پہلے تو آپ لگتے نہیں۔ اگر ہوئے تو ضرور برائی گے گا گھے۔ میا مسکرائی۔
"میرا خیال ہے۔ میں چلا ہی جانا ہوں"۔ طاہر نے برائی کر کر کہا۔
"ناجد صاحب کے گمراہ کر کھانا ہے کیا؟" میا بھلی آواز میں بولی۔
طاہر نے اس لڑکی کو تیز نظریوں سے گھوڑا۔ نہ چانے کیوں اسے گمراہت ہی
ہوئے گی۔ میا اسے بہت بجیب نظریوں سے دیکھ رہی تھی۔ اسے اپنے جسم کے

رو چلتے کھرے ہوتے ہوئے محسوس"۔
"جذب کپا دیکھ رہے ہیں"۔

"میں سوچ رہا ہوں۔ آپ کیا جچ ہیں"۔
"آپ کو اعجمی نہیں ہے۔ ارے، بھی میں لڑکی ہوں"۔
ای وقت یحیم خان اندر داخل ہو گئے۔ میا فوراً بولی۔
"ای طاہر بھائی کو یہ بھی نہیں ہے۔ میں کیا جچ ہوں"۔
"کیا مطلب؟" وہ نہ کر پولیں۔

"میں نے انسیں تارا ہے۔ میں لڑکی ہوں"۔
وہ ہٹنے ہوئے باہر نکل گئی۔ کمی ہاگواری طاہر نے ان کے چہرے پر محسوس
نہیں کی۔ اتنے میں ہادل آگیا۔
"صلب۔ ڈاکٹر اکٹل آئے ہیں"۔
"ڈاکٹر اکٹل کیا مطلب؟" طاہر بول۔
"تمہارے اکٹل سا بھدڑ ڈاکٹر ہیں۔ اب کے بہت گھرے دوست۔ اتنے اچھے
اکٹل کر کیا ہاڑاں"۔ میا نے جلدی جلدی کہا۔ پھر انھوں کو ڈر انگر دم کی طرف چلی
گئی۔

"وہ مت یعدی جا والیں آئیں"۔

"کیوں! اکٹل کے پاس نہیں۔ یہیں"۔ طاہر نے پوچھا۔
"بھیں اسلام کر لیا۔ اور چلی آئی۔ آپ جو یہاں میٹھے تھے۔ آپ کو بھی تو
برالگاہ کے میٹھے یہاں بخاکر دوسری طرف چل گئی"۔
"ایسی کوئی بات نہیں۔ بلکہ میں لا کھتا ہوں۔ اب میٹھے اجازت دیں"۔
"بھی نہیں۔ کمی اجازت و جازت نہیں ٹلے گی۔ آج آپ کھانا کھائے بغیر
نہیں جائیں گے۔ ہاں ناجد صاحب کے ہاں جا کر کھانا ہو تو اور بات ہے۔ پھر ہم
نہیں روکیں گے آپ کو"۔

"یہ آپ بات میں ناجد صاحب کے گمراہ کا ذکر کہیں لے آتی ہیں"۔
"بھیں ایسے ہی"۔

ای وقت میا کھانا تیار ہے۔ ڈاکٹر اکٹل کو بھی اندر ہی ہلا کر۔ سب ایک ساتھ
"میا! کھانا تیار ہے۔ ڈاکٹر اکٹل کو بھی اندر ہی ہلا کر۔ سب ایک ساتھ

کھائیں گے۔

"جلد ہی خان صاحب ایک گھرے سالوںے رنگ کے درمیانے قد کے سڑوں سے آدمی کو ساتھ لے اندر داخل ہوئے۔ ان کے چہرے پر ایک شری ہی مکارہٹ تھی۔

"ڈاکٹر صاحب! یہ ظاہر ہے۔ ہمارے نئے دوست جائی صاحب کا ہے۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو جائی صاحب ہمارے ملک کے بہت بڑے ادب ہیں۔ چار سو کے قریب ہاول لگھے چکے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔ آپ نے ان سے کبھی ملوایا ہی نہیں۔" یہ کہ کر ڈاکٹر ساجد نے ظاہر سے گرم جوشی سے ہاتھ ٹالیا۔

پھر سب نے خونگوار ماحول میں کھانا کھایا۔ رخصت کے وقت خان صاحب نے ظاہر سے کہا۔

"بھتی طاہر ہے۔ کل ذرا اپنے ابو کو بھیجا۔ ڈاکٹر صاحب سے ملوائیں گے انسیں۔"

"میں اچھا۔"

خان صاحب ڈاکٹر صاحب کو رخصت کرنے ان کی گاڑی کی طرف بڑھ گئے۔ ظاہر نے عجم خان، عادل اور بہا کی طرف دیکھ کر ہاتھ ٹالیا۔ اس نے ظاہر کو اپنے جسم میں مشنی خیز اہمیت محسوس ہوئی۔ بہا سے کچھ الی ہی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

○☆○

"خودر جتاب۔ کیں نہیں۔"

ڈاکٹر صاحب سے کپ شپ لا کر اور بوجیں پی کر وہ وہاں سے رخصت ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب بہت خوش مراج آدمی محسوس ہوئے تھے انسیں۔

"اوہ۔ گاڑی میں تک ملک ختم ہوتے والا ہے۔" خان صاحب نے چوک کر کما اور ساتھ ہی انہوں نے گاڑی پر چوں پہپ میں موڑ دی۔ پہپ کے ملازم سے انہوں نے سو روپے کا تکلیف کرنا۔ جائی صاحب نے فوراً یہ جیب میں ہاتھ والا اور سو روپے کا تکوٹ تکال کر خان صاحب کی طرف پیدھا دیا۔

"نہیں! میں دوں گا۔ گاڑی تو اب ہمارے استعمال میں رہتی ہے۔"

"تو پھر کیا ہوا۔ گاڑی تو میری ہے۔ تکل بھی میں ڈالواؤں گا۔"

اور خان صاحب نے سو روپے کا تکوٹ لے لیا۔ گھر کے سامنے پہنچنے تو جائی صاحب نے کہا۔

"بس دیکھیں اتار دیں۔ میں اب گھر جاؤں گا۔"

"نیکم صاحب سے مار پڑنے کا ذر ہے کیا؟" خان صاحب نہیں۔

"ضرورت کے وقت نہیں۔ ہر وقت۔ گاڑی اب تمام دن ان کے استعمال

میں رہتی ہے۔"

"خیر۔ کوئی بات نہیں۔"
جسی صاحب نے کما اور آگے پڑھ گئے۔ راستے میں اپسی خیال آیا۔ آج خان صاحب کے لیے گوشت قیصری نہیں۔ تigm خان نے فون پر باد کرایا تھا۔ لذرا انہوں نے گوشت خرد۔ قیصر بھی یونایا اور گھر لے آئے۔ اب انہوں نے پھر پہنچاں اپنی طرف۔ پڑوں کے برابر گوشت اور قیصر خان صاحب کی طرف رکھا اور طاہر کو آواز دی۔ طاہر اس وقت چھت پر تھا۔ اس کے میڑک کے انتہاء ہوتے والے تھے اور وہ بھی کی تیاری کر رہا تھا۔
"تھی ابو۔"

"یار یہ خان صاحب لا گوشت اور قیصر پہنچانا تھا۔ لیکن تم تو شاید پڑھ رہے ہو۔ اپنامیں توحید کے ہاتھ بیٹھ جاتا ہوں۔"

"تھی نہیں۔ میں نے بھی کی جا ری کھل کر لی ہے۔ لائیے میں ہی دے آتا ہوں۔"

"چلو نجیک ہے۔ تم دے آؤ۔"

طاہر گوشت لے ان کے دروازے پر پہنچا۔ دروازہ خاول نے کھولا اور وہیں سے چلایا۔

"طاہر بھائی آئے ہیں۔ گوشت لائے ہیں۔"

"یہ تم مل کیں چاہو رہے ہو۔ کیا ہم سب کو بھو کھج رکھا ہے؟" میاں جھلا کر کما اور خود بھی پاہر نکل آئی۔

"قابو رائتے میں گھن میں آپ کا تھا۔ ہمارے اس سے گوشت لے لیا۔ تigm

خان یادوی نئے میں تھیں۔ طاہر ان کے پاس یا کریں۔

"آپ کا قیصر حاضر ہے۔"

"بھرا قیصر یا؟" وہ فس کر ہوئیں۔

طاہر شکا گیا۔

"آپ بھی اندر چلئے۔" میاں بولی۔

"میں امیں چلوں گا۔ میڑک کے انتہاء ہوتے والے ہیں۔"

"میں نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔"

"تو پھر آئیے میرے ساتھ۔ کھانا کھا کر جائیں۔"
جسی صاحب کو پانہ سے پکڑ کر اندر لے گئے۔

"آہ۔ اٹکل آئے ہیں۔" جانے اچھل کر کما۔

عادل و دڑکر آیا اور جسی صاحب سے بغل گیر ہو گیا۔

"کئی دنوں بعد آئے ہیں آپ۔" تigm خان بولیں۔

"یہ تو آج بھی نہیں آ رہے تھے۔ تو میں زندگی سمجھ کر لایا ہوں اسیں۔"

"آپ نے بہت اچھا کیا ابو۔" جانے خوش ہو کر کما۔

"تو پھر چلو۔ جلدی سے اٹکل کے لیے کافی ہے۔ کیوں کافی چلے گی یا چائے۔ دیے میا کافی ہے اچھی ہاتھی ہے۔" انہوں نے فس کر کما۔

"چلئے کافی ہی تھیک ہے تو جسی صاحب ہے۔"

"اٹکل نئے ناول نہیں آئے اپ بکھ۔" جانے کما۔

"شاید کل آ جائیں گے۔ میرا چکر لگا تو میں لے آؤں گا ورنہ طاہر کے ہاتھ

مجھ دوں گا۔"

"ٹھکریہ اٹکل۔" میا خوش ہو گئی۔

کافی پی کر جسی صاحب انھر کھوئے ہوئے۔ ان سے رخصت ہو کر پیدل گھر کا رخ کر رہے تھے کہ راستے میں ان کے ایک دوست مل گئے۔ دیکھتے ہی ہوئے۔

"جسی صاحب۔ آپ نے اپنی گاڑی بیچ دی ہے۔"

من۔۔۔ نہیں قہ۔۔۔ آپ سے یہ کس نے کہ دیا اڑشد صاحب۔"

"آج کل۔۔۔ کوئی اور ہی اسے لے پھرتا ہے۔۔۔ میں روز ہی اسیں دکتا اول۔۔۔ گاڑی میں اوھر سے اوھر آتے جاتے ہیں۔۔۔ میں سمجھا۔۔۔ شاید آپ نے فرخت کر دی ہے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں۔۔۔ وہ اپنے دوست ہیں خان صاحب۔۔۔ میرے پاس گاڑی کھینچ کر نہ کی کوئی محقوق۔۔۔ جگہ نہیں تھی۔۔۔ ان کے دفتر کے پیچے اور رہائش کے سامنے بہت سکھی جگہ ہے۔۔۔ ہے بھی چار دیواری کے اندر۔۔۔ بس چوڑا گکہ گاڑی وہاں کھینچ کرتا ہوں۔۔۔ اس لئے۔۔۔ ضرورت کے وقت وہ بھی استعمال کر لیتے ہیں۔"

"تی ہاں! جیسے جا کر پڑھی تو نیں گے۔ چلے اندر اپو سے نہیں ملیں گے۔" اس نے طاہر کی کمر پر ہاتھ رکھ کر اندر کی طرف دھکا دیا۔ اور وہ لڑکہ راتا ہوا اندر پہنچ گیا۔

"سبت عجک کرتی ہے اس بے چارے کو۔" یحیم خان نہیں۔

"اوہ بھی۔ کیا حال ہیں؟" خان صاحب مسکرائے۔

"سب آگئے ہو تو ذرا ایک کام ہی کرو۔ ہمارا اشینا ثوٹ پھوٹ گیا ہے۔" لا کر رکھا ہوا ہے، لگائے کا وقت ہی نہیں ملتا۔ ذرا تم اپر چھڑ کر لگا دے ٹھنڈے اور تمہاری آئندی کو ایک دست کے گھر جانا ہے۔ ورنہ میں تمہاری مدد کرنا۔"

"کوئی بات نہیں اگل۔ یہ بھی کوئی کام ہے۔"

"ہیں! ان سے تو آپ کوئی بڑا کام کروائیں۔ کوئی سرکھدا نہیں۔" میا نے شرور انداز میں کہا۔

"عجک نہ کرو بھی۔ بھی بات ہے۔ یار طاہر۔ تم محسوس نہ کرنا۔ یہ سبت شوخ ہے۔"

"تی نہیں۔ میں ہر امانتے والا نہیں۔" طاہر مسکرا یا۔

"چھا! یہ بات ہے۔ اب میں شرط لگاتی ہوں۔ یہ حضرت برائیں جائیں گے۔ میری باتوں کا۔"

"تو تم ایک باتیں کرتی ہی کیوں ہو؟" خان صاحب نے منہ بیٹایا۔

"میں تو چلا اشینا لگائے۔" طاہر نے کما اور لکڑی کی یہڑی کی طرف بڑھ گیا۔ ان کے لئے دی کا اشینا بہائش گاہ کی چھت پر نہیں، دفتر کی چھت پر لگا ہوا تھا۔ اس لئے کہ وہ چھت سبت اونچی تھی۔ اس وقت خان صاحب اپنی یحیم کے ساتھ ان کی گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ مگر کی طازمہ خالدہ بی بی اندر واٹھ میں پر کپڑے دھو رہی تھی۔ عامل باہر گھن میں اپنے دستوں کے ساتھ کرک کھیل رہا تھا۔ کہ میا نے شیپ ریکارڈر آن کر دیا۔ فنا میں یہ گانارس گھولنے لگا۔

بھی بھی میرے دل میں خیال آتا ہے
کہ جیسے تھوڑے کو بیٹایا گیا ہے میرے لئے
تو اب سے پہلے ستاروں میں بس رہی تھی کسی
تجھے نہیں پر اتمرا گیا ہے میرے لئے

گھا ختم ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرا گھا لگا۔ وہ بست بور تھا۔ طاہر اپر سے یہ چلایا۔

"وہی گھا لگاؤ۔"

"یجھے آکر خود روپورس کر لیں ہا۔" میا نے شرور انداز میں کہا۔ طاہر نے گھور کر اس کی طرف دکھائے۔ وہ شرور انداز میں بھی۔ "چھا! یہ بات ہے۔ میں لگادھا ہوں۔" یہ کہ کر وہ یجھے اتر آیا۔ اس نے پر پورس کی اور پھر وہی گھا لگا گیا۔

کبھی بھی میرے دل میں خیال آتا ہے۔

"آپ کو یہ گھا بابت پسند ہے۔" میا نے اس کی طرف بخورد دکھائے۔

"ہاں ہے۔ کوئی اعتراض ہے آپ کو۔"

"ہم ایک اعتراض ہے۔" میا نہیں۔

"اور وہ کیا؟" طاہر نے اسے گھورا۔

"یہ کہ یہ گھا مجھے بھی بست زیادہ پسند ہے۔"

"اودا!" طاہر مسکرا دیا۔

"اس کا نام کیا ہے۔ کیسی ہے وہ۔" میا نے بھتھتے ہوئے بجھے میں کہا۔

"اس کا نام۔ کس کی بات کر رہی ہیں۔" اس نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ماجد صاحب کی بنی۔"

"اودہ۔ وہ۔ لیکن آپ یار بار اس کی بات کیوں لے بھتھی ہیں۔ اور یہ ہاں مجھے تو اشینا بھی تھیک کرنا ہے اور میں یہاں یا توں میں الجھ گیا ہوں۔ اگل آئیں گے تو کیا خیال کریں گے۔" یہ کہ کر طاہر اپر جانے کے لئے مڑا۔

"نہیں۔ پہلے اس کے بارے میں بتائیں۔"

"اچھی بات ہے۔ سکول جاتے ہوئے ایک دن اسے دیکھا تھا۔ مجھے سب اچھی گئی۔ ان کا گھر بھی ہمارے گھر کے نزدیک ہی ہے۔ بس میں نے ان سے تھنکتھنکت ہاتھ لے لی۔ اب ان کے گھر روز کا آنا جانا ہے۔ کسی بعد جانا نہیں ہوتا تو وہ فون کر کے ہا لیتھے ہیں۔"

"ہوں!" نہ چانے کیوں مبارکہ سیاہ پڑ گیا۔ اس کے سینے سے ایک آہ انکل گئی۔ پھر اس نے کافی نیک لبجھے میں کہا۔

"اور نہیں تو کیا میں کہ رہی تھی کہ میں بھوک ہوں۔ مجھے کچھ کھانے کو
چاہو۔"

"بیگم خان اور خان صاحب نہیں پڑے۔
"بہت شری ہے یہ طاہری۔ بچ کر مارے گی جسیں تو۔ چلو اپ کھانا کھا کر ہی
چاؤ۔"

"لیکن انکل۔ مجھے تو بالکل بھوک نہیں ہے۔"
"پالکل بھوٹ۔ ابوذر ان کے چہرے کی طرف دیکھئے۔ اڑھائی بیج رہے ہیں
یا نہیں۔" میا نے فوراً کہا۔
وہ پھر فرش پڑے۔

"نہیں بھی طاہر۔ تم اس سے نہیں جیت سکتے۔ کھانا کھا کر ہی جائیں۔ ورنہ
یہ جسیں نہیں بننے گی۔"

اور طاہر کو ان کے ساتھ اندر چلا پڑ گیا۔ وہ سرے دن وہ تیار ہو کر گھر سے
بکا۔ اس کے قدم پا پید صاحب کے گھر کی طرف اٹھنے لگے۔ یہاں تک کہ وہ باپد
صاحب کی گل کے موڑ بچ گیا۔ ایسے میں اس کے کافنوں میں آواز آئے گی۔
"مکل خوب مرا رہے گا۔۔۔ آپ بھی پرند کریں تو ۲۳ جائیے گا۔"

"اس کے قدم وہیں بحمد ہو گئے۔ سالس کی آمد و رفت تیز ہو گئی۔۔۔ پھر نہ
چائے اس کے میں کیا آئی۔ اس کا رخ مزگیا اور اب وہ خان صاحب کے گھر کی
طرف قدم بیٹھا رہا تھا۔ دروازے پر بھی کہاں نے کھنٹی بجا لی۔۔۔ میا نے دروازہ
کھولا اور بے ساخت سکرا دی۔

"سیرا خیال تھا۔ آپ ضور آئیں گے۔"
"میں نہیں سمجھ سکا۔ کہ اس طرف کیون آگیا۔ پروگرام تو نہیں تھا
دیے۔"

"آپ زیادہ نہیں ہیں۔ اندر آ جائیں۔" یہ کہ کہ اس نے طاہر کا پازو پکڑ کر
اندر سمجھ لایا اور دروازہ بند کر دیا۔

"کیا مظہر۔ آپ نے کیا کہا۔۔۔ نہیں ہیں۔ کیا میں ایکٹ کر رہا ہوں۔"
"تو اور کیا۔۔۔ یہاں آئے کے لئے بڑی طرح پر جمن تھے۔"

"تھی نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں۔"

"جایئے صاحب! آپ جا کر اٹھنا درست سمجھئے۔"
"کیا ہوا۔ آپ کو؟" طاہر جی ان رہ گیا۔
"مکل۔ کچھ نہیں۔"

اسے عجیب نظریوں سے دیکھتے ہوئے اپر چڑھ گیا۔ وہ نیچے کھڑی بار بار اس کی
طرف دیکھتی رہی۔ گھاٹی پار ختم ہوا اور پھر لگا دا گیا۔ آخر طاہر تھی اتر آیا۔

"اس گھنے سے پیٹ بھر گیا ہو تو بند کر دوں۔" اس نے روکے انداز میں کہا۔
"آپ کا بھر گیا۔" طاہر نے پوچھا۔

"عن نہیں۔" وہ ہکلا گئی۔
"تو پھر میرا بھی نہیں بھرا۔"

"کل بت مرا آئے گا۔۔۔ پا ہے کیوں؟"

"کوئی خاص بات۔"

"کل میری سکول سے چھٹی ہے۔ نہ اسی گھر میں ہوں گے۔ نہ عادل۔۔۔ اور
دفتر ہوں گے۔۔۔ بس کوئی قلم دیکھوں گی۔ آپ پسند کریں تو آ جائیے گا۔"

"م۔۔۔ میں کچھ کہ نہیں سکا۔۔۔ دیکھوں گا۔۔۔
اسی وقت گاڑی کا ہارن سنائی دیا۔۔۔ وہ چوک کر باہر گل آئی۔۔۔ گاڑی
دروازے کے سامنے رکی۔۔۔ میا کے ابو اسی اترے۔۔۔ دنوں کو بالکل ساتھ ساتھ
کھڑے دیکھ کر سکرا دیئے۔

"طاہر! اٹھنا بھی تھیک کیا۔ آپ تک نیچے ہی ہو۔"

"اوپر نظر ڈال لیں انکل۔"

انہوں نے اوپر دیکھا اور سکرا دیئے۔
"خاہر بت کام کا کچھ ہے۔" بیگم خان بولیں۔

"میں اب چل ہوں۔ بت دیں ہو گئی ہے۔"

"میں بھی کہ رہے تھے۔۔۔ بت بھوک الی ہے۔۔۔ کچھ کھانے کو ہے تو دیں۔۔۔ اور
اب جا رہے ہیں۔۔۔ ابو اسی آپ کو کھانے سے روک تو نہیں دیں گے۔۔۔ میا نے شر
انداز میں کہا۔۔۔

اور طاہر دھک سے رہ گیا۔

"میں کہ رہا تھا؟" اس کے منہ سے لگا۔

میں اسی وقت تھتھی ایک بار پھر بیٹی۔ انداز جائی صاحب کا تھا۔ وہ پہلے دو بار قدرے رک کر تھتھی بیجا تھے پھر دو بار جلدی جلدی۔ یہ ان کا خاص انداز تھا اور اب تک وہ ان کے انداز سے واتفاق ہو گئے تھے۔
”اکل آ گئے۔“ میانے خوش ہو کر کما اور دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔

”سلام علیکم۔“ جائی صاحب پہلے۔

”وعلیکم السلام۔“ میں پہلے دفتر گیا۔ دہاں سے پہا چلا آپ ابھی ابھی کیس سے آئے ہیں اور گھر گئے ہیں۔ لفڑا اور چلا آیا۔ اور ہوسے یہاں تو طاہر بھی ہے۔ یہ حضرت کب آئے۔“

”ابھی تھوڑی دیر پہلے۔“ خان صاحب پہلے۔

”آجے اکل۔“ میانے جائی صاحب کو بازو سے پکڑ لیا اور اندر کھینچ لائی۔

سب بیٹھ گئے۔

میں اسی وقت ایک بار پھر دروازے کی تھتھی بیٹی۔

”میں دیکھتا ہوں۔“ آپ لوگ بیٹھیں۔“ خان صاحب انھ کھڑے ہوئے۔
”بھر ہو کی کوئی ڈرانچک روم میں آئے۔“

”جائی صاحب۔“ یہ ملک شاہ صاحب ہیں۔ ہمارے ہمت اپنے دوست۔ اور ملک صاحب۔ یہ جیس جائی صاحب ملک کے مشہور و معروف نادل نگار۔“

”اوہ اچھا۔“ ملک صاحب نے اس سے بہت گرم جو شی سے باہم تھا ملایا، پھر خان صاحب سے پہلے۔

”خان صاحب! مجھے آپ سے کچھ کام ہے۔ کل صحیح آؤں گا۔ آپ دفتر میں شروع رہنے گا۔“

”اچھی بات ہے۔“

ملک صاحب تو باہم تھا کر رخصت ہو گئے۔ ان کے چانے کے بعد جائی صاحب نے ان سے پچھا۔

”یہ کیا کام کرتے ہیں۔“

”کافی میں پڑھا رہے ہیں۔ ہمت ذیں آؤں ہیں۔“ خان صاحب پہلے۔

”طاہر! چل رہے ہو یا بیٹھتا ہے۔“

”اڑے اڑے۔“ آپ کما جا رہے ہیں۔“ خان صاحب نے گمرا کر کما۔

”چھ ماں لیا۔ آپ کو بھوے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ آپ کو صرف اور صرف ماجد صاحب کی بیٹی سے دلچسپی ہے۔“ اس کا منہ پھول گیا۔
طاہر کی حیرت اور بڑھنے لگی۔ اس نے جلدی سے کمال۔
”س میں نیک نہیں۔ میں ماجدہ میں دلچسپی لیتا ہوں۔ اور وہ بھی۔ بھوے میں۔ لیکن۔“

”لیکن کیا۔“ وہ جلدی سے بولی۔

”کچھ نہیں۔ پہاڑیں۔ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔“

”خبر آئیے۔ اندر چل کر بیٹھتے ہیں۔“

”وہ اسے اندر لے آئی۔“

”علم لگاؤں یا پاٹھیں کریں گے۔“

”ہاتھی کر لیتے ہیں۔“ طاہر بولا۔

اور ان میں ہاتھی شروع ہو گئیں۔ اس روز طاہر پر پوری طرح یہ ہاتھ اسی ہو گئی کہ یہ لڑکی اس میں بری طرح دلچسپی لینے لگی ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے فوراً ماجدہ کا چہہ آگیا۔ ماجدہ بہت خوبصورت لڑکی تھی۔ لیکن بہت بھوول بھالی اور شرمنیلی ہی۔ جب کہ اس کے مقابلے میں مباہیں شوٹی اور شرارت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ اس نے خود کو دوڑا ہے پر کھڑے گھوٹیں کیا۔ وہ فیصلہ نہ کر سکا کہ کس طرف قدم الحاضرے۔

”کس سوچ میں گم ہو گئے حضرت۔“ مباہی آواز اس کے کاتوں سے گمراہی۔

طاہر نے چوک کر اس کی طرف دیکھا۔ میں اسی وقت دروازے کی تھتھی بیٹی۔

”ابو آ گئے۔“ میانے خوش ہو کر کما اور دوڑ کر دروازہ کھول دیا۔ جو شی خان

صاحب اندر داخل ہوئے اور ان کی نظر طاہر پر پڑی تو وہ پہلے۔

”اڑے۔ طاہر بیٹے۔ تم کب آئے۔“

”تی بس ابھی۔ تھوڑی دیر پہلے ہی۔ آیا ہوں۔ آیا ہوں۔ آپ دفتر میں تھے نہیں۔“

میں نے خیال کیا آپ گھر میں ہوں گے۔ لیکن آپ یہاں بھی نہیں تھے۔ دہاں جانے لگا تو میا نے روک لیا۔

”یہ تو اچھا کیا اس نے۔“

”ٹھریے ابو۔ آپ کتنے اچھے ابو ہیں۔“ میانے خوش ہو کر کما۔

"اور ساتھ میں طاہر بھائی کو لے جا رہے ہیں"۔ مبا سکرائی۔
 "کچھ کام ہے۔ میں تو اس طرف سے گزر رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ آپ
 سے بھی علیک سلیک لے لوں۔ گاڑی نیک ہے تا۔ نیک تو نہیں کریں۔"
 "نہیں۔ لیکن اس میں کچھ کام ہیں کرنے والے۔ آپ اگر کسی دن آ
 جائیں۔ تو مسٹری کے پاس چلیں گے۔ انہوں نے کہا۔
 "مچھی بات ہے۔ لیکن آپ طاہر کو تو چھوڑ جائیں۔"
 "جلیٹے نیک ہے۔"

جاںی صاحب چلے گئے طاہر وہیں روکیا۔ جلد ہی خان صاحب بھی اٹھے
 ہوئے ہوئے۔
 "میں تو دفتر جا رہا ہوں۔ تم لوگ بیٹھو۔" اور وہ بھی چلے گئے۔ طاہر اور مبا ایک بار پھر تھارہ گھنے۔

○○○

جاںی صاحب دفتر میں داخل ہوئے۔ خان صاحب گرم جوشی سے اٹھے اور ان
 سے ہاتھ طلبیا۔
 "چلیں گاڑی چیک کرائے۔" خان صاحب بولے۔
 "اوہ ہاں۔ چلے ہیں بھی فارغ ہی ہوں آج۔" وہ اٹھتے ہوئے ہوئے بولے، پھر انہوں
 نے اپنے بینہ کلاک سے کہا۔
 "میں ذرا جاںی صاحب کے ساتھ مسٹری کے پاس جا رہا ہوں۔ مبا یا عادل
 آئیں تو چالی میز کی دراز میں پڑی ہے۔"
 "اچھا سر۔"

دو نوں گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہوئے۔
 "اوہ ہو۔ اس میں تو جل بھی ختم ہونے کے قریب ہے۔" خان صاحب بولے۔
 اور پھر انہوں نے گاڑی پر زوں پر روک دی۔ جاںی صاحب نے جیب میں
 باقاعدہ ڈالا اور سو روپے کا نوٹ ٹھال کر ان کی گود میں ڈال دیا۔
 "گاڑی تو اب مستقل طور پر میرے استعمال میں رہتی ہے۔ اور جل آپ ڈالوا
 رہے ہیں۔" خان صاحب نے شربا کر کما اور نوٹ اٹھایا۔

"تو پھر کیا ہوا خان صاحب۔ ایک ہی بات ہے۔" جاںی صاحب بولے۔
 دو نوں مسٹری کے پاس پہنچے اس کی درکشاپ شرے ہٹ کر تھی۔ پہلے تو
 خان صاحب نے مسٹری سے ان کا تعارف کرایا پھر گاڑی میں جو کام ان کے نزدیک
 ہوتے والے تھے ان کی تفصیلات جائیں۔ پھر مسٹری نے گاڑی کا معائنہ کیا اور آخر
 میں کہا۔

"کام اس میں واقعی ہونے والے ہیں۔ تین دن بعد گاڑی مل سکے گی۔ اور
 قربا سارے چار سو روپے خرچ آئے گا۔"
 "نیک ہے۔ تم تین دن بعد آئیں گے۔ اب آپ ہمیں گاڑی میں شر بخی

چھوڑ آئیں۔"

مسنی صادق انیں شر بک پھوڑ کر گاڑی لے گیا۔ خان صاحب کے دفتر
کے دروازے پر جائی صاحب نے اجارت مانگی۔

"میں نہیں۔ میا سکول سے آگئی ہو گی۔ اس سے کافی ہوتے ہیں۔"

"بس اب میں چلوں گا۔"

"تمہیں۔ آئیے۔"

انہوں نے پازو سے پکڑا اور رہائش ھسے کی طرف بڑھ گئے۔ دروازہ کھلا تھا
جس کا مطلب تھا، مگر کے افراد میں سے کوئی واپس آگیا ہے۔ خان صاحب دروازے
پر دستک دیئے بغیر اندر داخل ہو گئے۔ جائی صاحب چونکہ اٹھے۔ اندر ان کا پینا
طاہر صبا کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دونوں ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔

"تم کب آئے بھائی؟"۔ خان صاحب نے خونگوار لبے میں کہا۔ آپ
"میں بس ابھی۔ چند منٹ بھی نہیں ہوئے۔ ابو کی ملاش میں آیا تھا۔ آپ
لے نہیں۔ جبانے تیا، ابو کے ساتھ کہیں گے ہیں۔ آتے ہی ہوں گے انتشار کر
لیں۔"

"اوہ اچھا۔ چلو بھی مباکافی ہاؤ۔"

کافی پی کر جائی صاحب تو جانے کے لیے اٹھ گئے۔ طاہر بھی ان کے ساتھ
اٹھا، لیکن خان صاحب نے طاہر کو روک لیا۔ کہنے لگے۔

"اے رہنے نہیں۔ اس سے کچھ کام ہے۔" جائی صاحب اپنی وہن میں چلے جا رہے تھے کہ ان کے ایک دوست نے انیں
روک لیا۔

"آپ سے ایک بات کرنا پڑتا ہوں۔ اگر آپ محسوس نہ کریں۔"

"میں فرمائیے۔"

"گاڑی جو ہوتی ہے تا۔۔۔ گاڑی۔" انہوں نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"میں ہاں! فرمائیے۔ آپ رک کیوں گئے؟"

"گاڑی اپنی کوئی کسی کو ایک دوسرے سے زیادہ کے لیے بھی نہیں دتا۔"

"میں کیا مطلب؟" جائی صاحب چونکہ

"آپ نے اپنی گاڑی مستقل طور پر ہی خان صاحب کو دے دی۔۔۔ میں جانتا

ہوں۔ آپ نے وہ ان کے پاس تھے قریب نہیں کی۔"

"ہاں ایسے نمیک ہے۔"

"بے آپ زیست غلطی کر رہے ہیں۔۔۔ چلو ہو۔۔۔ کبھی انیں ضرورت
پڑی۔۔۔ تو گاڑی دے دی۔۔۔ لیکن وہ تو مستقل طور پر ان کے پاس رہتی ہے۔۔۔ بلکہ
ان کے استعمال میں۔۔۔ میں ہر روز انیں گاڑی میں دیکھتا ہوں۔"

"بس۔۔۔ آپ کیا بتاؤں۔۔۔ کچھ تعلقات ایسے بھی ہوتے ہیں۔"

"آپ کو بہت تھکان اختناک پڑے گا۔۔۔ میری اس بات کو لکھ لیں۔"

"آپ بھی میری بات لکھ لیں۔۔۔ آپ خان صاحب کو نہیں جانتے۔۔۔ وہ بہت
اندھے دوست ہیں۔۔۔ میری گاڑی کو اپنی گاڑی سمجھ کر چلاتے ہیں اور چلا میں گے۔"

"آپ نے ایک دوچھپ بات کہ دی۔۔۔ یہ کہ میں خان صاحب کو نہیں جانتا۔۔۔
میں تو انیں اس قدر جانتا ہوں کہ آپ زندگی بھر نہیں جان سکتے۔۔۔ پہلے آپ کی
اطلاع کے لیے ایک بات بتائے دتا ہوں۔"

"اور وہ کیا؟" جائی صاحب سرسری انداز میں بولے۔

"لوگ آپ کی اور خان صاحب کی دوستی کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

"اوہ! تو ہماری دوستی اب لوگوں کا موضوع ہن گئی ہے۔"

"بہت شدت سے۔۔۔ لیکن آپ تک بیان صاحب تک یہ تمہرے نہیں پہنچ
پاتے۔۔۔ آج میں ان تبعوں کی ایک بھلک آپ کو دکھائے دتا ہوں۔۔۔ انہیں فیض۔۔۔
اس سے پہلے میں ایک اور بات نہ تا دوں۔"

"آپ تو مجھے الجھن میں جلا کئے دے رہے ہیں۔"

"ایسے ہوا نہیں آئے گا۔۔۔ کھڑے کھڑے بات نہیں ہو سکتی۔۔۔ آئیے بینہ کر
بات کرتے ہیں۔"

دونوں ایک فٹ خال میں جا پہنچے۔

"خان صاحب کے آپ سے پہلے ایک دوست تھے گرمائی صاحب۔۔۔ ان کا اور
ان کے بال بیوں کا بالکل آپ کی طرح ان کے بال ہر وقت کا آتا جانا تھا۔۔۔
۔۔۔ ایک دن خان نیلی گرمائی صاحب کے گھر گئی۔۔۔ دبائیں ایک ایرکٹر شر
ر کا نظر آیا۔۔۔ ہو گرمائی نیلی کے استعمال میں نہیں تھا۔۔۔ بیکم خان نے جب اس کو
دیکھا تو بول اٹھی۔

"یہ فاتح ہے تو ہمارے گھر میں لگوا دیں۔"

"ضرور! کیوں نہیں۔" گرانی صاحب بولے۔ اور گرانی صاحب نے ایرکنڈیشنر دہلی گدا دیا۔ گرانی صاحب کا خان صاحب کے پاس آنا چانا اور بھی زیادہ ہو گیا۔ لیکن پھر ایک دن ہجت گرانی اپنا ایرکنڈیشنر دہلی کے لئے نہیں اور اس کے بعد ان کے تعلقات وہ نہیں رہ گئے۔ فتح ہونے کے قرب ہو گئے۔ اب کبھی کھار گرانی صاحب یا ان کا بڑا بیٹا دہلی پلے جاتے ہیں۔ لیکن ان کا استقبال اب گرم جوشی سے نہیں کیا جاتا۔"

"مارشاد صاحب! کیا آپ یہ کہتا چاہ رہے ہیں کہ اگر بھی میں ان سے گزاری والیں لے لیتا ہوں تو ہمارے ساتھ بھی یہ لوگ تعلقات منقطع کر لیں گے۔"

"بالکل۔ ایسا ہی ہو گا۔ آپ میری اس بات کو لکھ لیں۔"

"میں گزاری والیں لینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔" "آپ ابھی میری باتوں کو نہیں سمجھیں گے۔ اور میں نے تو ایک اور بات سنی ہے۔ وہ راندار اش اندراز میں بولے۔

"اور وہ کیا؟"

"خان صاحب کی بیٹی میا۔" انہوں نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"ہاں ہاں! کتنے بیا کے بارے میں کیا بات ہے؟"

"اس نے آپ کے بیٹے کو جال میں پھانس لیا ہے۔"

"مارے نہیں۔ وہ تو بہت مخصوص اور بھولی بھالی بچی ہے۔ اور بہت کم عمر ہے۔ اس میں ابھی ایسی چالاکیوں کا شاید بھی نہیں۔ اور پھر طاہر تو ایک اور لڑکی میں دلچسپی لیتا ہے اور میں اس لڑکی کو جانتا ہوں۔ وہ بنا سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔"

"آپ کچھ بھی نہیں جانتے۔"

"آپ کی باتوں نے تو مجھے بہت انجھا دیا ہے۔"

"میرا محمد آپ کو پریشان کرنا نہیں تھا۔ دراصل آپ اس فیلی کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے۔ ہاں میں آپ کو بتانے والا تھا کہ لوگ آپ کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔"

"کیا کہتے ہیں؟"

"مجھے دل ہے۔ آپ ناراض ہو جائیں گے، بہامان جائیں گے۔"

"نہیں ہاتھ لے گا۔ آپ بتائیں تو۔"

"خان صاحب کے نزدیک کچھ لوگ۔ خلاں کے وفتر کے لوگ اور قریب ملے لوگ تھیں میں یہ کہتے ہے گے ہیں۔ کہ آج کل خان صاحب کے بالکل نا اور بہت موٹا خلاں پا تھا لگا ہے۔ اور وہ ہیں جانی صاحبی ہے چارے پلے ہی ہے میں اپنی گاڑی سے باخو دھو بیٹھے ہیں۔ ابھی آگے آگے دیکھے کیا ہوتا ہے۔" پہنچ دے گا۔ اپنی صاحب کی تحریر پر مل پڑے گے۔ انہیں غصہ آگیا۔ پھر وہ اپنے خٹے پر چھوپاتے ہوئے بولے۔

"لکھنے ارشاد صاحب! وہ میرے بہت اچھے دعاست ہیں۔ بہت اچھے۔ میں نے ان کے گمراہے میں کوئی خرابی عسوں نہیں کی۔ آزاد خیال ضرور کہ سکتے ہیں انہیں۔ لیکن ان کے گھر میں ان کے دوست احباب آزادان آتے جاتے ہیں اور بھیں!"

"بھی کچھ جانتے کے بارے میں آپ ضورت محبوس کریں تو میری خدمات حاصل کر لیجئے گا۔" انہوں نے فس کر کر لے اور چانی صاحب الجھا ہوا ڈھن لے اپنے گھر آگئے۔ طاہر کے بارے میں معلوم کیا تو وہ ابھی تک نہیں لوڑا تھا۔

○☆○

تھے۔ اور اب کرت اون دلوں کے جسم میں گروش کر رہا تھا۔
سچی منٹ تک دلوں کم سی حالت میں ساکت و جامد کھڑے رہے۔ دنیا و
ہالیہ سے بالکل بے خبر۔

ایسے میں کوئی آجائنا تو شاید اپس پھر بھی پاتا نہ چلا۔
”چلے۔ اب بینہ جائیں۔“ مباکی آواز حد درج بخاری ہو گئی۔
”نہیں۔ ایسے یہ نجیک ہے۔“

”وڈیو کامیں گے۔“ اس نے شوخ انداز میں پوچھا۔
”من نہیں۔ بھاڑ میں کیا وڈیو ہے۔“ طاہر نے بکھل کر۔
”چلے۔ اب بینہ بھی جائیں۔“ مباکے اسے پہنچ کھینچنے لے کر۔
دلوں پہنچ کے کنارے ایک دوسرے سے لگ کر بینہ گئے۔ سانس اب تک
بہت تجز پال رہا تھا۔
”میرا خیال ہے۔ مجھے اب چلتا چاہیے۔“ طاہر نے پھنسی پھنسی آواز میں
کہل۔

”میں تو آپ کو بہت سیدھا سادہ سمجھتی تھی۔ آپ تو بڑے وہ ہیں۔“ مباکے
ہن کر کہل۔

”کیا مطلب؟... وہ کیا؟“

”اوہ بھی کھلکھلا کر رہی۔“
”اف! ایک بینے والا ہے۔ ای کے آئنے کا وقت ہو چلا ہے۔ آپ اس
طن کریں کہ اس وقت چلے جائیں۔ بعد وہ پر آ جائیے گا۔“
”لیکن اپ پھر بعد وہ پر کیوں آؤں۔ وہ دوبار ایک ہی دن میں آتا۔ کیا اچھا
لگتا ہے۔“

”اس میں ایک بار کے آئے کا کسی کو کیا پا چلے گا۔“
”اوہ باہر خالدہ ہو کر رہے دھورتی ہے۔“

”یہ ای کو کچھ نہیں بتائے گی۔ بہت سیدھی ہے۔ اس پے چاری کو کچھ بھی
نہیں۔“

”تو میں کل آ جاؤں گا۔“
”عن نہیں۔ آپ آج یہ بعد وہ پر آئیں گے۔“ مباکے اپنی گول گول

طاہر اور مباک ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔
”آج ہا ہے۔ آپ کتنے دن بعد آئے ہیں۔ مابد صاحب کی طرف صورت
رہے کیا؟“
”نہیں! اوہر گئے تو ایک پخت ہو گیا ہے۔ ابو نے کچھ کام ایسے میرے نے لے
دیئے تھے کہ میں آہی نہیں سکا۔ اور اب آیا ہوں تو نہ گھر میں آپ کی ای۔ نہ
اپ۔ نہ عادل۔ ہاں خالدہ بے چاری ضرور ہے اور وہ باہر کر کرے دھورتی ہے۔“
”تو کیا آپ چاہتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس آ جائیں اور ہماری گھرانی کریں۔“
مباکے شرخ انداز میں کہا۔
”ایسی کوئی بات نہیں۔ ویسے میرا خیال ہے۔ مجھے اس وقت چلے جانا
چاہیے۔ انکل آگئے تو کیا سمجھیں گے۔“

”کچھ نہیں سمجھیں گے۔ کوئی بمانہ بناوٹا۔“
کافی دریں تک وہ ایک دوسرے کو ٹککلی ہاندھے دیکھتے رہے۔ پھر صابوں۔
”ابو کے سامنے تو آپ بہت باتیں کر لیتے ہیں اور اب منہ میں ٹکنکنیاں ڈال
لی ہیں کیا؟“
”اوہ قلم دیکھتے ہیں۔“

”جی نہیں۔ اس وقت قلم نہیں چلے گی۔“ مباک فوراً ہاں سے اٹھ کر اس کے
راستے میں کھڑی ہو گئی۔
”نہیں اب قلم نہیں دیکھیں گے۔“ طاہر نے بھی اڑتے ہوئے کہا۔
”کہا تا۔ آپ قلم نہیں دیکھیں گے۔“ مباکے ایک قدم اور آگے بڑھا یا اور
بالکل اس کے مقابل آگئی۔ دلوں کی سانسیں ایک دوسرے سے گمراہے گئیں۔
خیز تجز چلتے سانس۔ پھر اچاک مباک نے طاہر کے دلوں ہاتھ پکڑ لئے
دو لوں کی حالت عجیب ہو گئی۔ یوں لگا جیسے وہ دو ہاتھ نہیں۔ بکل کے تار

آنکھیں ہمچاہیں۔

"چاہا بلایا۔ آؤں گا۔" یہ کہ کر وہ انٹو کڑا ہوا۔ اور اپنا ہاتھ اس کی طرف پڑھا دیا۔

سماں نے بھی ہاتھ پڑھا دیا۔ ونوں نے ہاتھ ملایا۔ اور ایک منٹ تک ایک

وسرے کا ہاتھ تھا رہے۔ آج وہاں سے واپسی پر ظاہر کے پاؤں نہن پر نئی منٹ رہے تھے

○○○

خان صاحب اور یغم خان اپنے کمرے میں بیٹھے جائی صاحب سے باشی کر رہے تھے۔ عادل باہر کھیل رہا تھا۔ ظاہر بارپی خانے کے پاس کڑا تھا۔ جبکہ جا سجن میں تھی۔ ظاہر نے تو یہ کیا اٹکی پر لگا لی۔ جو خنی جا اس کے قریب سے گزروی، اٹکی اس کے چہرے پر لگا دی۔ اس نے ظاہر کی اٹکی پر سیاہی دیکھ لی۔ فراہمی۔

"خسرو۔ ای کو ہاتھی ہوں۔" اس کے چہرے پر خنے کے آثار تھے۔ لیکن ظاہر جاننا تھا، غصہ معنوی ہے۔ پھر بھی اس نے گمراہ کر لیا۔

"ارے ارے! ایسا غضب کرتی ہو۔ ای کو ہاتھ جاؤ۔ گزد ہو جائے گی۔"

پہلے وہ سکرائی پھر پیرخ کرواش میں کی طرف بڑھ گئی۔ اور ظاہر اندر ہی اخیر مسکراتے لگا۔ وہ قتل خانے کے دروازے پر رک گئی اور ظاہر کا منہ چلانے لگی۔ ایسے میں اپاٹک جائی صاحب کمرے سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے جبا کو منہ چراتے اور ظاہر کو بھی جواب دیتے صاف دیکھ لیا، لیکن انجان میں کر آگے بڑھ کر۔ آج انہوں نے ظاہر کو ساتھ چلتے کے لئے بھی نہ کمل۔

ان کے ذہن میں ارشاد صاحب کی باعثیں گردش کرنے لگیں۔ اس روز اپسیں پہلی بار احساس ہوا۔ کہ کوئی پچھر ضرور مل جائے۔ لیکن انہوں نے کسی سے ذکر نہ کیا۔ انہوں نے سوچا۔ پہلے تمل دیکھ لیں۔ تمل کی دھار دیکھ لیں۔ پھر کوئی قدم اٹھائیں گے۔

○○○

عادل اور صبادرافٹ یغم کھیل رہے تھے کہ ظاہر اندر داخل ہوا۔ اس سے یہ یغم نہیں آتی تھی۔ عادل نے مختصر طور پر بتایا کہ کیسے کھلتے ہیں۔ آخر کنی کہیں کھلتے

کے بعد اسے سمجھنا آگیا اور پھر عادل کو اس نے ہرا دتا تو وہ خوش ہو گریا۔

"آؤ مبار۔ اب ایک تم سے بھی ہو جائے۔"

"بھج سے تو آپ ہمار جائیں گے۔ اگرچہ میں چاہتی ہوں۔ آپ یہ یغم بیت جائیں۔"

"تیکھتے ہیں۔" ظاہر سکرایا۔

وہ دونوں کھلتے لگا۔ اور ظاہر بارگیا۔

"یغم پھر گئے گی۔" ظاہر نے جھلا کر کہا۔

اور آپ پھر بار جائیں گے۔"

اس دفعہ بھی وہ تھی ہمارا۔ میا زور نور سے چنتے گی۔

"کیا بات ہے۔ بہت بہت بہت ہو جائے۔" وہ سرے کمرے سے اس کی ای بولتی۔

"یہ ظاہر بھائی۔ ای جان بھج سے دو بار ہمارے چکے ہیں۔ آکر دیکھیں۔ کتنا ذرا سامنہ نکل آیا ہے ان کا۔"

"کوئی بات نہیں چھدا۔ پھر سی۔" اس کی ای کے ظاہر کو دلسا دیا۔

"آپ نے بھجے چھدا کیا۔" ظاہر حیران رہ گیا۔

"ہاں کیا۔ اپنا چھدا لگا۔"

"تھی۔ بہت اچھا لگا۔"

"تھی ہاں! اس لئے کہ چھدا بیٹھی بیل نہیں کیا۔" میا نہ شمع بجھے میں کمل۔ پھر سرگوشی میں بولی۔

"میں تھرات کو چھٹی کوں گی۔"

اس وقت عادل پانی پینے کے لئے باہر نکل گیا تھا۔ ظاہر نے اپنے ہاتھ کی الگیں کوچھ تھے ہوئے خوشی کا اکھار کیا۔ وہ مسکراتے گئی۔

"اور ہاں! یہ یہری طرف سے ایک تھن۔ تھارے لئے۔"

ظاہر نے دیکھا، وہ کافوں کی ایک کیٹ تھی۔ قلم کا ہم تھا بھی بھی۔ گائے کے لفڑا اس کے کافوں میں گوچھے لگے۔

بھی بھی میرے دل میں خیال آتا ہے۔

○○○

"اچھا! اب ہاتا ہو یا نہیں۔"

"ایک شرط پر ہتاں گی۔ اور وہ شرط یہ ہے کہ پہلے مجھے ایک تھیڑا کرو۔" یہ
کہ کر اس نے اپنا گال آگے کر دیا۔
"یہ کیا بات ہوئی؟" طاہر حیران رہ گیا۔

"بس۔ ہے بات۔ تم تھیڑا مارتے ہو یا نہیں۔"

"اچھا بابا۔ یہ لوٹ دیتے میں تم نے سے عجیب لوکی آج تک نہیں دیکھی۔"

"اور دیکھو گے بھی نہیں۔ دیتے اس جھٹے سے ایک بات ظاہر ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"یہ کہ تم ازکوں کو دیکھتے ہو۔"

"وہ تو آج کل کے لاکوں کا معقول ہے۔"

"لیکن تم۔ آج کے بعد کسی لوکی کی طرف نہیں دیکھو گے۔ پہاں تک کہ
ماجد صاحب کے گھر بھی نہیں جاؤ گے۔ نہیں میری قسم۔"

"ارے ارے! یہ کیا۔ یہ کیا کہ دیا۔" طاہر نے بوکھلا کر کہا۔
"لیکن! وہاں جائے بغیر رہا نہیں جاتا۔"

"یہ بات نہیں۔ اب تو میں نے وہاں جانا بہت کم کر دیا ہے، لیکن۔" طاہر
کہتے رک گیا۔ اس کے چہرے پر کچھ گھبراہٹ بھی ظاری ہو گئی۔
"تائے کیا بات ہے۔" جہاں نے غصے میں آ کر کہا۔

"ہاتا ہوں۔ دراصل وہاں بچھل مرتبہ میں اپنی گھری بھول آیا ہوں اور وہ
ماجدہ کے قبیلے میں ہے۔ اس نے فون پر کہا تھا جب تک خود گھری لینے نہیں کو
گے۔ اس وقت تک گھری نہیں ملے گی اور گھری بست تھی ہے۔"

"میری غاطر۔ ایک تیتی گھری کی قربانی نہیں دے سکتے۔"

"ارے ارے۔ آخر اس کی کوئی تک بھی ہے۔ اگر میں وہاں جا کر گھری
لے آؤں۔ تو اس میں حرج کیا ہو جائے گی؟"

"بس۔ میں نے کہ دیا تاں۔ تم وہاں نہیں جاؤ گے۔ اب چلو۔ مارو
تھیڑ۔"

"عجیب ہو تم بھی۔ اب میں نہیں تھیڑا کروں۔" طاہر نے گھرا کر کہا۔
"مارنا پڑے گا۔" مباہنے پھر آنکھیں نکالیں۔

طاہر نے دروازے پر دستک دی تو دوڑتے ہوئے قدموں میں آواز سنائی دی۔
اس وقت صبح کے سوا آنکھیں رہے تھے۔
"ٹھکریہ طاہر! تم ذرا لیٹ آئے۔ میں دعا کر رہی تھی کہ آج تم لیٹ پہنچو۔"
"لیٹ آئے پر ناراض ہوا جاتا ہے۔ خوشی کا انکسار نہیں کیا جاتا۔ نہیں اتنا
بھی نہیں معلوم۔" طاہر نے آنکھیں نکالیں۔
"وہ۔ ابو آج لیٹ ہو گئے تھے۔ عام طور پر آنکھ بنتے سے چند منٹ پہلے ٹپے
جائتے ہیں۔ آج آنکھ دس پر گئے ہیں۔ میں ڈر رہی تھی کہ۔"
"لیکن اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے۔ اکل جانتے ہیں مجھے۔ اور تمہاری
ای بھی جانتی ہیں۔" طاہر نے شریر انداز میں کہا۔
مانے اسے تیز نظروں سے گھورا۔ پھر دونوں سختی ہی دبر ایک دوسرے کو
دیکھا کہ۔
"کیا آج ہم ایک دوسرے کو صرف دیکھتے رہیں گے۔ منہ سے کوئی بات نہیں
کریں گے۔" مباہنے پھر اتنی ہوئی آواز میں کہا۔
"نہیں آنکھیں باقیں کر رہی ہیں نا۔" طاہر بھی مٹکنے لایا۔
"ای۔ خوش خبری سناؤں۔" مباہنے آنکھیں منکائیں۔
"ہاں سناؤ۔"
"نہیں سنائی۔" وہ شوخ انداز میں بولی۔
"یہ کیا بات ہوئی۔ ابھی کہہ رہی تھیں۔ خوش خبری سناؤں اور اب کہہ رہی
ہو، نہیں سنائی۔"
"تھیں سننا ہو ہوا۔"
"اچھا یہ بات ہے۔" طاہر نے بھی آنکھیں نکالیں۔
"ہاں! لیکن بات ہے۔"

"ہوں باتوں میں تین دن پسلے یہ بات ہائی تھی۔"
 "اوہ اچا تھی۔ جنہوں کمزے کیوں ہو گئے میں ابھی آتی۔"
 "کہ کر دہ با تھوڑم کی طرف چلی گئی۔ کپڑے تبدیل کرنے۔
 "یہ آج آئی کس وقت آگئی۔ ابھی ان کے آئے میں دیکھتے باقی تھے۔"
 طاہر نے بولی آواز میں کہا۔
 "طبع خراب ہو گئی ہو گی یا کوئی اور بات ہو گی۔ ویسے اسی نے برائیں

لما۔

"وہ مجھے بہت پسند کرتی ہیں۔ تم غفرانہ کرو۔"

اسے میں حکم خان کرے میں داخل ہو گئی۔

طاہر ہرگیس سلنڈر خالی ہو گیا ہے۔"

"میں بات ہے۔ جس کو ادا رہا ہوں۔ ایک بختے بھک مل جائے گا۔" طاہر نے کہا۔

"ایک بختے بھک نہیں۔ مجھے گیس آج یہ چاہیے۔"

"چھا میں کوشش کرتا ہوں۔"

طاہر نے سلنڈر اٹھایا۔ موڑ سائیکل پر رکھا اور باہر کی طرف مڑنے لگا۔ اس وقت اس نے دیکھا۔ ان کی گاڑی اب گھن میں موجود نہیں تھی۔ جب کہ وہ جس وقت آیا تھا۔ گاڑی گھن میں موجود تھی۔ گواہ اندر موجود تھا کہ خان صاحب آئے اور گاڑی لے کر کیسی چلے گے۔ گاڑی ہر وقت اپنے استعمال میں رکھنا اب ان کا محصول بن گیا تھا اور اپنی گاڑی ان کی الی تھی کہ اس میں چینہ کر انہیں قریباً سال یچھے چلا جاتا تھا۔
 طاہر گھر پہنچا۔

"ای جان! اس وقت جو سلنڈر زیر استعمال ہے اس میں گیس کتنی ہو گی۔"

"صرف آج کی یا زیادہ سے زیادہ کل کی۔ کیوں۔ کیا بات ہے۔"

"خان صاحب کے ہاں گیس یا لکل مٹم ہے۔ ہمارے پاس ایک بھرا ہوا سلنڈر اور موجود ہے۔ میں وہ اسیں دے آتا ہوں۔"

"یعنی گیس تو پھر ایک بختے بعد ملے گی گیس۔" طاہر کی ای بولی۔

"کوئی بات ضمیں ای جان۔"

اور طاہر نے اس کے گال پر ایک بلا کاس تھپڑ ریس کر دوا۔

"یہ تھپڑ مارا ہے تم نے۔ ایسا ہوتا ہے تھپڑ۔" اس نے جلا کر کہا۔

"ست۔ تو پھر۔" طاہر ہکایا۔

"زور سے تھپڑ مارو۔ تھیس خوش خبری سناؤں گی۔"

"تم ایسے نہیں بتاؤ گی۔" طاہر نے کہا اور اس کی کلاسیوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"ہاں! اب بتاؤ۔"

"پسلے تھپڑے زوردار۔"

آخر طاہر نے ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر دے مر۔

"واد! مرا آئیں۔ اب خوش خبری سن۔ ہنستے کے دن بھی میری چھپی ہے۔"

"ویری گذ۔ یہ تو واقعی خوش خبری ہے۔"

"اپ میری کلائیں تو چھوڑ دو۔"

"نہیں چھوڑوں گا۔"

"کوئی آجائے گا۔"

طاہر نے اسے چھوڑ دیا۔ لیکن پھر دونوں دور دوسرے بیٹھنے والے سکے۔ ایک دوسرے کے حد درجے زدیک آگئے۔ اس قدر زدیک کے۔ اچانک دروازے پر دنکھ پہنچا۔

"اف مالک! یہ تو ای ہیں۔" صبا کا رنگ سفید ہو گیا۔ پھر سرگوشی میں بولی۔

"اس طرف بیٹھ جاؤ۔ کہہ دن کا کہ ناول لے کر آیا تھا۔"

انہ کہ کر دوڑتی ہوئی دروازے کی طرف چلی گئی۔ دروازہ کھولا تو۔ یکم خان اندر داخل ہو گیں۔

"مارے طاہر! تم۔ تم کب آئے۔"

"بھی آیا ہوں آئن۔ وہ ابو کے اس ماہ کے نئے ناول آگئے تھے۔ جا پسلے ہی کہی بار بے چینی کے عالم میں ناولوں کے بارے میں پوچھ بھلی تھی۔۔۔ بس لے آیا۔"

"یکم۔ تھیں یہ کس طرح معلوم ہوا کہ آج مبارکب سلیمانی۔" یکم خان نے جان ہو کر کہا۔

اس کے ساتھ دہاں گئے۔ ان کے ایک رشتے دار بیٹھے تھے۔ خان صاحب اسیں
ویکھنے لگا۔
”آئیے جائی صاحب! آئیے۔ ان سے ملتے یہ ہیں فیض صاحب۔ ہمارے
قریب رشتے دار ہیں۔“
جائی صاحب نے ان سے ہاتھ طایا۔ طاہر اس طرف نہیں آیا تھا۔ وہ
اندروںی حصہ کی طرف ہڑھ گیا تھا۔
”اور یہ ہیں ہمارے بہت ہی قریبی دوست جائی صاحب۔ ہادل نثار ہیں۔۔۔
پورے ملک میں ان کے ہادل مشورہ ہیں۔“
”کس ختم کے ہادل؟“
”بیچوں کے ہادل لکھتے ہیں۔ جامسوی ہادل۔“
”اوہ! اچھا!۔ بہت خوبی ہوئی۔“ انہوں نے کہا۔
”اور فیض صاحب کیا کام کرتے ہیں؟“
”یہ مکینک ہیں۔ بہت اچھے۔ فرجع دغیرہ مرمت کرتے ہیں۔“
”اکاں۔ ہمارے فرجع میں بھی مرمت کا کچھ کام ہے۔“ ہم ان سے کروائیں
گے۔ جائی صاحب نے خوش ہو کر کہا۔
”مشورہ جتابد اکیوں نہیں۔ اچھا خان صاحب اب میں چلتا ہوں۔۔۔ بہت دری
ہو گئی۔“
”اچھی بات ہے۔“
فیض صاحب نے دلوں سے ہاتھ طایا اور گھر کے اندروںی حصے میں ٹپے گئے۔
”اپ کے گھر والے ان سے پرہہ نہیں کر جائے۔“
”اڑے نہیں۔ یہ تو قریبی رشتے دار ہیں۔“ خان صاحب نہیں۔ پھر بیل آواز
میں ہوئے۔
”لیکن آپ کو فرجع ان سے ٹھیک کروانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔“
”وہ کیوں؟“ انہوں نے جم جان ہو کر کہا۔
”اپنے مٹے جلتے والوں کا کام بالکل نہیں کرتے۔ آپ فرجع کو ان کی دکان پر
دو کھیل گئے تو بس وہیں پڑا رہے گا۔“
”اوہ! اچھا۔ اور ہیں یہ آپ کے قریبی رشتے دار۔“

یہ کہہ کر طاہر نے خالی سلنڈر وہاں رکھا اور بھرا ہوا سلنڈر خان صاحب کے گھر
چھوڑ آیا۔ خان صاحب ابھی تک گاڑی لے کر نہیں لوٹے تھے۔ اس روز اس کی
ای ہے اعلان کیا۔
”لو بھی۔ گیس تو آج یہ ختم ہو گئی۔“
”گھوڑا ابھی۔ ایک ہفتہ تک ہمیں تخل کا چولہا جانا پڑے گا۔“ جائی صاحب
مکرائے

○☆○

لوڈھیڈ گھنگ نے ان دلوں بہت پریشان کر رکھا تھا۔ اس پریشانی کے حل کے
لئے جائی صاحب نے جزیرہ خرید رکھا تھا۔ ایک دن لاث گئی۔ طاہر نے جزیرہ
شارٹ کرنا چاہا۔ لیکن بہت کوشش کے باوجود وہ شارت نہ ہو سکا۔
”شاپر کوئی خرابی واقع ہو گئی ہے۔ کسی کیک کو دکھانا پڑے گا۔“ جائی
صاحب پولے۔

”اپنے خان صاحب جو ہیں۔“ طاہر بولا۔
”ہاں! ایسے کام تو وہ بھی کر لیتے ہیں۔“
”میں ابھی لے جاتا ہوں۔“
”لیکن اس کے لیے تو پسلے گاڑی لانا پڑے گی۔“ جائی صاحب پولے۔
”تو کیا ہوا۔ میں ابھی لے جاتا ہوں۔“
طاہر موڑ سائیکل پر خان صاحب کے ہاں پہنچا۔ گھر کے دروازے پر تالا لگا
تھا۔ گھوڑا سب سکول گئے ہوئے تھے۔ خان صاحب بھی دفتر میں نہیں تھے۔ اور
گاڑی بھی عائب تھی۔ طاہر واپس چلا آیا۔
”دکھیو۔ گاڑی نہیں لائے۔“
”خان صاحب گاڑی لے کر کہیں گئے ہوئے ہیں۔“
”خوبی، شام کو گاڑی لے آتا۔“
”چاہیں۔ شام کو بھی گاڑی ملتی ہے یا نہیں۔ میں موڑ سائیکل پر ہادوہ کر
لے جاتا ہوں۔“

”جیسے تماری مرخصی۔“
اور طاہر جزیرہ ان کے دروازے پر چھوڑ کر چلا آیا۔ شام کو جائی صاحب بھی

"ہاں قریب ترین۔۔۔ لیکن ہم اپسیں بالکل پسند نہیں کرتے۔"

فیض صاحب اوچھی عمر کے آدمی تھے۔ اندر ہوئے ہے سے لئے میں انہوں نے پانچ
منٹ لگائے۔ شاید ظاہر سے تعارف ہو رہا تھا۔

"ایسے میں دروازے کی گفتگی بھی۔۔۔ عادل نے اندر ہوئے ہے سے دروازے کی
طرف دوڑ لکی۔۔۔ پھر اس کی آواز گوئی۔

"آہا۔۔۔ شاہزادی اکمل آئے ہیں۔"

"مک شاہزادی خان صاحب کے کمرے میں داخل ہوئے۔۔۔ علیک سلیک
کرتے ہی وہ اندر ہوئے ہے میں چلے گئے۔

"یہ یہ تو آپ کے صرف دوست ہیں تھا۔۔۔ ان سے بھی پرہد جیس کرتے آپ
کے گھر والے۔"

"شیں۔۔۔ یہ بھی آپ کی طرح بہت قریب دوست ہیں۔۔۔ اور حق تو یہ ہے کہ یہ
ہمارے شر کے ہیں۔۔۔ ہمارے گمراہے ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ ارے ہاں۔۔۔ میں تو بھول ہی گیا۔۔۔ جزیرہ نماخ خراب ہے ہمارا۔۔۔
ظاہر اخا کریں اس لے آیا ہے۔۔۔ آپ اسے نجیک کر لیں گے۔"

"امید تو ہے۔۔۔ کل کھول کر دیکھیں گے۔۔۔ ظاہر کو بھیج دیجئے گے۔۔۔ اس کے
ساتھ مل کر کھولوں گا۔۔۔ عادل کو ساتھ لے گائیں گے۔"

دوسرے دن ظاہر سچ کا گیا۔۔۔ شام کو لوٹا۔۔۔ گویا وہ تمام دن خان صاحب کے
گھر رہا۔۔۔ ان دنوں موسم بھی بہت گرم تھا۔

"گیا بنا بھی۔"

"جزیرہ نماخ ہو گیا۔"

"تو پھر لائے کیوں نہیں۔۔۔ لوڈ شیڈنگ تو پار بار ہو رہی ہے۔"

"وہ خان صاحب کئے گئے۔۔۔ ایک دو دن ابھی بھیں رہنے دیں۔۔۔ مکہ مدنہ
اطہمان ہو جائے۔۔۔ لوڈ شیڈنگ کے دوران اب وہ چلا کر چیک کریں گے۔"

"اوہ اچھا۔۔۔ نجیک ہے۔"

دو روز بعد چاہی صاحب نے پھر ظاہر کو جزیرہ لانے کے لیے کمال۔۔۔ کلام
لکھن۔۔۔ واپس جزیرہ کے بغیر لوٹا۔

"کیوں؟ کیا بات ہے؟"

"وہ نہیں دے رہے۔۔۔ آنی تو کسی طرح جزیرہ اخا نے نہیں دے رہیں۔"

"آخر کیوں؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"میں کہتی ہیں۔۔۔ اسے بیٹھنے دیں۔۔۔ تم لوگ تو مال دار ہو۔۔۔ اور خیریہ
لو۔۔۔"

"ایسا کیا؟" چاہی صاحب حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

"اپنے میں کسی دن لے کوں گا اخا کے۔۔۔ آپ پریشان نہ ہوں۔" ظاہر نے
کہا۔

"اچھی بات ہے۔"

پھر تم ماں گزر گئے۔۔۔ لوڈ شیڈنگ فتح ہو گئی۔۔۔ اور جزیرہ کی بات آئی گئی ہو
گئی۔۔۔ جزیرہ خان صاحب کے ہاں ہی پڑا رہا۔

○☆○

"ظاہر! ہماری ایک بھنسی لائن خراب ہو گئی تھی۔۔۔ وہ تم الیکٹریشن کو دے آئے
تھے۔۔۔ اب کتنے دن ہو گئے۔۔۔ وہ اپنے نجیک کیوں نہیں ہوتی۔۔۔ اور نیپ ریکارڈر
بھی تھا۔۔۔ کیونکے پاس گیا تھا۔۔۔ وہ بھی اپنے نجیک وابس نہیں آیا۔۔۔ تم کچھ
ناپرواضھیں ہوئے جا رہے ہو۔"

"تھی۔۔۔ تھی نہیں۔۔۔ ایک بھنسی لائن الیکٹریشن سے نجیک نہیں ہو رہی تھی۔۔۔
میں اس کے پاس سے اخا لایا تھا۔۔۔ راستے میں خان صاحب کے دفتر چلا گیا۔۔۔ انہوں
نے لائن دیکھ کر پوچھ لیا کہ یہ لائن کیوں اخا نے پھر رہے ہو؟ میں نے بتایا تو کہے
گئے۔۔۔ میں کا اٹھ کر دیکھتے ہوں۔۔۔ چنانچہ ایک بھنسی لائن اب خان صاحب کے ہاں
ہے۔۔۔"

"اہ، اچھا تھا۔۔۔ اور ہاں اب مجھے آج پھر دوستوں کے ہاں چاہا ہے۔۔۔ گاڑی کی
ضورت پڑے گی۔۔۔ خان صاحب سے ذرا گاڑی لے آئا۔"

"تھی بھروسے۔۔۔ آپ کو گاڑی کی ضورت کس وقت ہے؟"

"شام کو لے آئیں۔"

ظاہر اسی وقت خان صاحب کے دفتر پہنچا۔۔۔ دو دفتر میں نہیں تھے۔۔۔ چاہی نے
تلائے گر کے ہیں۔۔۔ ظاہر گھر کے دروازے پر پہنچا۔۔۔ دھنک دی تو خالدہ نے دروازے
کھلا۔۔۔

بہت موہا فکار ہاتھ لگا ہے۔ اپنی گاڑی تک خان ٹیبل کے قدموں میں ڈال دی ہے اس نے۔ کبھی ان کے لئے کچھ لا رہے ہیں۔ کبھی کچھ۔ گھر کے کام کا ج تو بالکل ٹازمیوں کی طرح کرتے ہیں۔ اور یہ کہ ان کی اپنی گاڑی انسیں اپنی ضرورت کے لیے بھی اب خشل سے ملتی ہے۔ بے چارے جائی صاحب۔ انسیں کیا معلوم کہ وہ کہل پھنس گئے ہیں۔"۔ میاں اختر نے راہدارانہ انداز میں کہا۔

"یہ باتیں کرتے ہیں ان کے دفتر کے لوگ۔" جائی صاحب دھک سے رد گئے۔

"ہیں! دفتر کے لوگوں کو تو آپ کے بیٹے اور ان کی بیٹی کے درمیان تعلقات کا بھی علم ہے۔ آخر دہ آپ کے بیٹے کو ہر وقت آتے جاتے ویکھتے رہتے ہیں۔ خان ساہب دفتر میں موجود ہوں یا نہ ہوں۔ دفتر کے لوگ دفتر کے اوقات میں دفتر میں ہی رہتے ہیں۔ کیا انسیں معلوم نہیں ہوتا کہ اس وقت خان صاحب دفتر میں نہیں ہیں۔ تھیں جنم خان گھر میں ہیں۔ اب جو جائی صاحب کا پینا رہائش ہے کی طرف جا رہا ہے تو کہیں جا رہا ہے اور پھر ایک دو بار جانا نہیں۔ ہر وقت کا آنا جانا۔ اب تو وہ اپنے گھر میں کم وقت گزارتا ہے۔ میاں زیادہ۔"

"آپ نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے۔"

"ابھی وقت ہے۔ اپنے بیٹے کو سمجھائیں۔ ان لوگوں سے گاڑی واپس لے لیں۔ تعلقات ضور رکھیں۔ لیکن اس حد تک نہیں کہ آپ اپنی ہر چیز سے محروم ہو جائیں۔ یہاں تک کہ اپنے سکون اور ہمین سے بھی۔"

"میں میں آپ کی باتوں پر غور کروں گا۔ آپ لگرنے کریں۔ ضرورت پڑی تو میں آپ سے مٹھوڑہ بھی کروں گا۔"

"نیک ہے۔ میں حاضر ہوں۔"

"بہت شکریہ آپ کا۔" جائی صاحب پولے۔

"اوسمی۔ شایدی میں دور نکل آیا۔ مجھے بیس اتار دیجئے۔" اور وہ رکشے سے اتر کا یہ جاودہ جلا۔

جائی صاحب گھر لوٹے تو کافی حد تک پریشان تھے۔ ایسے میں طاہر گھر میں داخل ہوا۔

"طاہر! بات سنو۔"

"تھی ابو۔"

"وہ طاہر بھائی! لیکن یہ سب لوگ تو کہیں گئے ہوئے ہیں۔"

"وہ اچھا۔ آئیں تو بتا دیجئے گا کہ اب کو گاڑی کی ضرورت ہے۔ شام کو۔"

"اچھا۔ بتا دوں گی۔"

طاہر واپس پلت آیا۔ اس شام جب انسیں گاڑی نہ ملی تو انسیں رکشے کے کچھ جنکوں پر جانا پڑا۔ طاہر کا موڑ سائیکل اس روز خراب تھا۔ وہ رکشے سے اتر رہے تھے کہ ان کے دوست کی آواز کانوں میں پڑی۔

"جائی صاحب! آپ نے گاڑی فروخت کر دی ہے؟"

"نہیں تو۔ وہ گزیرا گئے۔"

"پھر رکشے میں گھوم رہے ہیں۔ گاڑی خراب ہے کیا۔"

"خراب بھی نہیں ہے۔"

"آپ سے کچھ باتیں کرنے کو ہمیں چاہ رہا ہے۔ آپ کی بھلانی کی باتیں۔"

"می فرمائیے۔" جائی صاحب پولے۔

"اوہ! آ جائیں۔ بیٹھنے کی بجھ موجود ہے۔" انہوں نے ایک دکان کی طرف

اشارہ کیا۔

"تو ہم رکش میں بیٹھ کر باتیں کیوں نہ کریں۔"

"میے کر لیتے ہیں۔" وہ ان کے ساتھ ہی رکش میں آ کر بیٹھ گئے۔ ان کا نام میاں اختر تھا۔

"آپ کے بارے میں جانتے ہیں لوگ کیا باتیں کرتے ہیں۔ خاص طور پر خان صاحب کے دفتر کا عمل۔"

"کیا باتیں کرتے ہیں؟"

"میرا خان صاحب کے علیے میں بہت احتنای بیٹھتا ہے۔ میں ان سب کا مشترک دوست ہوں۔ میں نے ان سب کی باتیں سنی ہیں۔ آپ کے بارے میں اور خان صاحب کے بارے میں۔"

"کیسی باتیں؟" جائی پولے۔

"گاڑی کے بارے میں۔ آپ کے بیٹے طاہر کے بارے میں۔"

"اوہ! کیا باتیں ہیں۔"

"ان کا کہنا ہے۔ خان ٹیبل کو ایک نیا فکار ہاتھ لگ گیا ہے۔ اور اس مرتب

"آج کل بہت کم نظر آتے ہو۔"

"تی۔ وہ۔ وہ۔" وہ اگلے لگا۔

"زیادہ تر خان صاحب کے ہاں رہتے ہو۔"

"جن۔ جی۔ ہاں۔ جی۔ وہ اکل اور آئٹی ہیں۔ زیادتی روک لیتے ہیں۔"

"وہ روک لیتے ہیں یا مبا۔"

"جن۔ کیا مطلب؟" طاہر چونک اٹھا۔

"تم سماں دلچسپی لے رہے ہو۔" وہ بولے۔

"جن۔ وہ۔" اس سے پچھنہ کامیاب۔

"اور وہ بخوبی سما۔ کیا وہ بھی تم میں دلچسپی لے رہی ہے۔"

"جن۔ جی ہاں۔" اس نے بیکھل کر۔

"لین! یہ تم سارا یاں ہے۔ سما کا فیال معلوم نہیں ہو جاتا۔ میں اس وقت تک اس معاملے میں ہرگز تم سارا ساتھ نہیں دوں گا۔"

"اور سما کا فیال۔ آپ کس طرح معلوم کریں گے۔"

"میں ایک ناول تکار ہوں۔ مجھے طریقہ آتے ہیں۔ کل جی ان لوگوں کی اپنے گمراہوت کروں گا۔ وہ یہاں آئیں گے تو میں سما سے بات کرنے کا موقع نکال لوں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔" طاہر نے خوش ہو کر کہا۔

"دوسرے دن خان فیلی ان کے گمراہوت ہو جی۔ ان کے لئے پر ٹکڑ کھانا بنایا گیا تھا۔ سب نے خوش گھوں کے درمیان کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد جو نئی موقع ملا۔ جائی صاحب سما کو پکڑ کر ایک طرف لے گئے۔

"اگر ہم حصیں دوں یا کر اس گمراہوت میں لے آئیں۔ تو کیا خیال ہے۔" بات تھیں پسند آئے گی یا ناپسند۔" جائی صاحب نے بغیر کسی تمدید کے رہا راست ہات کر ڈالی۔

سما ہرگز سے سخ ہو گئی۔ اس کے چہرے پر سرت کی بکلی چک گئی۔"

ناول تکار تھے۔ اس چک کا مقصد بھجتے تھے۔

"میں تم سارا مطلب سمجھ گیا۔ میں خان صاحب سے بات کروں گا۔"

"خدا کے لئے اکل۔ اسیا ہرگز نہ سمجھے گا۔ آپ مجھ سے وعدہ کریں۔ ان

سے ذکر نہیں کریں گے۔"

"لین۔ آخر کب تک ذکر نہیں کریں گے۔ ایک نہ ایک دن تو ذکر کرنا ہی ہو گا۔"

"وہ بعد کی بات ہے۔ آپ انہیں ان سے پچھنہ کئے گا۔"

"جن۔ جی ہاں۔ جی۔ وہ اکل اور آئٹی ہیں۔ زیادتی روک لیتے ہیں۔"

"وہ روک لیتے ہیں یا مبا۔"

"جن۔ کیا مطلب؟" طاہر چونک اٹھا۔

"تم سما میں دلچسپی لے رہے ہو۔" وہ بولے۔

"جن۔ وہ۔" اس سے پچھنہ کامیاب۔

"اور وہ بخوبی سما۔ کیا وہ بھی تم میں دلچسپی لے رہی ہے۔"

○☆○

بھی اندر نہیں آؤں گا۔"

"آپ بھی بھیب ہیں۔ آئیے تا۔ آپ اتنے بھی غیر نہیں ہیں۔" وہ بولے۔

"چلے کچھ تو ہوں۔" وہ سکرائے لیکن اندر نہ گئے۔ دروازے سے ہی

مرٹے گئے تھے کہ خان صاحب گاڑی میں بیٹھے آتے نظر آئے۔

"یہ کیا۔ آپ لوگ چلپاتی دھوپ میں کیوں کھڑے ہیں۔" وہ بولے۔

"اندر نہیں آ رہے آپ کے یہ دوست۔ ملکہ انوکھے دوست۔" مبانے طور پر بچے میں کہا۔

"کیوں۔ خیر ہے۔"

"آپ تھے نہیں۔ آپ کی عدم موجودگی میں اپنی ہمارے گھر کے اندر آتا اپنا نہیں لگتا۔"

"میں پہلیں۔ زیادہ تھرے نہ دکھائیں۔" خان صاحب اپنی اندر لے آئے۔ "میں زرا کپڑے بدلتے ہوں۔" یہ کہ کر وہ ڈرائیک روم کی طرف ٹڑے۔ ان کے پہنچے ڈرائیک روم کے دروازے پر لٹکے رہتے تھے۔

"لیکن زرا آہست اندر طاہر بھائی سو رہے ہیں۔" مبانے گمراہ کر کہا۔ "اوہ اچھا!" وہ سکرائے اور دوسری طرف چلے گئے۔

اسی وقت تھمنی بھی۔

"عادل! دیکھنا کون ہے۔" مبانے ناخن ٹھوار انداز میں کہا۔

"جودو کرائے کے استاد آئے ہیں۔"

"ہاں! جودو کرائے کے استاد۔ ان کی بیان کیا ضرورت پر تھی؟" جانی صاحب گمراہ گئے۔

"یہی تم اپسی ڈرائیک روم میں بھاؤ۔" تیکم خان بولیں۔

"وہاں بیو کپڑے بدلتے ہیں۔"

"ان سے کہنے خسل خانے میں جا کر کپڑے پہن لیں۔"

"چھپی بات ہے۔" عادل نے کہا اور باہر نکل گیا۔ اسی وقت خان صاحب باہر نکل آئے۔

"میں کپڑے بدلتا چکا ہوں۔ تم اپسی بھاؤ۔"

"اب طاہر بھائی کی آنکھ ضرور کھل جائے گی۔" مبانے گمراہ۔

جانی صاحب نے خان صاحب کے دروازے پر ہاتھ کر تھمنی کا ہٹن دیا تھا کہ مباپ کر دروازے پر ہاتھ گئی اور تھمنی بجتے سے پسلے ہی دروازہ کھل دیا۔

"خیر ہے۔ میں نے آپ کو تھمنی بجائے کی ملت نہیں دی۔"

"کیوں لڑکی۔ خیر تو ہے۔ کیا میرے تھمنی بجائے سے کوئی گزیدہ ہو جاتی۔"

"کوئی ایسی فیکی گزیدہ؟"

"کیا مطلب؟" وہ چکرے۔

"آپ کے سپوت جاؤ جاتے۔"

"وہ دوپر کے وقت اور یہاں سو رہا ہے۔" جانی صاحب جیسے نہ رہ گئے۔

"آپ کے لیے اکل! یہ نی بات ہو گی۔ وہ تو کتنے ہی دنوں سے دوپر کو میں

سوتے ہیں۔"

"اچھا! کمال ہے۔ آخر وہ گھر کیوں نہیں سوتا۔"

"یہ بھی تو ان کا اپنا ہی گھر ہے اکل۔" مبانے شوخ انداز میں سکرائی۔

"ہاں! یہ بھی تھیک ہے۔ لیکن میرے تھمنی بجائے سے اگر اس کی آنکھ کھل جاتی تو کون سی قیامت آ جاتی۔" جانی صاحب نے مصنوعی ہاراضنگی سے کہا۔

"وہ بات یہ ہے اکل۔ ان کے سر میں درد تھا۔"

"اچھا خیر۔ اب ہیں۔"

"تھی نہیں۔ وہ کیسی گئے ہیں۔ آپ آئیں ہا۔"

"نہیں۔ اگر خان صاحب نہیں ہیں تو پھر میں اندر نہیں آؤں گا۔" یہ اسلام

کے اصول کے خلاف ہے۔"

"کیا بات ہے مبانے۔ اکل کو کیوں دروازے پر کھڑا کر لیا ہے۔ اندر کیوں

نہیں لا رہی ہو؟" اندر سے تیکم خان نے ناخن ٹھوار انداز میں کہا۔

"یہ آہی نہیں رہے ہیں ای۔ کہ رہے ہیں، خان صاحب نہیں ہیں تو میں

"میں اس وقت جائی صاحب کوئی بات پوچھنے اندر داخل ہوئے۔
"ٹاپر گھر سے نادلوں کی کتابت اندازاتا زرا۔"
"جی۔ ان کی کیا خصوصت پڑ گئی۔"

"نیچے تاب وقت بہت کم ملتا ہے۔ میں نے سوچا بھائی صاحب سے نادلوں کی
پروف ریڈنگ کرایا کروں گا۔ اس طرح کچھ ان کے۔ بھی پیسے بن جایا کریں گے
اور مجھ پر سے بوجھ بلکا ہو جائے گا۔"

"جی اچھا۔ یہ کر طاہر مرنے لگا۔"

اچانک مبانے اس کی کھاتی پکڑی اور شوخ انداز میں بولی۔
"نیچے انکل۔ انہوں نے تو کیوں جیسے ہیں لگوائے ہیں۔"

طاہر نے بازو پھرا لیا اور باہر انکل گیا۔ جائی صاحب نے مبا کے گال پر ایک
چوت کھاتی اور پولے۔
"میں بس سمجھتا ہوں۔"

"آپ۔ کیا کچھ ہیں انکل۔"

"تو کی اتم نے ہیں مجھے دکھانے کے بمانے دراصل اس کی کھاتی کو پکڑا ہے۔
وہ بھی میرے سامنے بہت چالاک ہو تھا۔ لیکن تمہاری یہ شراری میں مجھے بہت بھائی
ہیں۔"

"شما گئی۔"

"آپ۔ آپ کتنے بارے انکل ہیں۔"

"نہیں۔" جائی صاحب نے نہ کہا اور ڈر انگر روم کی طرف پڑے گئے۔

○☆○

"مبا! میں نے ایک بات محسوس کی ہے۔" طاہر گرمیوں کی ایک دوسریں ان
کے ڈر انگر روم میں بیٹھ پر لینا تھا۔ تھوڑی در پلے اس نے، آنکھیں بند کر کی
تھیں۔ اس وقت وہ اکیلا تھا۔ لیکن وہ جانتا تھا۔ جونہی تکم خان اور عادل کی آنکھ
لگ گئی۔ مبا اندر آجائے گی۔ اور کی ہوا۔ آتے ہی اس نے یہ جملہ بولا۔

"اور وہ کیا?"

آنکی کو میرا روز کا آئا۔ اور دوپر کویہاں سونا قدرے تاگوار گزرنے لگا ہے۔"

"تی تھیں۔ یہ آپ کا وہم ہے۔ وہ آپ کو بہت پسند کرتی ہیں۔"

"مکوئی بات نہیں۔ آنکھ تو یوں بھی کھلے گی ہی۔" جائی صاحب نے مدد ہاگر
کھلے۔

"یہ جوڑو کرانے کے استاد کس سلسلے میں آتے ہیں۔"
"عادل کو روز شام کو جوڑو کرانے سکھاتے ہیں۔ اس وقت تو خیر کسی کام سے
آتے ہیں۔"

"آپ نے پسلے ہیا میں۔ میں بھی جوڑو کرانے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔" جائی
صاحب پولے۔

"آئیے۔ آپ کو بھی ملوانا ہوں۔"
خان صاحب اپنیں لے ڈر انگر روم میں داخل ہوئے۔ دہل، ایک لے
چڑی سے رنگ کے پبلوان نما آدمی بیٹھے تھے۔ ملیک سلیک اور تعارف کے
بعد خان صاحب پولے۔

"یہ جائی صاحب بھی آپ سے جوڑو کرانے سکھنا چاہتے ہیں۔"
"خود رکھوں نہیں۔ آجایا کریں شام کو۔"

اسی وقت بیٹھ پر سویا ہوا طاہر بھی جائی گیا۔ اور پھر السلام علیکم کہ کر اندر رونی
ھے میں چلا گیا۔

"آخر نے مل کر آپ کو بھاگی دیا۔" مبا سکرائی۔
"مکوئی بات نہیں۔"

"اس وقت تکم خان باورپی خانے میں روٹی پکانے میں مصروف تھیں۔ عادل
اپنے استاد کے پاس جا بیٹھا تھا۔ ایسے میں مبا نے رازدارانہ انداز میں کہا۔

"ایک بات کہوں۔"
"(۲) نہیں، دو کو۔" طاہر سکرایا۔

"تم تھی جوڑو کرانے سکھنا شروع کر دیں۔ اس طرح بلا تاثر ہیں اس آنے کا جواب
باتھ آجائے گا۔"

"لیکن پھر۔ اس طرح میں دن میں کیسے آسکوں گا۔"
"(۳) دون میں بھی آتا ہے گا۔ شام کو تم ہاہرہ کر جوڑو کرانے سکھا کو گے اور
میں دروازے میں بیٹھ کر دکھا کر دیں گی۔"

"اچھا بیا۔ میں ابھی جا کر بات کرتا ہوں۔"

جی سادب خود بھی جوڑو کرائے سکتے آتے اور اپنے دوسرے چھوٹے بچوں کو بھی لاتے۔ وہ تو سمجھ کر چلے جاتے۔ طاہر بیدش کے لیے تھر جاتا۔ جب تک نیکم خان محن میں آئیں کھلیتے دیکھی رہتیں عادل اور طاہر کھلیتے رہتے۔ جو نبی وہ اندر چاتیں۔ عادل سے ریکٹ سبائے لیتی اور دونوں کھلیتے لگتے۔ ان کا جی چاہتا۔ نیکم خان سجن میں نہ آئیں اور وہ بخی کھلیتے رہیں۔ تین وہ بھی آتی چاتیں۔ خود بھی طاہر کے ساتھ کھلیتیں۔

طاہر جب بھی دن میں ان کے ہاں جاتا۔ سبائی کی یہ خواہش ہوتی کہ وہ زیادہ سے زیادہ دری دہاں فخر رہے۔ جب کہ طاہر اندر ہی اندر پریشان رہتا۔ کہ اس کی وجہ سے خان سادب اور نیکم خان کو پریشان ہوتی چلتی ہے۔ لیکن سبائی کسی بات کو مانتے کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس کا کہنا تھا کہ اگر فخر سے وقت کے لیے آتا ہے تو پھر اس سے بہتر ہے۔ آئے ہی نہیں۔ اور طاہر کو مجبوراً "بغیر کسی وجہ کے بھی دہاں کاں" وقت گزارنا پڑتا۔

ایک روز سبائی کی سکول سے پھنسنے تھی۔ اس نے طاہر کو پہلے ہی بتا دیا تھا۔ چنانچہ وہ دہاں بیٹھ گیا اور سبائی کو کسی طرح یہ پہاڑل گیا تھا کہ وہ مابدہ کے ہاں گیا تھا۔ لذا بخی وہ اندر داخل ہو، وہ برس پڑی۔

"تمہرے مابدہ کے گھر گئے تھے۔ گئے تھے تا۔ دیکھو۔ بحوث نہیں بولنا۔ میری اطلاع ملنا نہیں ہو سکتی۔"

"کس نے وہی تھیں یہ اطلاع۔"

"اکل باؤں باؤں میں ذکر کر گئے تھے۔ کل آئے ہوئے تھے۔ لذا تم انکار نہیں کر سکتے۔"

"میری ایک مجبوری تھی۔ پہلے وہ من لو۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "میں نہیں سنوں گی کوئی بات۔ بہانے بنانے کی ضرورت نہیں، آپ گئے ہی کیلئے۔ پاہے کچھ بھی ہو۔ آپ وہاں نہیں جائیں گے۔ پہلے وعدہ کریں اور وعدہ نہیں کر سکتے تو پھر جائیں۔ وہیں کے ہو رہے۔ بہال آئے کی ضرورت نہیں۔" اس نے قریب قریب فتحتے ہوئے کہا۔

طاہر اس کا یہ روپ دیکھ کر حیرت نہ رہ گیا۔ اس روز اسے احساس ہوا کہ یہ لوگی اس کی ذات کے لیے کس حد تک سمجھدہ ہے۔ اسے بے پناہ خوشی کا احساس بھی

"لیکن سبائے میں اپنے احساس کو کیا کروں۔ اب میں روز نہیں آیا کروں گا۔"

"ہمگر تم روز نہیں آؤ گے تو میں نہ راض ہو جاؤں گی اور تم سے بات نہیں کروں گی۔"

"بما! بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔" طاہر نے مدد بیانیا۔ "نہیں! میں ایسی کوئی کوشش نہیں کروں گی۔ جتنا بہ روز اسی طرح آئیں گے اور بس۔" اس نے مدد پھلا لیا اور کہرے سے نکل گئی۔

طاہر کے ذہن میں بھی یہ بات پکھے بیٹھے ہی گئی۔ تھی۔ وہ تین دن تک خان صاحب کے ہاں نہ گیا۔ تین دن بعد جب گیا تو خان سادب اور نیکم خان نے نہ آئے کی وجہ پر چھپی۔ اس نے اوہراوہر کی صوروفیات کا بہانہ بنا دیا۔ اور عادل سے پورا فٹ کیم کھلیتے بیٹھے گیا۔ یہ بھی ان کا روز کا معمول تھا۔ لیکن آج مبانے اس کے قریب آئے کی کوشش نہیں کی۔ شاید بہت نہ راض تھی۔ آخر طاہر نے پکھے دری بجد نہیں کا بہانہ بیانیا اور ڈرائیک روم میں جا کر لیٹ گیا۔ آخر ایک سمجھنے کے انتفار کے بعد دروازہ آہست سے کھلا۔ سبا اندر داخل ہوئی۔

"تین دن کی غیر حاضری کا سبب بتانا پہنچ کریں گے آپ۔" اس کے لپجھے میں سکراٹری تھا۔

"میں نے بتایا تو تھا۔ آئنی میرا روز کا آنا پہنچ نہیں کر سکیں۔" "اور میں نے کہا تھا۔ یہ صرف تمارا وہم ہے۔ تم نہیں آئے تا۔ تو بار بار پوچھتی رہیں۔ طاہر کیوں نہیں آیا۔ خبر تو ہے۔ فون بھی تین چاہو دن سے خراب ہے۔ ورنہ وہ تو فون کر سکیں۔"

"اگر مجھے لیکھنے ہو گیا تو آنا پہنچ کر دوں گا۔" لیکن کسی روز اگر مجھے لیکھنے ہو گیا تو آنا پہنچ کر دوں گا۔"

"ایسا نہیں ہو گا۔" اور تم آج سے جوڑو کرائے کے لیے بھی آؤ گے۔" "جی بہتر! اب جائیں۔ کمیں کوئی جاگ گیا تو تکمیل خراب ہو جائے گا۔"

"نہیں جاتے۔" اس نے نکل کر کہا۔ اور پھر اپنا ٹک اس پر جک گئی۔

○○○
جوڑو کرائے کے بعد رات کے وقت بیٹھے مشن کا پروگرام بھی شروع کر دیا گیا۔

آنہوں سے لیتی اس کی مکراہٹ طاہر کو حد درجے بھلی گی۔ وہ تجزی سے
پلا اور اس کی طرف پکا۔
”میں نے آج تک اس بھلے کو اپنے پاس محفوظ رکھا تھا۔۔۔ پسلے بھی استھان
میں کیا تھا۔۔۔ میں سوچ کر کر بھی تم ضرورت سے زیادہ ناراضی ہوئے تو کہ دوں
گی۔۔۔ اور مجھے سو فہمید یقین تھا کہ تم ضرور مان جاؤ گے۔۔۔ دیکھ لو۔۔۔ تم فوراً رک
مجھے چھل یا تو سوچ۔۔۔ اس میں آخر میرا کیا قصور“ اگر جیلیاں آجھیں۔۔۔ پڑشاہ
کیوں ہوتے ہو۔۔۔ بت جلد۔۔۔ بے شمار چھپیاں آئے والی ہیں۔۔۔“

”کیا مطلب؟“ طاہر نے چوک کر پوچھا۔

”ایجی بنا پر۔۔۔ میرزا کے امتحان ہونے ہی والے ہیں۔۔۔ اس کے بعد روز
اکٹ ہونے تک میں فارغ نہ سکول جاؤں گی۔۔۔ کافی۔۔۔ اور جانتے ہو۔۔۔ یہ پڑھ کتنا
ٹوکن ہوتا ہے۔۔۔“

”کم از کم چار ماہ۔۔۔“ طاہر نے کہا۔
”ہاں ہاں۔۔۔“

”واقعی۔۔۔ ہمارے تو بیش کے وان آر ہے ہیں۔۔۔“

”ہاں! ہی بھر کے ملیں گے۔۔۔ جی بھر کر۔۔۔“ جانے کہا۔

”آپ بھی کمال کی لڑکی ہیں۔۔۔“

”کب نہیں۔۔۔ تم۔۔۔ مہماں فرما کر مجھے ”آپ“ کہ کر خاطب نہ کیا کہ۔۔۔ یہ
اچھا نہیں لگتا۔۔۔ تم میں بت اپنائیت ہے۔۔۔ میں اور تم اپ دو نہیں ایک ہیں۔۔۔
ایک تھے ایک رہیں گے۔۔۔ اس نے جذباتی اندازیں کہا۔

”بھی ہم جنم کے ساتھی ہیں۔۔۔ ضرور پسلے بخوبی میں بھی ایک دوسرے کو
پڑھنے رہے ہوں گے۔۔۔ دنوں مکراہٹ
”یہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔۔۔ مسلمانوں کا نہیں۔۔۔ انہا تو بس ایک بار ہی اس
دشمن آتا ہے۔۔۔“

”سوری! آج کے بعد جنم کی بات نہیں کروں گا۔۔۔“ طاہر مکراہیا۔

”کوئی اب میں آپ کو ”آپ“ نہیں، تم کہ کر خاطب کروں گی۔۔۔“

”وہ تو تم نے اپ بھی کر دیا۔۔۔“

”یہ آخری بار تھا، سمجھے آپ۔۔۔“ میلانے آپ پر نور دے کر کہا۔

ہوا۔
”چھا بایا! نہیں جاؤں گا۔۔۔ اگرچہ۔۔۔“ طاہر کتے کتے رک گیا۔
”اگرچہ کیا؟“ میلانے آجھیں نکالیں۔
”اگرچہ۔۔۔ وہاں میری گھری ہے مگری ہے۔۔۔ گھری تو جا کر لانا ہی پڑے گی۔۔۔“
”نہیں۔۔۔ کوئی ضرورت نہیں۔۔۔ بھاڑ میں گئی گھری۔۔۔ نا تم نے۔۔۔“ میلانے
اے گھورا۔

”ہاں اس لیا۔۔۔ نہیں جاؤں گا۔۔۔ بس۔۔۔“

بہت دری بعد کہیں جا کر وہ نارمل ہوئی۔

”وہ کچھ معلوم بھی ہے۔۔۔ تم نے کتنے روز بعد سکول سے چھٹی کی ہے۔۔۔“

”بہت جلد بچھر شروع ہونے والے ہیں۔۔۔ چھٹی کس طرح کوں۔۔۔ ای بھی

آخر ای سکول میں پڑھاتی ہیں۔۔۔“

”لوہ۔۔۔ اتنی تو لا تک ہو۔۔۔ ایک دن نہیں جاؤ گی تو تھاری پوزیشن کنور نہیں
ہو جائے گی۔۔۔ سر میں درد نہیں ہو سکتا تھا کیا تمہارے۔۔۔ گروں میں درد تو کہیں کیا
نہیں۔۔۔“ طاہر نے شری انداز میں کہا۔۔۔ یہ بات اس نے اس لئے بھی کہی تھی کہ جا
کے گروں میں اکثر درد ہونے لگتا تھا۔۔۔ آخر اس نے چھٹی کرنے کا مطلب مختصر کر
لیا۔

اس روز وہ غان صاحب کے وقت چلے جائے کے وقت کے مطابق وہاں پہنچے
وہنک دینے پر اس نے دروازہ کھول لے جو نبی اندر واپس ہوا۔۔۔ اندر اس کی تمن جیلیاں
نظر آئیں۔۔۔

”یہ کیا۔۔۔ اتنی مشکل سے تو ایک چھٹی کی ہے۔۔۔ اور اس میں بھی سیلیوں کو
پلا لیا۔۔۔ طاہر دروازہ پر ہی رک گیا اور بچھر کر بولا۔۔۔ ساتھ ہی تجزی سے مڑا اور جانے
لگا۔۔۔ جانے طاہر کے بچھے دوڑ لگا دی۔۔۔“

”رک جاؤ طاہر،۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔ تم نہیں جائے۔۔۔“

طاہر اب بھی نہ رکا۔۔۔

”طاہر! نہیں میری تھی۔۔۔ رک جاؤ۔۔۔“
میلانے ان القاظ سے طاہر کو جو لگا سا لگا۔۔۔ وہ رک گیا۔۔۔ رک کر مڑا تو سا کی
آجھوں میں آنسو تھے۔۔۔ ساتھ ہی اس کے رکنے پر وہ مکراہی دی۔۔۔

ساتھی کھلکھلا کر نفس دی۔ اس کے داتوں کی قطار سے بھی اس کا پیار جائیں محسوس ہوا۔ اچانک دروازے پر دنک ہوئی۔ دنک کا انداز بیگم خان جیسا تھا۔

دونوں نے چونک کر اور قدرے حیران ہو کر ایک دوسرے کی طرف دکھا۔
”یہ آج ای اتنی جلدی کیوں آگئیں؟“ اس کے لیے میں گمراہ تھی۔
”شاید ہماری نوہ میں رہنے لگیں ہیں۔“

”ایکی کوئی بات نہیں۔ خیر۔“ یہ کہ کرو و دروازہ کھولنے چل گئی۔
بیگم خان طاہر کو اندر دیکھ کر کسی قدر پر شان ہو گئی۔ حیران بھی ہو گئی، مگر بہت زم اور پیار بھرتے لیے میں کہنے لگیں۔
”طاہر! میٹا تم صح کے وقت گھرنے آیا کرد۔ دفتر والوں کے سامنے سے گزر کر آنا پڑتا ہے۔“ وہ تو دیکھتے ہیں ہیں۔“

”می آئی۔“ طاہر نے فوراً کہا۔
”میں اپنی ای کی یہ بات میا کے چھرے پر ناگواری کے تاثرات چھوڑ گی۔
جنہی وہ پہنچے تبدیل کرنے کے لیے گئیں۔ رازدار لیے میں بولی۔
”لیکن میرا حتم یہ ہے کہ تم ضرور ای طرح آتے رہو گے۔“

”اڑے باپ رے۔ پھر تو پہنچ گیا غریب کا بال۔“ طاہر نے گھبرا کر کہا اور میا ہستے گئی۔ پھر جو نی ٹھیل خانے کا دروازہ مکھا، اس کی نہی کا کاچھے گھٹ گیا۔
ان دونوں میا کے میڑک کے پرچے ہو رہے تھے۔ وہ پرچے دے کرس سے پلے گمراہ تھی، اب ایک طرف تو اس کی والدہ کا حعم تھا کہ صح کے وقت نہ آیا کریں۔ دوسرے اس کا حعم تھا کہ آنا پڑے گا۔ طاہر لکھن میں جلا ہو گیا۔ لیکن جب دوسرے دن گیارہ بجے، تو اس کے قدم خود بخود خان صاحب کے گھر کی طرف اٹھنے لگے۔ دل نے عقل کا قیقد مانے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ اگر اس نے جانے کا سلسلہ ترک کیا تو میا اس سے ناراض ہو جائے گی۔ وہ اس کا تجھ کر چکا تھا۔ لیکن اس کا تجھ میا کے مال باپ کو نہیں تھا۔

بچتے دن میا کے امتحانات ہوتے رہے۔ اس نے آنا جانا جاری ہی رکھا۔
ایک دن بھی نامہ کر سکا۔ آخری بھی دالے دن اس کی حالت بیکب سی تھی، اس نے جذباتی آواز میں کمال۔

”بگریوں کی چیخیاں لوگوں کے لئے خوشیوں کا پیغام لاتی ہوں گی۔ لیکن میا! جانتی ہو۔ ہم پر تو یہ قیامت بن کر گزرتی ہیں۔ ان تین چار ماہ میں ہمیں خانی کے بہت یہ کم لمحات میر آتے ہیں۔“

”ہاں! لیکن طاہر اس کا میرے پاس بھلا کیا جعل ہے۔ دیے تم بے توف ہو۔“

”وہ کیسے؟“ طاہر نے اسے گھورا۔

”عنال حال تم ان چار ماہ کے بارے میں خور کر۔ جو کل سے شروع ہو رہے ہیں۔“

”ہاں! اب راوی ہمارے لیے چار ماہ تک بیش ہی عیش لکھتا ہے۔ میں جیسیں ہتا تو پہنچی ہوں کہ بد ہو۔ کہ ان چار ماہ تک مجھے تہ سکول جانا ہو گا۔“ کہا۔ جب روزت کل آئے گا، اس وقت میں کلچ میں جانا شروع کر دوں گی۔“
”لیکن۔ تمہاری ای۔“ طاہر نے گھبرا کر کہا۔

”ای اس روز اتفاق سے آگئی تھیں۔ روز روز تو نہیں آگئیں گی تا۔“
”اور اگر کسی روز آگئیں۔“

”تو بھی ہم کوئی بہانہ بنا دیں گے۔ تمہارے یہاں دوسروں کی عدم موجودگی میں آنے پر بالکل تو پابندی نہیں لگ گئی۔“

”آچھا تھا۔ لیکن اگر دفتر سے کسی روز خان صاحب آگئے تو۔“
”کوئی بات نہیں۔“ یہ ہے کہ اب ای دنون تھیں بہت پسند کرتے ہیں۔
”لکھ میں تو یہ تک کہ سکتی ہو۔ جیسیں دل و جان سے چاہتے ہیں۔“

”لیں رہنے والے مجھے مکھن نہ لگاؤ۔“

”لیکن کو طاہر۔ جب تم ہمارے گھر میں نہیں ہوتے اور انکل بھی جب اڑے گھر میں نہیں ہوتے تو ہم لوگ آپ دونوں کی ہی باتیں کرتے رہ جئے ہیں۔“

”بس بس۔“ طاہر نے اس کے مدن پر ہاتھ روکہ دیا۔
اور اس صورت میں جو وہ مکرانی تو اور بھی اچھی گی۔

صاحب نے فس کر گلک
اس شام خان بیلی ان کے گمراہی سب نے مل کر کھانا کھایا اور جب وہ
وائس جانے لگے تو جما کو دیں چھوڑ گئے اپنے گئے ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر ہوئی
جس کے طاہر دی بھلوں کے پیٹ اٹھائے اندر واصل ہوا۔

"آپا! وہی بھلے۔" جما کے منڈ میں پانی آگیا اور پیٹ کی طرف چھپی۔
بھی میر کو تمہارے لئے ہی تولایا ہوں۔ لیکن مشکل ایک اور آپزی
ہے۔"

"اور وہ کیا۔ جلدی ہاتھ۔ کوئکہ مشکلات سے ڈرنے والے اے آہان میں
ہم۔" میا نے فوراً کہا۔

"راستے میں میرے کپڑوں پر ایک گھاڑی کی وجہ سے چھینے آپزے ہیں۔ اور
سے نماز کا وقت ہو رہا ہے۔ اتری شدہ کوئی کپڑے بھی نہیں ہیں۔ اب اگر تم
پلے وہی بھلے کھاتی ہو تو مجھے کپڑے تمیں مل سکتے گے۔"
"ایا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ تم پلے میرے کپڑے اتری کرو۔" "لیکن دی بھلے تو میں تمہارے ہی ساتھ کھاؤں گی۔" صبا نے شری انداز میں
کہا۔

"ایجاد۔ تو پھر نماز کے بعد کھائیں گے۔"
"تمکی۔ کھائیں گے بھی نماز سے پسلے۔" میا نے آنکھیں نکالیں۔
"لیکن کیسے۔ میں نماز باجماعت ادا کرتا ہوں۔ یہ بات تم اچھی طرح جانتی
ہو۔"

"ہاں! تم نماز باجماعت ادا کرو گے۔ اور ہم وہی بھلے بھی نماز سے پسلے کھائیں
گے۔"

"آخر کیسے؟" طاہر نے حیران ہو کر پوچھا۔
"ایسے کہ میں تمہارے کپڑے اتری کرتی ہوں۔ تم مجھے وہی بھلے کھلاو۔"
"لیا کہا۔ میں کھلاوں۔" طاہر پوکھلا اٹھا۔

"ہاں!" اس نے آنکھیں نکالیں۔
"ذکر ہو بھی۔ یہ تمہارا گھر نہیں ہے اور تم اپنے گھر میں اس وقت اکلی

سما کے اختیارات فتح ہو گئے۔ اب وہ گھر میں ہی رہتی تھی۔ بیگم خان کے
گھر آنے سے پسلے تک طاہر وہاں رہتا اور ان کے آنے کا وقت ہونے سے پسلے چلا
آتی۔ ایسے میں ایک دن طاہر نے آکر انہیں خوشخبری سنائی۔
"فرحت باتی کی شادی ملے ہو گئی ہے۔ اگلے ماہ کی چار تاریخ کو شادی ہے۔
خوب لطف رہے گا۔"

"ہاں! واثق! ہم سب مل کر دھوم دھام سے انہیں رخصت کریں گے۔"
"یہ کیا کافا پھوسی ہو رہی ہے۔"

طاہر نے فرحت کی شادی کے بارے میں بتایا۔
"طاہر کہہ رہے ہیں۔ شادی کی تیاریوں کے سلسلے میں مجھے بھی ایک دو دن
ان کے ہاں رہنا ہو گا۔" صبا نے شری بھجی نہیں سکا تھا کہ سما کا ان میں
"اڑے ارے۔" طاہر سب پٹا گیا۔ وہ سوچ بھجی نہیں سکا تھا کہ سما کا ان میں
بتائی ہوئی بات بھی سب کے ساتھ جوست سے کہ دے گی۔

"ہاں بالکل بھجی۔ کیوں نہیں۔" بیگم خان نے فس کر کہا۔
اور پھر فرحت کی شادی نزدیک آگئی۔ شادی میں دو دن تھے کہ جائی صاحب

نے خان صاحب سے کہا۔
"اب آپ سما کو بھی ہمارے ہاں بیچ ج دیں۔ فرحت کی سب سیلیاں بیچ ہیں۔
رات کو دیر تک گیت گاتی ہیں۔ دن میں اس کے جوڑے ٹاکتی ہیں۔ لہذا ہم لوگ
سما کی بہت شدت سے محوس کر رہے ہیں۔"

"لیکیں ہے۔ شام کو ہم لوگ آرہے ہیں۔ سما کو دیں چھوڑ آئیں گے۔"
"لہذا یہ ہوئی نا بات۔ خان صاحب آپ میں بس بھی تو بات ہے۔ کسی بات
سے انکار نہیں کرے۔"

"بھی ہم تو یاروں کے یار ہیں۔ جو حکم ہو۔ فوراً پورا کرتے ہیں۔" خان

ہو۔ یہ شادی والا گھر ہے اور یہاں خوب ہنگامہ ہے۔ پورا گھر بھرا پڑا ہے۔ سب دیکھیں گے۔"

"می تو میں چاہتی ہو۔" مبا سکرائی۔
"ملاع غتو نسیں چل گیا۔"

"ہاں! چل گیا ہے۔ جلدی سے کپڑے نکال کر مجھے لا دو۔" یہ کہ کر بہ استری کے پاس پہنچی۔ طاہر اندر سے کپڑے نکال لایا۔

انہی دری میں وہ دی بھٹے پلیٹ میں نکال چکی تھی اور اس میں ایک چچہ بھی رکھ چکی تھی۔ ہونی طاہر نے اسے کپڑے دیئے، اس نے استری شروع کر دی اور یہی۔
"اب ایک چچہ مجھے کھلانی اور ایک چچہ خود کھاؤ۔"

"ویکھو۔ باز آ جاؤ۔"

"اگر تم ایسا نہیں کو گے۔ تو میں ابھی ابھی کو فون کر دوں گی۔ کہ آکر مجھے لے جائیں۔"

"ہاں! جیسے وہ آکر لے ہی تو جائیں گے۔" طاہر نے جل کر کہا اور دی بھٹے کا چچہ صبا کے منہ میں ثبوٹیں دیا۔

کھانے کے ساتھ وہ ہنس بھی ہوئی۔ اس طرح کپڑے استری ہوتے رہے اور پاری باری چچہ منہ میں جاتا رہا۔ اور گرے کے سامنے سے ہر گزرنے والے یہ مظفر دیکھا۔ اور جلدی جلدی باقینوں کو بتایا۔ تجھے یہ کہ جب کپڑوں کی استری ہو گئی اور دی بھٹے ختم ہو گئے تو بہت سی لڑکوں کا لکھک دار قلبے گوئی اخalta۔ دو لوگوں نے گھبرا کر دیکھا۔ سب دروازے پر جمع ہیں۔

"واو! ایسا یا پار تو کہیں دیکھا نہ سن۔"
صبا شرمائی۔ طاہر گھبرا گیا۔

"ویکھا۔ کرا دیا نا ذیل۔" اس نے جل کر کہا۔
"چھا جی۔ تو اس طرح آپ ذیل ہوتے ہیں۔" صبا نہی۔

"ارے پاپ رسے۔ میری نماز۔"
طاہر نے گھبرا کر کہا اور باہر کی طرف چلا گئک لگا دی۔ لڑکیاں بیٹھنے لگیں۔
رات آئی تو لڑکوں نے صبا کو گھیر لیا۔ ذھولک پر اس وقت تھاپ پڑ رہی تھی۔
"چلو صبا کاتا گا۔" اور ہاں واںس کے ساتھ۔"

"ارے پاپ رسے۔ میں۔ میں۔" صبا گھبرا گئی۔
"ہیں ہاںکل۔ تم اور صرف تم۔"

اس نے چاروں طرف دیکھا۔ گھر میں اس وقت کوئی مرد نہیں تھا۔ کسی کام سے کوئی آبھی جانا تھا تو ایک طرف سے آکر دوسرا طرف سے نکل جاتا تھا۔
"کوئی نہیں آ رہا۔ اور اگر آبھی بیوی تو کیا ہے۔ ابھی دی بھٹے نہیں کھائے جا رہے تھے کیا۔" ایک شرمندی کی نیکی نے کہا۔
"وہ اور بات تھی۔" صبا شرمائی۔ لجا گئی۔
"یہ بھی کوئی ایسی بات نہیں ہے۔"
"چھا!" صبا نے ہار مانتے ہوئے کہا۔
اور وہ گئے گئی۔

"وہی دھیرے پیار کو بیویا ہے۔ حد سے گزر جاتا ہے۔" اور جب یہ گاتا ختم ہوا تو لڑکوں نے دوسرے گانے کی فرائش کر دی۔
"اٹ اٹ! اب میں ہی گاتا سناتی چاہوں۔"

"اٹ! ابھی ہے تم ساری آواز۔ چلو شروع ہو جاؤ۔"
ایک دو منٹ تھرے دیکھانے کے بعد صبا نے دوسرے گاتا شروع کیا۔
"بھی تو چھلیا گتا ہے، بھی آوارہ گتا ہے۔"
ہونی گاتا ختم ہوا۔ طاہر کی آواز آئی۔
"بھی وافر ہوا آگئا۔"

صبا نہ رہ سے اچھی اور منہ چھپا کر بیٹھ گئی۔

"ہی۔ صرف میں نے اور اختر نے نہ ہے گاتا۔ لذا زیادہ گھبراۓ اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"ایسا اختر بھائی نے بھی نہ ہے۔" وہ دھک سے رہ گئی۔

"ہاں! میں بھی دراصل اپنے کان بند کر سکا۔ کوشش تو بہت کی۔" اختر نے بھی شرمندی کیا۔

اختر جاتی صاحب کے دفتر سے مسلک تھا اور ان کا ترقی ساتھی تھا۔ طاہر سے کہا یا رانے تھا۔

"اب نہیں کاڈیں گی۔"

"کم از کم ایک اور۔" اختر بولا۔
"ہرگز نہیں۔"

"میں بھی کہتا ہوں۔ ایک اور۔" طاہر نے ٹاک کالی۔
"نہیں۔" اس نے سخت لہجے میں کہا۔
"اگر نہیں شادی کی۔ تو بت پڑا ہو گا تمارے ساتھ۔"
"ویکھا جائے گا۔" اس نے کہا۔

"اوہ بھی ہم دوسرے کر کے میں پل کر سوئے ہیں۔" طاہر نے اختر کا ہاتھ پکڑا
اور دونوں چلے گئے۔ ڈھونک پر پھر قاب پڑنے لگی۔ کوئی اور لڑکی کا ہاتھ نہیں گئی۔
پھر اس کے بعد سب لاکیاں شادی کے گیت کالے گئیں۔
رات گئے تھک یہ محفل تھی رہی۔ آخر ختم ہوئی۔ تینوں لاکیاں نے طاہر اور
اختر والے کرے کے دروازے پر دھنک دی۔ وہ دراصل اس وقت ڈرائیکٹر دوم
میں تھیں۔

"ہا۔ اب کیا ہے۔" طاہر نے دروازے پر آ کر کہا۔
"وزراہمیں گھر تک چھوڑ آئیں۔ ایکیے ہمیں ڈر لگے گا۔" ایک لڑکی نے کہا۔
"اچھا چلو۔" طاہر بولا۔

اختر نے اٹھا۔ طاہر بادر لکل آیا۔
"چلو میں بھی تمارے ساتھ انہیں چھوڑنے چلتی ہوں۔" صبا بولی۔
"چلے۔" طاہر نے کہا۔

وہ انہیں لے کر گھر سے نکلے۔ انہیں ان کے گھر تک پہنچا کر وہ رکے۔ اب
رات کے اس سے گلیوں میں کون تھا جو انہیں دکھاتا۔ دونوں نے ایک "دوسرے کا
ہاتھ تھام لیا اور آہست آہست قدم اٹھانے لگے۔ طاہر نے ٹھنڈائے کے انداز میں کہا۔
"تھی چاہتا ہے، ہم دونوں یوں تھی ہاتھ میں ہاتھ دیئے اس کلی میں چلتے چلتے جائیں
اور۔" اس نے جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"اور کیا؟" صبا نے اس کی طرف مڑ کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"اور یہ کلی بھی ختم نہ ہو، اس رات کا سورج بھی نہ نکلے۔"
"لیا اوت چانگ باتیں کر رہے ہو۔ ان سے کہیں بہتر ہے۔ ہم گھر جا کر
ایک جگہ بینہ کر ایک دوسرے سے باٹھیں کریں اور یہ خواہش کریں کہ اس رات کا

سورج بھی نہ نکلے۔ اس طرح ہم چلتے چلتے تھک جائیں گے۔ بلکہ بوڑھے ہو
جائیں گے۔" مبانے پس کر کہا۔
"چلو خیر بخشی کی۔ یعنی یہ گلی۔ کچھ تو لمبی ہو جائے۔ اتنی کہ کم از کم ہم
چند گھنٹے تو چلتے رہیں۔"

"اگر جنمیں چلتے رہنے کا اتنا ہی شوق ہے تو مجھے گھر تک پہنچا کر آگے کل جانا
اور پھر کھوچ رہتا تمام زندگی ان گلیوں میں۔ اور پھر۔" اس نے شریر انداز میں
جملہ درمیان میں چھوڑ دیا۔

"اور پھر کیا؟"

"اور پھر یہ کہ۔"

"۔۔۔ نہ جانے کس کلی میں زندگی کی شام ہو جائے۔" مبانے اور بھی نزور سے
نہیں۔

اور پھر گھر آگیا۔ جاتے وقت وہ دروازہ اندر سے بند نہیں کر کر گئے تھے۔
نہ کسی نے خود بند کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ اندر داخل ہوئے تو بالی ماہی لاکیاں
اور فرشت وغیرہ سب سوئے پڑے تھے۔ تمام دن اور آدمی رات سے زیادہ کے تھے
ماہنے تھے۔

"لو بھی۔۔۔ یہاں تو سب بچھے پڑے ہیں راہوں میں۔" مبانے بولی۔

"ہا۔ اس کے رہے ہیں۔ بلکہ زبان حال سے کہ رہے ہیں۔
۔۔۔ اے دل توڑنے والے دیکھ کے پہل ہم بھی تو پڑے ہیں راہوں میں۔"
دونوں پس دیئے۔

"میرا خیال ہے۔ کوئی شرارت کرنی چاہیے۔" مبانے شریر انداز میں کہا۔
"اور دو کیا۔"

"چلے۔ ان سب کے منہ پر کاٹ کا دیتے ہیں۔"
"بہت خوب!" طاہر بھی پس پڑا۔

دونوں نے تو ہے سے ہاتھ کالے کیے اور باری باری سب کے منہ کاٹے کر
ڈالے۔ اختر بھی ایک طرف گھری خند سو رہا تھا۔ اس کا منہ بھی کلا کیا گیا۔
اس کے بعد دونوں ایک طرف چلتے گئے۔ کتنی تھی دیر وہ غاموش ایک
دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ جب مبانے کچھ نہ بولی تو طاہر نے بھرائی ہوئی آواز میں

کما۔

"کوئی بات کو سما۔"

"میا بات کروں۔ بس خاموش رہو۔ اج خاموشی عی تماری زبان بن گئی ہے۔"

"چھی بات ہے۔ یونہی سما۔"

دونوں پھر ایک دوسرے میں ڈوب گئے۔ نیند ان کی آنکھوں سے کوسوں دور چھی۔ یوں محسوس ہو رہا تھا۔ یہ وہ صرف ایک دوسرے کو دیکھتے رہنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔

وقت آہست آہست گزرتا رہا۔ وہ دور ڈیٹھے نہ رہ سکے۔ قریب اور قریب ہو گئے۔ اس قدر قریب کہ ان کی سانسیں بھی ایک دوسرے میں سخال مل چکیں۔ دوسری صبح جب طاہر اخانا تو دوسروں کے ساتھ اس کا منہ بھی کلا تھا۔ شاید رات آخر میں طاہر کو جا سے پلے نیند آگئی تھی اور اس نے اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اس کے منہ پر کالک لگادی تھی۔ اب سب ایک دوسرے کا منہ دیکھ کر ہنسنے لگے۔ جب سب کو سما کاٹھ صاف نظر آیا تو سب نے اسے گھیر لیا۔ سب نے اپنے ہاتھ تارے سے رکڑ کر کالے کے اور سما کو بری طرح سیاہی سے رنگ دیا۔ ایسے میں اخترنے کمال۔

"سما اچھا نام ہے۔ اچھا لگتا ہے۔ لیکن آج کے اس یادگار دن میں میں سما کو ایک نام دنا چاہتا ہوں۔"

"اور وہ کیا؟"

"چھو گم۔" اخترنے شوخ انداز میں کمال۔

"اکی کہاں۔ چھو گم۔" سب بولے۔

"ہاں بھی۔ چھو گم۔ کیا پند نہیں آیا۔"

"مجھے تو بہت پند آیا۔ وہ کتنا مزے کا نام ہے۔ چھو گم۔" طاہر چباتے کے انداز میں منہ چلانے لگے۔ سما بھس دی۔ پھر بولی۔

"مجھے بھی پند آیا۔ لیکن میرے اکل جائی نے بھی مجھے ایک نام دیا۔ وہ نام مجھے سب سے زیادہ پند ہے۔"

"وہ کیا نام ہے؟" اخترنے حیران ہو کر کہا۔ شاید اس کے خیال میں اس کے

ہم سے زیادہ خوبصورت اور مناسب کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا۔
"ہی! سما۔"

"یہ کیا نام ہوا بھلا۔" اختر حیران ہو کر بولा۔

"اپ نہیں سمجھیں گے۔ جب وہ مجھے بیار سے لڑ کتے ہیں۔ تو میں ہا
نہیں سمجھتی۔ یہ نام مجھے کس قدر اچھا لگتا ہے۔"

"دوسرا تھا۔ کی۔ یار اختر۔ تمہارے دیئے ہوئے نام کی تو ہو گئی اسی کی
بھی۔"

"نہیں۔ اختر بھائی کا روا ہوا نام بھی مجھے بہت اچھا لگتا ہے۔"

"تب پھر میں تمہیں اب اسی نام سے پکاروں گا۔ چھو گم۔ چھو گم۔" طاہر

چلتا۔
"یہ تم نام پکار رہے ہو یا چھو گم چبار ہے ہو۔" اختر نے اسے گھوڑا۔
اور سب ہنسنے لگے۔

○○○

سارا گمراہ عورتوں اور مہنلوں سے پاپڑا تھا۔ گمراہ کے اور نزدیک کے مرد بھی
اور آگے تھے۔ فرحت کی رخصتی کا وقت آگیا تھا۔ چھت پر بچے موجود تھے۔ وہ
بھن کے اوپر چاروں طرف جمع تھے اور رخصتی کا مظہر دیکھ رہے تھے۔ بچے خان
صاحب اور ان کی بیکم بھی موجود تھیں۔ ایسے میں میں لیس شیل کا ایک گاس
کی بچکے کے ہاتھ سے گرا۔ میں اس وقت میانے سر اور اخخار کر دیکھا۔ گاس اس
کی پیشانی پر لگا۔ اس کے منہ سے ایک بچی نکلی۔ اور پھر اس کی پیشانی پر خون نظر
کیا۔ سب گمراہ گئے۔ بچک خان اور خان صاحب کا توہارے گمراہت کے برائی
تھا۔ فوراً روپی لائی گئی۔ زخم بہت معمول تھا۔ لیکن خان صاحب اور بیکم خان بہت
گمراہ رہے تھے۔ سر پر بینی کر دی گئی۔ پھر فرحت کی رخصتی ہوئی۔ سب ہی رو
ہے شکر۔ جائی صاحب کا برائی عال تھا۔ فرحت کے بھائی بہنوں کا حال بھی رو رو
کے پتلا ہو رہا تھا۔ موسم بھی گرمی کا تھا۔ بچک خان صاحب نے فرحت کو اٹھایا اور
الوازے عکے لے آئیں۔ رخصتی کے بعد سب لوگ ہڑھال سے ہو گئے۔ شام کے
وقت خان فیلی نے بھی چانے کی اجازت مانگی۔ طاہر نے سما کی طرف اور سما نے
اس کی طرف دیکھا۔ طاہر کو یوں لگا جیسے وہ کہہ رہی ہو۔

”یہ حضرت تو آپ کے گھر میں موجود ہے۔“

”اوہ اچھا... مجھے تو پہاڑی نہیں تھا۔“

اس وقت ظاہر کرنے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آثار

تھے۔

”بار ظاہر ہے ہم یہ گھر چھوڑ رہے ہیں۔“ خان صاحب نے جائی صاحب کے سچھ کرنے سے پہلے کہا۔

”ہاں! باتے مجھے بتایا ہے۔“

”اب اس سلسلے میں سب کام جیسیں ہی کر رہا ہے۔“

”میں حاضر ہوں۔“

دو تین دن تک سلان شفت ہوتا رہا۔ ظاہر گاؤڑی میں سلان بھر بھر کر اور حس سے اور عر لے جاتا رہا۔ ان تین دنوں میں ظاہر ان سے اور قریب ہو گیا۔ وہ ظاہر کو اپنے گھر کا ایک فرد خیال کرنے لگے۔ کسی روز وہ ان کے ہاں نہ پہنچتا۔ تو وہ پریشان ہو گر فون کرتے۔ جائی صاحب وہاں جاتے تو ظاہر کے مستقبل کی باشیں زیادہ تر کی جاتیں۔ وہ میزراک کر چکا تھا۔ اور گورنمنٹ کالج میں جاتا تھا۔ لیکن یہ تعلیم اس کے مزاج کے بر عکس تھی۔ ایسے میں خان صاحب نے جائی صاحب کو مشورہ دیا۔

”آپ ہو میزو چنگ توجہتے ہی ہیں۔ باقاعدہ کلینک کھول لیں اور ہو میزو چنگ اوریات کا سور بھی کھول لیں۔ اس میں ظاہر کو بخاشیں۔ ساتھ ہی اسے کسی ہو میزو چنگ کالج میں داخل کرو دیں۔ آپ کے ساتھ وہ کر تجھر بھی حاصل ہے۔“ رہے گا۔ ایرا، ایر چار سال پورے ہوئے پر یہ کواليغاڈ ڈاکٹر بھی ہن جائے گا۔ اس طرح اس کا مستقبل روشن ہو گا۔ انشاء اللہ۔“

جائی صاحب کو ان کا یہ مشورہ اتنا بھایا کہ انہوں نے قورا اس کی تیاری شروع کر دی۔ ایک ماہ پورا صرف کیا گیا۔ پھر رمضان کا آخری عشرو آگیا۔ ظاہر احکاف میں پہنچ گیا اور جائی صاحب باقی مانہہ تیاریاں تکمیل کرنے میں لگے رہے۔ وہ چائے تھے۔ جب ظاہر احکاف سے فارغ ہو کر آئے تو اے وکان بالکل تکمیل ہگئے۔ وکان کی تیاری میں خان صاحب نے بھی ان کے ساتھ بھر بور تعاون کیا۔ مشور دیجے اور ہر طرح سے مدد بھی کی۔ یوں لگنے لگا۔ جیسے خان لیلی اور جائی لیلی دو خاندان

ہوں ایک خاندان ہو۔

چاند رات کو جائی صاحب نے خان صاحب کو فون کیا۔

”خان صاحب! آج آپ سب اور آجائیں۔ روزہ ہمارے ہمارے ساتھ اظفار کریں۔ پھر تم ظاہر کو لینے مجب جیں گے۔“

”ضور۔ کیوں نہیں۔“

اور وہ لوگ شام کے وقت ان کے ہاں پہنچ گئے۔ مطرب کے بعد وہ مسجد گئے۔ ظاہر کو لے آئے۔ سب کے چہروں پر خوشی ہی خوشی تھی۔ دوسرے دن عید تھی۔ جائی صاحب نے نماز عید کے بعد ظاہر کو ساتھ لیا اور خان صاحب کے ہاں جا پہنچ۔ دروازہ مکھلا تو عید مبارک کا خود گونجا۔ عامل ظاہر سے پشت گیا۔ خان صاحب جائی صاحب کے گے لگ گئے۔ جائی صاحب نے سو سو روپے مبا اور عامل کو عید دی۔ یہ کم خان نے پیار سے ظاہر کے سر پر ہاتھ پھرا۔ خان صاحب نے بھی اسے لگایا اور یہ کم خان نے اسے عید دی۔ پھر سب اندر آئے۔ سو یاں کھلائی گئیں۔ کتنی ہی دیر خوش گھبیں میں لگے رہے۔ پھر جائی صاحب نے خان صاحب سے کہا۔

”آپ بھی آج کسی وقت ضرور آئیے گے۔ ہم سب انتظار کریں گے۔“

”اچھا۔ ضرور آجیں گے۔“

”چل رہے ہو ظاہر؟“

”ظاہر کو ابھی آپ کمال لے جا رہے ہیں۔ یہ یہیں رہے گا۔“ یہ کم خان بھیں۔

اور جائی صاحب چل دیئے۔ شاکوہ وہ لوگ بھی ان کے ہاں آئے۔ اس طرح عید کا دن خوشیوں سے لبریز گزرا۔ شام کے وقت ظاہر نے جائی صاحب سے کہا۔

”ابھی میرست دستوں کا اصرار ہے۔ کہ نہ کے دن ایک تفریجی مقام کی سیر کئے جائیں۔ مقام صرف ہے کلو میز دوڑ ہے۔“

”تجیکے ہے۔ سے چلے جاؤ۔“

”آپ بھے نہیں۔ ہم اپنی گاڑی میں جائیں گے۔“

”چھی بات ہے۔ تو جا کر خان صاحب کو بتا دو۔“

”میں اپنا۔“

طاہر اسی وقت خان صاحب کے گھر پہنچا۔ مبا اسے دیکھتے ہی بولی۔
 ”ابھی تو ہم آپ جناب کے ہاں سے آ رہے ہیں اور آپ بھی یہیچے یہیچے ۲
 مکے... دیکھ رہے ہیں ابھی... کچھ دری تو فخر گئے ہوتے۔“ اس کا الجھ بہت شرخ تھا۔
 ”میک نہ کو بھی... آؤ طاہر... کیسے آئے؟“
 ”میں... وہ... مجھے اپنے دوستوں کے ساتھ ٹوٹ مٹاٹے کے لیے شر سے ہاہر ایک
 تفریجی مقام پر جانا ہے۔“
 ”بہت خوب! ضرور جاؤ بھائی۔“ خان صاحب بولے۔
 طاہر نے صاف دیکھا کہ مبا کا چڑھا یک دم بھٹھ سا گیا تھا۔
 ”اور ہم گاڑی لے کر جائیں گے۔“
 ”اچھا... گاڑی میں جانا ہے... تھیک ہے۔“ سچ آکر گاڑی لے جانا۔
 ”شکریہ اکل۔“
 طاہر واپس جانے لگا تو مبا دروازہ بند کرنے کے بجائے اس کے پیچے باہر نکل
 کر کل آئی۔
 ”کیا سیر کے لیے جانا بہت ضروری ہے۔“
 ”بس... دوستوں کا اصرار ہے... جانا ہی پڑے گا۔“
 ”تو وہ چلے جائیں... تم نہ جاؤ... میں نہ کادن کیسے گزاروں گی۔“
 ”اوہ ہو بھی... سچ جا کر شام کو آ جائیں گے... شام کو میں گاڑی تو میں کھنڈی
 کرنے آؤں گا۔“

”اچھا جاؤ۔“ اس نے منہ پھلا لیا۔
 ”اگر اس انداز میں کوگی... تب تو ٹھیں جاؤں گا۔“ طاہر نے بھی جھلا کر کل۔
 ”اچھا ناراض نہ ہو... بس چلے جاؤ۔“
 ”تمہارا منہ ٹھیں بننے گا۔“
 ”تھیک ہے... ٹھیں بننے گا۔“ وہ نفس دی۔
 دوسرے دن سچ سورے طاہر وہاں گاڑی لینے گیا۔ دیکھ کے ہواب میں مبا
 نے ہی دروازہ کھولنا۔
 ”ایو، ای اور عادل سوئے پڑے ہیں۔“
 ”اچھا تو پھر... میں کیا کروں۔“

”پکو دیر کے لیے تو رک ہی سکتے ہو ہا۔“
 ”دوسٹ میرا انتظار کر رہے ہیں... گاڑی کی چالی دے دو۔“
 ”اچھا بیبا۔“ اس نے بھتنا کر کل۔
 اور چالی لینے کے لیے اندر پہنچ گئی۔ چالی دیستے وقت اس نے طاہر کے گال پر
 ایک تھیز بھی ریسید کر دیا۔
 ”ہاں! تم نے مجھے تھیز بارا۔“
 ”تو اور کیا کرتی... یہ تھیز ساتھ لے جانا۔ میری یاد دلاتا رہے گا۔“
 مکرال۔
 ”مہ ہو گئی۔“ اس نے تملکا کر کیا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔
 جب تک اس کی گاڑی مڑھیں گئی۔ وہ دروازے میں کھڑی رہی۔ اور جب
 گاڑی خلوں سے او جھل ہو گئی تو اس کی آنکھوں میں دو آنسو لا آئے۔ پھر دو توں
 آنکھوں کا ہل پر لڑک آئے۔ اس نے دروازہ بند کیا اور تھجے تھجے قدموں سے خل
 غانے میں واغل ہوئی۔ اب وہ تماز کے لیے وضو کر رہی تھی۔ تمaz کے بعد اسے دعا
 گئی تو مانگنا تھی۔ یہ کہ طاہر خیرت سے جائے اور خیرت سے واپس آئے۔ طاہر
 مرف ہٹ کلیمہ دوڑ ایک مقام پر جا رہا تھا۔ اور اسے یوں ٹھوس ہو رہا تھا جیسے وہ
 نہ جانے کتنی دور جا رہا ہو۔

پڑول پپ سے اس نے جب گاڑی میں موبائل آنکھ ڈالوایا تو پورا سوا یہ تھل
اس میں کم تھا۔
”باؤ جی۔ انا گھٹ موبائل آنکھ نہ ہون دیا کعنی۔ گذی جاہ ہو جاندی اے۔“
جل ڈالنے والے نے کہا۔
”چھا اچھا۔“ طاہر نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔
سڑاورد بیر کے دوران بھی طاہر چپ چپ رہا۔
”یار جسیں ہو کیا گیا ہے؟“ ذوق انتشار بولا۔
”پکھے نہیں۔ تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے۔“
”کس باتوں کو؟“
”جن باتوں نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔“
”اور جسیں کس باتوں نے پریشان کر دیا ہے۔“
”جن باتوں کو تم سمجھے نہیں سکتے۔“ اس نے فس کر کہا۔
اس نے اپنے چہرے پر خون ٹکوڑی طاری کر لی۔ ورنہ اس کے دوست اس کے
ہادے میں کیا خیال کرتے۔ لیکن اندر دینی طور پر وہ بجھا بجھا رہتا۔ بار بار اسے ایک
اصح اُس رہا تھا۔ آخر دہ داپس لوٹئے۔ طاہر نے گاڑی خان صاحب کے سین میں
کھنی کی اور چالی دینے کے لئے دستک دی۔ اس کی دستک مبا اچھی طرح پہنچانی
تھی۔ لذا دوڑ کر آئی۔ اور دروازہ کھول دیا۔
”میریے۔ تم آئی گئے۔“
”ہاں! لیکن اس وقت میں گھر جاؤں گے۔ یہاں کل آؤں گا۔“
”کیوں لیسے خیر تھے؟“
”بہت حکن محسوس کر رہا ہوں۔“
”وہ تو چہرے سے صاف نیک رہی ہے۔“ جما سکرا آئی۔
اور طاہر سکراتا ہوا مزید گیا۔ لیکن جو خنی وہ مڑا۔ اس کے چہرے کی سکراہٹ
کو محسوس نہیں ہوتے دی تھی۔ وہ تھکے تھکے انداز میں گھر میں داخل ہوا۔
”بہت تھک گئے طاہر۔“ اتنی دور جانے کی ضرورت کیا تھی۔“ جانی صاحب کی
کواز سنائی دی۔

طاہر نے گاڑی اس جگہ روکی جس جگہ اس کے دوست بیج تھے۔ کل آنھو
دوست جا رہے تھے۔ اور گاڑی میں آنھے افراد آسانی سے آ جاتے تھے۔ جو نہیں
گاڑی رکی۔ اس کے دوست دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے لگے۔
”بھی ذرا میں اس کا جعل پانی چیک کروں۔“
”ہوتا رہے گا بعد میں چیک۔ بلکہ وہیں جا کر چیک کریں گے۔“ اس کے
دوست صابر نے کہا۔
”نہیں بھی۔ اکل نے ڈرائیور گھک سکھاتے وقت گاڑی چلانے کے کچھ سنبھی
اصل بھی تھائے ہیں اور یہ بھی تھا ہے کہ اگر ان اصولوں پر عمل کر لیا جائے تو
راستے میں انسان پریشانی سے بچ جاتا ہے۔ چیک کرنے میں دیری کھنی گئے گی۔
ایک دو منٹ۔ اس کے بعد پڑول ڈالوائیں گے اور بس۔“ طاہر نے جلدی جلدی
کہا۔
اس نے گاڑی کا پانی چیک کیا۔ پانی کم تھا۔
”مرے! اس میں تو پانی کم ہے۔ جھرتا ہے۔“ طاہر چوک کر بولا۔
”اس میں جھرت کی کیا بات بھی۔“
”جھرت کی تو بات ہے۔ اکل کا اصل ہے۔ گاڑی کمیں لے جانے سے پہلے
اسے چیک کر لیں۔“ کل بھی اکل گاڑی کمیں تو لے ہی گئے ہوں گے۔
کیا انہوں نے تھل پانی چیک نہیں کیا ہو گا۔“
”اوہ ہو معمولی بات ہے۔“
”بھی معمولی نہیں ہے۔ فھوٹو۔ پہلے میں موبائل آنکھ دیکھ لوں۔“
اب طاہر نے موبائل آنکھ چیک کیا۔ تار اندر ڈال کر باہر نکلا تو موبائل آنکھ
بھی کافی کم نظر آیا۔
”مرے باپ رے۔“ طاہر کی شیخم ہو گئی۔ اس کا رنگ از گیا۔

"یہ بات نہیں اب"۔ ظاہر نے دکھ بھرے لجھ میں کہا۔

"تو پھر بات ہے وہ بتاؤ"۔

"اب! میں نے کسی قدر گاڑی چلانا ڈرائیور سے سمجھا۔ بالی ڈرائیور کاکل سے سمجھی ہے"۔

"تو کیا انہوں نے جرم کیا ہے"۔ جائی صاحب مکارے۔

"تی نہیں ابھی۔ جرم تو انہوں نے اب کیا ہے"۔

"کیا مطلب؟" وہ چوکے۔

"ایک بہت ہی عجیب بات سامنے آئی ہے ابھی۔ بہت ہی دکھ بھری اور چھپے والی"۔ ظاہر نے سرسراتے انداز میں کہا۔

"آخر ایسی بھی کیا بات ہو گئی ہے؟"

"ہمودی چلانا سمجھاتے وقت انہوں نے ڈرائیور کے کچھ اصول بھی مجھے بتائے ہیں۔ ان میں سے سب سے پلا اصول یہ ہے کہ جب گاڑی لے کر لٹکنے لگو تو پہلے گاڑی کا پانی اور سویل آکل چیک کر لیں۔ یہ دونوں چیزیں کم نہیں ہوتی چاہیں"۔

"تو پھر... کیا یہ بتا کر انہوں نے جرم کیا ہے"۔ جائی صاحب مکارے۔

"یہ بات نہیں اب"۔

"تو پھر بات ہے کیا۔ تم اس قدر پیشان کیوں ہو؟" انہوں نے حیران ہو کر کہا۔

"بات یہ ہے کہ صحیح جب ہم روان ہوئے گے تو میں نے گاڑی کا تحل اور پانی چیک کیا تھا۔"

"تم نے اچھا کیا تھا۔ پھر؟"

"گاڑی میں پانی تو کم تھا۔ مولی آکل بھی کم تھا۔"

"کیا... نہیں"۔ جائی صاحب پر بیم گرا۔

"ہاں ابھی اور تھوڑا بہت کم نہیں تھا۔ پورا سوالیز کم تھا۔"

"نہیں!!!!" وہ چلائے۔ ان پر یہ دوسرا بیم گرا تھا۔

"ہاں ابھی مولی آکل پر تو پیسے خرچ آتے ہیں۔ لیکن پانی پر تو کوئی بھی خرچ نہیں آتا۔"

"خاموش ہو جاؤ ظاہر۔ تم نے تو مجھے ہلا دیا ہے"۔

جائی صاحب کا رنگ اڑ گیا۔ جس دوست کو وہ آج تک تھوڑی ترین دوست خیال کرتے چلے آئے تھے۔ آج وہ چشم زدن میں بے خاک ہو گیا تھا۔ اس سے بھی خود غرضی اس دنیا میں اور کیا ہو گی کہ ایک دوست اپنے دوست کو مستحق طور پر استھان کے لئے گاڑی دے دے۔ گاڑی اسی کے پاس رہے۔ وہ دن رات اس سے فائدہ اٹھائے اور اس کے پار ہو گی۔ وہ صرف اتنا بھی نہ کرے کہ اس میں تحل پانی کم نہ ہوئے دے۔ یہاں تک کہ پانی بھی پورا نہ رکھ۔

"تھیں ابھی! یہ بات سو فتح درست ہے۔ میرے تمام دوست اس بات کے گواہ ہیں"۔

"ہمئے انہوں! بہت صدمہ ہو رہا ہے۔ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ اب۔۔۔ اب میں کیا کوئی۔۔۔ زرا نعموں مسٹری تصدق سے بات کرنا ہوں"۔

یہ کہ کر انہوں نے مسٹری کے فہرست میں دوسرے طرف سے جائی صاحب کی آواز سن کر مسٹری صاحب پر لے۔

"کیا حال ہے جائی صاحب۔ آپ کی گاڑی تو نمیک ہے"۔

"تھی۔۔۔ جی ہاں! آپ سے ایک بات پوچھتا تھی۔۔۔

"تھی پوچھئے"۔

"کسی گاڑی میں اگر مولی آکل کچھ کم ہو تو کیا اسے اسی حالت میں چلاتے رہتا ہاہیے"۔

"تھیں۔۔۔ گاڑی کو نقصان پہنچتا ہے"۔

"اگر سوالیز کم ہو تو کیا اس صورت میں چلاتے رہتا ہاہیے"۔

"میں بات کرتے ہیں جائی صاحب۔ آدھا لیٹر بھی کم ہو تو بھی گاڑی ہرگز ہرگز نہیں چلانی چاہیے"۔

"کوئی پانی۔۔۔ پانی، اگر کم ہو تو؟"

"اس صورت میں بھی گاڑی گرم ہو جاتی ہے۔ ایسا بھی نہیں کرنا چاہیے"۔

"کہو۔۔۔ اچھا بہت بہت شکریہ"۔

"آپ نے یہ کہل پوچھا۔ کیا ظاہر یہ بے وقوفی کر آیا ہے"۔

"فیں مسٹری صاحب۔ دیپے ایک بات آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں۔"

"اور وہ کیا؟"

"آپ خان صاحب کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ گاڑی رکھنے اور گاڑی چلانے کے بارے میں ان کا بہت پرانا اور وسیع تجربہ ہے۔ ہے نا۔"

"تی ہاں۔ بالکل۔ آپ سے قسمی ان کا دوست کون ہو گا۔ جنوں نے اپنی گاڑی مستقل طور پر انسیں دے رکھی ہے۔ لذا آپ مجھے سے زیادہ جانتے ہیں۔"

"میں آپ سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا ان جیسا آدمی اپنی گاڑی کے ساتھ ایسا سلوک کر سکتا ہے کہ گاڑی میں سالینز موبائل آکل کم ہو۔ اور پانی بھی کم ہو اور پھر بھی وہ اس کو چلاتا رہے۔"

"فیں۔ خان صاحب جیسے سمجھدار آدمی سے یہ موقع ہرگز فیں ہو سکتی۔"

"میرکری! میں مجھے یہی پوچھتا تھا۔"

یہ کہ کر انہوں نے ریپورٹ رکھ دیا اور طاہر کو مسٹری کے لفاظاً بتائے۔

"پھر۔ ایسے۔ اب آپ کا کیا پروگرام ہے۔" طاہر نے پوچھا۔

"میرا۔ میرا کیا پروگرام ہو گا۔ میری تو محل دنگ ہے۔ بہر حال فی الحال اسی طرح چلتے دو۔ پھر دیکھیں گے۔"

○☆○

اس کے ایک بہتے بعد جائی صاحب، خان صاحب کے ہاں پہنچے۔ صبا اور عادل دوڑ کر ان کی طرف آئے۔

"بیلوڑی۔ کیا حال ہے؟" وہ خونگوار انداز میں بوالے۔

"نمیک ہوں انکل۔"

"اور تم عادل؟"

"فرست کلاس انکل۔"

"خان صاحب۔ آج چل کر گاڑی کی نیونگ کیوں نہ کرائیں۔"

"نمیک ہے۔ چلے چلتے ہیں۔" وہ خوش ہو کر بوالے۔

دونوں گاڑی میں بینچ کر مسٹری تصدق کے پاس پہنچے۔ اس نے گاڑی کو چیک کیا اور چونک کر بوالا۔

"ارے! یہ کیا۔ ایرکلیز کے کاپ لکھے ہوئے ہیں۔ ارے باپ رے۔ اس

کے الجن میں تو مٹی جاتی رہی ہے۔ اور اپنے بک تو یہ نہ جانے کتنی مٹی کما چکا ہو۔

"اوہ!!" جائی صاحب پر تیرا بام گرا۔ انہوں نے فوراً خان صاحب کی طرف دیکھا۔ ان کے چہرے پر ایک نگہیانی مکراہٹ ہی۔

"آب۔ اب اس کا کیا ہو سکتا ہے۔"

"اب یا تو اس کا الجن کھلوائیں۔ درد پھر چلتے دیں۔ ہوتھان پہنچتا تھا۔" وہ تو اپنے بک جن کھاتے ہے۔

"جیسے آپ کی مرثی۔"

نیونگ کرنے کے بعد اور کچھ دوسرے کام کو والے کے بعد جائی صاحب نے مسٹری سے مل پوچھا۔

"اس نے قریباً ۳۰۰ روپے مل بنایا۔ جائی صاحب نے وہ رقم فوراً ادا کر دی۔ خان صاحب نے اخلاقاً" بھی نہ کہا۔ آپ رہنے دیں۔ گاڑی تو اب ہمارے استعمال میں رہتی ہے۔ یہ مل میں ادا کروں گا۔ لیکن انہوں نے الی کوئی بات سیکھی۔ یہ جائی صاحب پر چون قابض گرا تھا۔

اور وہ گاڑی لے کر چلتے آئے۔ شام کو طاہر سے ملاقات ہوئی۔ جائی صاحب نے ایرکلیز کی بات بھی اسے بتائی۔ وہ جiran رہ گیا۔

"اس کا مطلب ہے۔ وہ گاڑی کی قطعاً" دیکھے بھال نہیں رکھتے۔"

"فیں۔ کچھ دن پہلے عاول نے کھڑکی کا شیشہ توڑ دیا تھا۔ اس کے نئے شیشے کے پیسے میں ڈوں گا۔" نیک شیشے کے پیسے میں ڈوں گا۔

"اس کا مطلب ایسے۔ خان صاحب خالص خود غرض آدمی ہیں۔"

"ہاں! اب اس میں کوئی نیک نہیں رہ گیا۔ ہمارا ایرکلیز کو رانہوں نے اٹھا کر گھر میں رکھ لیا۔ آج نیک یہ نہیں کہا۔ یہ آپ کا ایرکلیز کو ریس کرنے عرصے سے پڑا ہے۔ لے جائیں۔ اسی طرح انہوں نے آج نیک سلٹر اور چولما اپنے خرید کر ہمارے دام پھنس گئی ہے۔ لیکن ان سب جزوں کا مجھے کوئی دکھ نہیں۔ ایرکلیز کی لائٹ ان کی خود غرضی کا ہے۔"

"پھر۔ اب کیا ارادہ ہے۔ ہم اپنی گاڑی والوں لے لیتے ہیں۔ اور دوسرا جیس بھی۔"

"اگر ہم ایسا کرتے ہیں۔ تو تعلقات بھی ختم ہوتے ہیں۔ اور ادھر تم صبا میں الجھے ہوئے ہو۔ اگر باور میان میں نہ ہوتی۔ تو ہم آج یعنی ایسا کر لیتے۔"

"یعنی ابھی ہم اپنی گاڑی ان کے پاس اب نہیں رہنے دیں گے۔" ظاہر نے جذباتی آواز میں کہا۔

"نہیں ظاہر۔ ابھی نہیں۔ ابھی مبرکہ۔ ہم کسی طریقے سے گاڑی والوں لیں گے۔ ہاں۔"

ظاہر خاموش ہو گیا۔ دوسرے دن وہ خان صاحب کے گھر پہنچا۔ صبا اس کا انتفار کر رہی تھی۔ وہ اب قریب قریب چار ماہ تک بالکل فارغ تھی۔

"روایت ہمارے لیے چار ماہ تک عیشی یعنی لکھتا ہے۔" صبا بولی۔

"مرے باپ رے۔ اس قدر لمبی عیش۔ میں روزانہ تو فیض آسکوں گا۔ اب اب کو ہمارے اس پچھر کا علم ہو گیا ہے۔" تو تم اشیں اس قدر عزز ہو۔ کہ تما شیں لکھا۔ اس لے دہ ہر طرح ہمارا ساتھ دینے کے لیے تیار ہیں۔ لیکن ابھی اشیں یہ علم تھیں کہ ہم اس طرح چوری چھپے ہی ٹلتے ہیں۔ بس وہ یہ جانتے ہیں کہ ہم دونوں ایک دوسرے کو بے حد چاہئے گے ہیں۔ اور سب کے ساتھ ہی ایک دوسرے سے ٹلتے ہیں۔ اس لے میں روز تو آشیں سکوں گا۔ اب ہوس پر تھک شور بھی خوب چلنے لگا ہے۔ دہاں سے میری غیر حاضری۔ میرا مطلب ہے مسلل غیر حاضری ان کی نکلوں سے چھپی نہیں رہے گی۔"

"ہنچھپی رہے۔ انکل تو ہمارے اپنے ہیں۔ ہمارے پیار۔ کہ ساتھی۔ دار کے ہر دو۔ ان جیسا انکل اور اب تو ڈھونڈے نہیں ملے گا۔"

"پھر بھی۔" ظاہر نے کہتا چلا۔

"بس کوئی پھر بھی، در بھی نہیں سنوں گی۔" بس تھیں روز آنا پڑے گے۔ چاہے تھوڑی دیر کے لیے یہ کیوں نہ آکے۔ پہلے تو دفتر کے طالبین کا مستقر تھا، ان کی نظروں سے بچ کر آتے تھے۔ اب تو اعلاءی آئکے ہو۔" میانے شوخ آواز میں کہا۔

"بپ۔ بات کو بھئے کی لاٹش یعنی نہیں کرئیں۔" ظاہر نے جھلا کر کہا۔

"نہیں سمجھوں گی بات۔ ہاں۔" اس نے آنکھیں نکالیں۔

"چھا بیلا۔ ہر روز آیا کروں گا۔"

اب ان کے دن اسی طرح گزرنے لگے۔ چار ماہ تک مسلل وہ تمامی میں ملا تھا۔ کرتے رہے۔ ان چار ماہ میں پچھو دن ضرور خالی گزرے ہوں گے۔ ہر جتنے کے دن۔ یا کسی مہمان کے آجائے کہ وجہ سے۔ خان صاحب بھی محصول کے مطابق ان کے ہاں آتے جاتے رہے۔ انہوں نے اپنیں پچھو گھوسیں نہ ہوئے دیا کہ اب وہ ان کے ہارے میں کیا سوچتے ہیں۔ چار ماہ پورے ہوئے میں ابھی پچھو دن باقی تھے کہ خان فیصل نے ملکان جائے کا پروگرام بنایا۔ ان کا پروگرام آئندہ دن کا تھا۔

"ہم آئندہ دن کے لیے ملکان جا رہے ہیں۔"

"ایشیں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"میں کیا کہ سکتی ہوں۔ اب س کا یہ فیصلہ ہے۔ اور جا بھی رہے ہیں تم لوگوں کی گاڑی میں۔ ابھی کی گاڑی تو بس ایسی ہی ہے۔ کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"جسھے۔ اور اعتراض نہ ہو گا۔ کمال کرتی ہو۔" میں آئندہ دن کس طرح گزاروں گا۔ پھر اسے آئندہ دن۔"

"جبوری ہے بھجنی۔ گزار لیتا رو بیٹھ کر۔" صبا نہیں۔

"وکھوں مل جائے والی باتیں نہ کرو۔ ورنہ مار بیٹھوں گا۔"

"تو میں کون سا ہاتھ روک لوں گی۔"

"اچھا یہ بات ہے۔" ظاہر نے جھپٹ کر اس کی کلاکی مورڑ دی۔

"ہائے مرگی۔" وہ چلا۔

ہونی ظاہر نے کلاکی کو چھوڑا۔ میانے اس کی کمرپر کوں کی ہادش کر دی۔ ظاہر پہنچنے لگا۔ اور پھر وہ لوگ آئندہ دن کے لیے ملکان چلے گئے۔ وہ بھی گاڑی لے کر جائی صاحب نے دل پر پھر رکھ لیا۔ جانے سے پہلے ان سے گاڑی کی کوئی بات نہ کی۔

آئندہ دن بعد ان کی واپسی ہوئی۔ ظاہر اور صبا کی ملاقاتیں پھر جاری ہو گئیں۔ ابھی چار ماہ پورے ہوئے میں چند دن باقی تھے۔ وہ اسی طرح ایک دن دوپر سے پہلے گھر میں بالکل ایکلے تھے اور اسی موضوع پر باتیں کر رہے کہ زندگی کے یہ چار تھوڑوں ترین بیٹھنے کی قدر جلدیت گئے کہ اچاک دروازے پر دھک ہوئی۔

"دونوں کا دل زور سے دھڑک اٹھا۔"

"بچاؤ جاتے لے آؤ جا کر دیکھ لوں گا جسیں۔"
 "اکل خدا کے لئے رحم کریں۔" - صبا بدستور روتے ہوئے بولی۔
 "کیا رحم۔ تم دونوں یہاں کھلیں کھلیں رہے ہو۔ دونوں کوئی اپنے گمراہوں
 کی حرمت کا خوف نہیں۔"
 "وہ اکل۔ ہم ایک دوسرے کو۔" - صبا نے کہنا چاہا۔
 "خاموش! وہ دھاڑے۔
 "میں ابھی آیا صبا۔ گمراہاں نہیں۔"

"یہ کہ کر طاہر تیزی سے گھر سے نکل گیا۔ وہ موڑ سائکل پر خان صاحب کے
 درخت پہنچا۔ اس کے چہرے پر شدید گھبراہٹ کے آہار تھے۔
 "لکھا بات ہے۔ طاہر خبر تو ہے۔"
 "اکل جلدی کریں۔ گھر پڑنے میرے ساتھ۔"
 "لیا ہوا۔ مبا تو نیک ہے نا۔ مہر۔ تم ہمارے گھر سے کیوں آئے
 گھر۔ کیا تم اپنے گھر کی بات کر رہے ہو؟" - ان کے لجھے میں حرمت ہی حرمت تھی۔
 "نہیں اکل! میں آپ کے گھر میں تھا۔ میں اور صبا بیٹھے باتمیں کر رہے
 تھے۔ کہ اپر سے فیض صاحب آگئے۔ اب وہ گرج بر س رہے ہیں۔"
 "اوہ! خان صاحب کا رنگ اڑ گیا۔ پھر انہوں نے سنبھال کر کہا۔
 "لیکن تم گھر کیا کرنے آئے تھے۔"
 "پکھو نہیں اکل۔ صبا سے گپ پٹ لائے چلا آیا تھا۔"
 "ہوں۔ اچھا آؤ۔" انہوں نے کہا اور طاہر کو لے کر گھر آئئے۔ اندر فیض
 صاحب کا چڑواہی بکر سرخ تھا۔

"آپ دیکھ رہے ہیں خان صاحب۔" یہ دونوں یہاں اکٹے تھے۔ آج کل صبا
 قابو ہے سکھل سے۔ اپ روزت نکلنے تک اسے گھر میں ہی رہتا ہے۔ تو اس وقت
 تھاں کی کوئی وقت طاہر یہاں کیوں موجود تھا۔
 "میں اپنیں سمجھا لوں گا۔" - خان صاحب بولے۔
 "ماں ہائی۔ یہ آپ کہ رہے ہیں۔ میں اپنیں سمجھا لوں گا۔" میں کہتا
 "اہلہ میرے سامنے اس لڑکے کا واظہ بیٹھ بیٹھ کے لے بند کر جائی۔"
 "میں اسی وقت دروازے کی تھیں بھی۔"

"یہ اس وقت کون آگیا؟"
 "آیا ہو گا کوئی سو میں دیکھتی ہوں۔" - صبا نے لاپرواٹی سے کہا۔
 "جاںے دروازہ کھولا۔ طاہر ڈرائیکٹ روم میں ہی بیٹھا رہا۔" نہ جانے کیوں اس
 کا دل دھڑک رہا تھا۔
 "کیا حال ہے صبا۔" - طاہر نے خان فیلی کے رشتہ دار فیض صاحب کی آواز سنی
 جو فریق کے بیکنک تھے۔

"آئیے اکل۔ نمیک ہوں۔"
 "جنونی وہ اندر داخل ہوئے۔ ان کی نظر طاہر پر پڑی۔
 "بیس۔ یہ یہاں کیا کر رہا ہے۔" تم اس وقت گھر میں اکلی ہوئے اور یہ سے یہ
 بھی۔ - فیض صاحب دھک سے رہ گئے۔
 "یہ ابھی آئے ہیں اکل۔ ان کے اب کے ٹالوں کے مسودے یہاں
 تھے۔ وہ لینے کے لئے آئے ہیں۔ اسی ان کے ٹالوں کی پروف رینگ کرتی ہیں
 ہا۔" - صبا نے فوراً بات بنائی۔
 "تم میری آنکھوں میں دھول نہیں جھوک سکتیں۔ میں سمجھ رہا ہوں کہ کیا
 چکر ہے۔ آج کے بعد میں اس لڑکے کو یہاں نہ دیکھوں۔"

"آپ ہمارے محاطے میں دھل دینے والے کون ہیں؟" طاہر کو غصہ آکیا۔
 "لکھا۔ یہ تم نے بھرم سے کہا۔ میں کون ہوں۔ میں مبا کا بھاگا ہوں۔" وہ بھی
 چلائے۔

"ہوں گے۔ میرے یہاں آنے جانے پر گھر کے کسی فرد کو کوئی اعتراض
 نہیں۔ آپ کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے۔" طاہر بولا۔
 "طاہر چھپ رہو۔" - صبا نے گھرا کر کہا۔
 "آج میں بھائی صاحب اور بھا بھی صاحب سے بات کر کے یہاں سے جاؤں
 گا۔" فیض صاحب چلائے۔ صبا اور گھرا بھی۔

"خدا کے لئے اکل۔" - صبا نے روتے ہوئے کہا۔
 "نہیں۔ اب یہ ہو کر رہے گا۔"
 "تم فکر نہ کرو۔ میں ابھی دفتر سے اکل کو لے کر آتا ہوں۔" طاہر نے
 کہا۔

"خوب سوچ لو۔"
"میں سوچ پہلی ہوں اب تو۔"
"چھا مبارے میں جیسی اپنی اٹا کی بھیت نہیں چڑھاؤں گا۔ میں یہ رشتہ کر سکتیں۔"

وہی گا۔
"تو اب کتنے انتھی ہیں۔" مبارے سے پت گئی۔
"چلو چلو۔ چاؤ نہیں۔ مکسن نہ لگاؤ۔" وہ فس دیکھ
○ ۵۰ ○

دوسرے دن طاہر پھر مبارے کے پاس موجود تھا۔

"ایک بات بتاؤں۔" مبارے سخن ہو رہی تھی۔

"آج ضور کوئی خاص بات بتانے والی ہو۔ چوتھا رہا ہے۔"

"کوئی ایسی وکی خاص۔" مبارے شرمند از میں کمل۔

"چھا اب بتاؤ بھی۔"

"میرا روز کرنے والا ہے۔" مبارے اسے عج کرنے کے لئے کمل۔

"یہ خوش بھی ہے۔ بھی تم سکول کی لائیک ترین طالبہ رہی ہو۔ طاہر ہے۔
تم بہت انتھی نبیوں سے پاس ہو گئی۔ یہ خیرت مجھے پلے ہی معلوم ہے۔"

"چھا تو پھر ایک اور خیر من لو۔"

"ہاں ایک اور والی سناؤ۔"

"وہ خیر ہے کہ روز کرنے کے بعد میں کافی جانے لگوں گی اور حماری ان

لاقاویوں کا سلسلہ ختم۔" اس نے شوخ انداز میں کمل۔

"حد ہو گئی۔ کیا آج کے دن ایسی ایسی خوش بیویاں ہی سناؤ گی۔"

"خیر۔ تم بھی کیا یاد کرو گے۔ اب نایا دوں۔ اب نے رات مجھ سے پوچھا

تھا۔ کیا میں تمہارے بارے میں سمجھدہ ہوں۔ میں نے کہ دیا کہ ہاں! بالکل سمجھدہ

ہوں۔"

"پھر انہوں نے کیا کہا۔" طاہر بے ہمت ہو گیا۔

"مجھ سے تیر کر انہوں نے کہا۔ یہ شادی نہیں ہو سکتی۔" مبارے کمل۔

"میں رہنے دو۔ چو وکھ اور کہ رہا ہے۔ تم ایک جگہ کرنے میں ہاکام ہو۔
جلدی جاؤ۔ کیا کہا انہوں نے۔"

"ای آگھیں۔" مبارے چونکہ کمل۔
خان صاحب دروازہ کھولنے پڑے گئے۔ اندر کی فنا دیکھ کر وہ ٹھنک کر رک

پھر مکرا کر بولیں۔
"خبر چھے؟"
اسیں ساری بات تائی گئی۔ ان کے چہرے سے ایک رنگ آکے گزرا گیا۔

"فیض صاحب طاہر اس گھر کا ہی ایک فرد ہے۔ آپ کو اس پر اس طرح
گرفتہ ہرستے کا کوئی حق نہیں تھا۔"

"اوہ! نوت یہاں تک چلتی ہے۔ میں چلا۔ شکریہ۔" یہ کہ کردہ ایک
جگہ سے اٹھے اور باہر کی طرف چلے گئے۔ کسی نے اسیں روکنے کی کوشش نہیں
کی۔

"طاہر! جو ہوا۔ یہ تو چاٹ۔ تم آئے کس لے تھے؟"

"بیں آئی! مبارے گپ پٹپٹ لگائے۔"

"وہ مکرا دیں۔ خان صاحب دفتر چلے گئے۔ بات آئی ہو گئی۔
جانی صاحب نے خان نیلی کی دعوت کی۔ وہ سب دعوت میں آئے۔ کھانے
کے دوران بیکم جانی نے کمل۔

"مبارے اور طاہر کے بارے میں بھی کچھ خود کریں۔ ہم سب کی یہ خواہیں ہے
کہ یہ رشتہ ہو جائے۔"

"مبارے بھی چھوٹی ہے۔ سوچیں گے۔" خان صاحب بولے۔

"بڑی ہوتے کیا دیر لگتی ہے بھائی صاحب۔" بیکم جانی مکرا اسیں۔

"سوچیں گے بھی۔" انہوں نے نرم اور میٹھے انداز میں کمل۔

"بیکم جان کھانا ہوتا ہے نا۔ وہاں ہی رشتہ ہو کر رہتا ہے۔ لہذا لگرنے
کرد۔" جانی صاحب بولے۔

"اٹک! بیکم خان بولیں۔"

اسی شام خان صاحب نے اپنے گھر جا کر مبارے پوچھا۔

"مبارے کیا تھا۔ طاہر کے بارے میں سمجھدہ ہو۔"

"ہاں اب تو۔"

”داخ تھیں پل گیا۔ یہ میں کس طرح کر سکتا ہوں۔“
 ”اوہ۔ بھی بعد میں سب کے سامنے آ کر یہاں زیادہ وقت گزار لیا کر دے۔
 اس وقت کون روکتا ہے۔“ اس نے جمل بھن کر کہا۔
 ”پسیں۔ ہو مرا ان ملاقاں میں ہے۔ وہ ان میں نہیں۔“
 ”تم تو ہو پاگل اچھے بھتے۔ اپنے ساتھ مجھے بھی ذمیل کراؤ گے۔ مجھے تو چجع
 اب بہت ذرگئے کا ہے۔“
 ”اب اتنی بینعل بھی کس کام کی۔“
 ”مجھے تم سے بھی خوف آئے لگا ہے۔ کس نے پاکی سے تم ابو کو پلاٹے پڑے
 کئے تھے۔“
 ”میں کل سے اس قدر احتیاط ضرور کروں گا کہ اکل کے جا پہنچنے کا اطمینان کر
 لے کر دیں گے۔ لیکن اس کی ترکیب کیا ہو۔“
 ”بیس تم لیٹ کیا کر دے اور اپنی جان کے آئے سے بہت پلٹے پڑے جایا کرو۔“
 ”کوئی اور ترکیب نہ ہو۔“
 ”تب پھر۔ جب تک ابو گھر میں ہوا کریں گے۔ میں حکمتی کا ہیں آف رکہ
 کروں گی۔ جب تم اوتھے حکمتی بجاو۔ اگر حکمتی بجھے کی آواز سنائی نہ دے تو فوراً واپس
 بٹ جائے کوئے کوئے اس صورت میں ابو اندر ہوں گے۔“
 ”یہ ترکیب سب سے خوبصورت ہے۔“ طاہر نے خوش ہو کر کہا۔
 ”لیکن۔ دوپر کے وقت تم خطرہ مول یلتے ہو۔ اس کا حل یہ ہے کہ اپنی کے
 آئے سے ”کچھ پلٹے جایا کرو۔“
 ”چھا خوب۔ یہ نی سکی۔“
 ”میں اس وقت حکمتی بجی۔ بیکم خان آگئی تھیں۔ جا فوراً دروازے کی طرف
 چھی اور طاہر ڈرائیکٹ روم کے دروازے کی طرف۔ اوہرہ اندر داخل ہو گئی۔
 ”اکرستے دن وہ قدر سے لیٹ دیا گیا تھا۔ خان صاحب جا پہنچے تھے۔
 ”اٹ قبے۔ اب پھر آگئے۔ جانتے ہو۔ جب تک تم یہاں رہتے ہو۔ میرا
 دل وہڑا رہتا ہے۔
 ”اے کیا کیا جائے۔ پیار کرنے والوں کے دل تو دھڑکا ہی کرتے ہیں۔“

108
 ”یہ کہ میں حسین اپنی اناکی بھیت نہیں چھڑاؤں گا۔ یہ رشتہ کروں گا۔“
 ”اُرے۔ اکیا واقعی۔ یہ کہا ہے انہوں نے۔“
 ”تمساری حرم۔“
 ”ویری گن۔ مار لایا میدان پھر تو۔“
 طاہر اس سے پت کیا۔
 ”اب اپنی کے آئے کا وقت ہو رہا ہے۔ اب تم پڑے پھر تے نظر آؤ۔“
 ”پسیں۔ جب وہ آ جائیں گی۔ چلا جاؤں گا۔ دوسرے دروازے سے۔
 اوہرہ سے وہ داخل ہوں گی۔ اور اوہرہ میں ڈرائیکٹ روم سے نکل جاؤں گا۔“
 ”اٹ۔ آخر تم اونچ ڈھینٹ کریں ہو۔ ہر روز تم سے کہتی ہوں۔ اپنی کے
 آئے سے چھ منٹ پلے چلے جایا کر دے۔ لیکن میں انہیں اس وقت جانتے ہو۔ جب وہ اندر
 داخل ہو رہی ہوتی ہیں۔ انہوں نے کسی دل حسین نکلتے دیکھ لیا۔“
 ”کوئی بات نہیں۔ کچھ شیں کہیں گی وہ۔“
 ”اٹ وہ۔ ٹیم صاحب والے واقعی کے بعد ہمیں حد درجے احتیاط کرنے
 چاہیے۔ صحیح بھی تم اتنی جلدی آ جاتے ہو۔ حالانکہ جانتے ہو۔ کبھی کبھی ابو لیٹ
 ہو جاتے ہیں۔ دیر سے لٹکتے ہیں وغیرہ جانے کے لیے۔ ایسا نہ ہو۔ کسی دل وہ اپنی
 گھر میں ہوں اور اوہرہ تم حکمتی بجاو۔ اس کا مطلب پا کیا ہو گا۔ میاں ٹکرماندان
 انداز میں کہا۔
 ”اس کا کیا مطلب ہو گا۔ یہ بھی جادو۔“
 ”اکر صحیح حسین ابو نے پکڑ لیا اور بعد دوپر کے وقت اپنی نے اور دلوں نے
 اس بات کا ذکر ایک دوسرے سے کر دیا تو یہ بات ان پر واضح ہو جائے گی کہ تم چارہ
 سے یہاں صحیح آکر بعد دوپر جاتے ہو۔“
 ”ہیوں۔ یہ تو واقعی خطرناک بات ہو گی۔“
 ”تب پھر۔ کیا کیا جائے۔“
 ”صل تو بہت آسان ہے۔ تم ماں بھی۔“ میاں برماں کر کہا۔
 ”اچھا جاتا۔ میں ضرور ناہوں گا۔“
 ”تم گیارہ بیجے کے قریب بس ایک دو منٹ کے لیے آ جایا کر۔ اس طرح
 کوئی خطرہ نہیں ہے۔“

”خدا کے لیے تھوڑی دیر بیٹھ کر چلے جاتے۔ گل بھی میں اس وقت کھے جب اسی اندر داخل ہو رہی تھی۔ ہے کوئی سمجھ۔ کچھ میرا عی خیال کرو۔“
”تسارا خیال کرتے کرتے تو قوت یہاں تک پہنچتی ہے۔“ طاہر سکرایا۔
”تو تم جلدی نہیں جاؤ گے۔“
”نہیں۔“

”اپنے بالک! دیکھو میں ناراض ہو جاؤں گی۔ نہیں بات کروں گی تم سے۔“
”چھا خوب میں آئتی کے آئتے سے کچھ دیر پہلے چلا جاؤں گا۔ بس۔“
”یا اللہ تیرا شکر ہے۔“ اس نے سکون کا سانس لیا۔
”لیکن ہوا وہی۔ بیکم خان کے آئے کا وقت ہو گیا۔“
”بُب اسی کے آئے میں صرف چند منٹ رہ گے ہیں۔ اب تو چلے جاؤ۔“
”نہیں جاتا۔“
”بُوہیت ہو پورے۔ خدا کا خوف کرو۔“
”چھا جاتا ہوں۔“

لیکن اس نے جاتے جاتے بھی اتنی دیر لگا دی کہ بیکم خان نے گھنٹی بجا دی۔

○*○

جاتی صاحب کی بھائی کی شادی میں چند روز باقی تھے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ اس دوران انہیں گاڑی کی ضرورت پڑے گی۔ لہذا انہوں نے خان صاحب سے ملاقات کی اور اس دوران کمال۔
”خان صاحب! میری بھائی کی شادی ہو رہی ہے۔ آج کل ہمیں گاڑی کی ضرورت کی وجہ سے بھی پیش آ سکتی ہے۔ مولانا فرم اکبر ان دونوں گاڑی ہمارے لیے فائز گردیں۔“
”لیکر ہے۔ جس وقت چاہیں لے جائیں۔ میں کھڑی ملے گی۔“
”میرا۔“
”میرا۔ بہت بہت۔“
”اوہ را اور کی پاس کر کے اٹھ گئے۔ دو دن بعد انہیں گاڑی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ انہوں نے طاہر سے کہا۔
”طاہر! ذرا گاڑی لے آؤ۔“
”تی اچھا۔“ طاہر نے کہا اور خود موڑ سائیکل پر بیٹھ کر خان صاحب کے گھر پہنچا۔ دروازے کی گھنٹی بجائی تو عادل نے دروازہ کھولا۔
”آہا! طاہر بھائی۔“ عادل چکا۔
”گاڑی کی ابو کو ضرورت ہے۔ چالی دے دے۔ تاکہ میں دفتر سے جا کر گاڑی نکل لاؤں۔“
”لیکن گاڑی تو۔“ عادل کہتے کہتے رک گیا۔
”لیکن گاڑی تو کیا؟“ طاہر نے اسے گھوڑا۔
”لیکن گاڑی تو ای اب لے کر کہیں گے ہیں۔ مباہمی ساتھ گھی ہے۔“
”ہمیں! لیکن ابو نے تو انکل کو چاہا تھا کہ ان دونوں گاڑی کی ضرورت کسی وقت بھی پڑ سکتی ہے۔“

دیں کھڑی کر دی۔ پانچ چہ دن شادی کے پنکے میں گز رکھے۔ ان کے بعد جاں صاحب اور طاہر آٹھے خان صاحب کے گھر گئے۔ طاہر نے آگے بڑھ کر اپنے خاص انداز میں وحک دی۔ دروازہ کھلا، خان صاحب کی قفل نظر آئی۔

”آئیے جائی صاحب۔ آؤ طاہر۔“

انہوں نے صاف محسوس کیا کہ ان کے بچے میں وہ گرم جوشی نہیں تھی۔ جو آج سے پہلے یہی محسوس کرتے رہے تھے۔ اندر بڑھے تو یکم خان نظر آئیں۔ انہوں نے بھی روکے پہلے انداز میں کما۔

”آئیے بھیں۔“

”دون قرباً آجھ گھنٹے تک بیٹھے رہے۔ یعنی دوسری طرف سے روکے پہلے انداز میں ہاتھی کی گئیں۔ البتہ با اسی طرح گرم جوشی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ عادل بھی چھوڑ خالی پلے کی مانند کر رہا تھا۔ دونوں آٹھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہیں روکتے کی کوشش بھی نہیں کی گئی۔ مبارکہ ضرور کہا۔

”بھیں نا اکل۔ آج اتنی جلدی جا رہے ہیں۔“

”ہاں! ابھی کچھ کام باقی ہیں۔ ٹھریہ مبا۔“ جائی صاحب نے بچھے دل سے کہا اور ہاہر کل آئے۔ موڑ سائیکل پر بیٹھتے ہوئے جائی صاحب پولے۔

”کار طاہر۔ یہ تو بالکل بدلتے گئے۔“

”لیکن ابھی عبا نہیں بدلتی۔“

”اور نہ عادل میں ہم نے کوئی تبدیلی محسوس کی۔“

”ہاں! آگے آگے دیکھنے ہوتا ہے کہا۔“

”ان گزرتے رہے۔ انہوں نے آٹا جانا چاری رکھا۔ لیکن ان کی دوسری چاری رہتی۔ طاہر سے بھی اب وہ بہت کم خپٹے کھنپتے رہنے لگے تھے۔ وہ ابھیں کا فکار ہو گیا۔ پہلے وہ گھنٹوں اس گھر میں گزارا تھا۔ اب بہت کم وقت کے لیے جاتا۔

”ایک دن اپسیں پھر تھائی کا موقع میر آیا۔“

”وقت نے دیکھا سب سے۔ ہم نے گاڑی کیا واپس لی۔ دنیا بدلتی گئی۔ نہ اکل وہ رہے۔ نہ آئتی۔“

”تیر تھمارا وہم ہے طاہر۔“

”خیل مان لیا۔ یہ میرا وہم ہو سکتا ہے۔ لیکن ابو کو تو وہم نہیں ہو سکتا۔“

”بہی! انہوں نے سوچا ہو گا۔ کیا خبر ضرورت پڑتی ہے ما نہیں۔ لیکن“

”جلدی آ جائیں گے۔“

”وہ گئے کس کے گمراہ۔“

”شین کے پاس ان کے کسی دوست کے گھر ہے۔“

”ہم مجھے پہا بھجا دیں۔ میں وہاں چلا جاتا ہوں۔ وہ خود تو نہ جانے کہ آئیں گے۔“

عادل نے پہا بھجا دیا۔ طاہر کو سخت غصہ آ رہا تھا۔ وہ شین کے پاس ان کے دوست کے ہاں پہنچا تو خان صاحب وہاں سے واپس جا پہنچے تھے۔ طاہر پھر ان کے گھر آیا تو خان صاحب وہاں پہنچ پہنچے تھے۔ اور عادل انہیں اس کے بارے میں تاپکا تھا۔ طاہر نے ان سے کوئی بات نہ کی اور چالی لے لی۔ گاڑی لے کر چلا آیا۔

”وہ لوگ تو گاڑی لے کر گئے ہوئے تھے۔ حالانکہ آپ نے ان سے کہ بھی دیا تھا کہ گاڑی کی کسی وقت بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔“

”یہ تو بت بڑی زیادتی کی بات ہے۔ میرے کئے کے باوجود وہ گاڑی لے گئے۔ کچھ بھی خیال نہ کیا۔ کیا ہمارا اپنی گاڑی پر اتنا بھی حق نہیں رہا۔“ جائی صاحب نے جلے بھنے انداز میں کما۔

”میں تو کہتا ہوں۔ اب گاڑی انہیں دیں ہی نہ۔ کھڑی بھی ان کے دفتر میں نہ کریں۔ ہم کہیں اور کھڑی کر دیتے ہیں۔“ طاہر نے کہا۔

”ویکھ لو جھی۔ کہیں تعلقات خراب نہ ہو جائیں۔“ جائی صاحب پولے۔ ”لیکن ابھی۔ اب ہم اپنی گاڑی چاہ کرالیں۔ اور خود کو اس سے بالکل الگ کر لیں۔ اس حد تک کہ ضرورت کے وقت بھی اسے حاصل نہ کر سکیں۔“

”بھی سوچ لو۔ پھر نہ کہتا۔ یہ ہو گیا۔ وہ ہو گیا۔“

”نہیں۔ میں کچھ نہیں کوں گا۔ آپ اب گاڑی انہیں نہ دیں۔“

”نہ اپنے نہ ہو جائیں۔ کہیں تھمارا اور مبا کا معاملہ کھٹائی میں نہ پڑ جائے۔“

”نہیں پڑے گا۔ میا اپنے ارادے میں پختہ ہے۔“

”اچھی بات ہے۔ ہم آج ہی گاڑی کھڑی کرنے کی دوسری جگہ دیکھ لیتے ہیں۔“

”اس روز گاڑی کھڑی کرنے کے لیے انہیں ایک جگہ مل گئی۔ طاہر نے گاڑی

تو اس قسم کے معاملات کو فوراً بھاپ لیتے ہیں، تاول تکار جیں آخر۔
”مچا چھوڑو۔ آہست آہست نیک ہو جائیں گے۔ یہ چار ماہ بھی اب ختم ہوا
چاہئے ہیں تا۔ پھر میں کالج جلیا کر دیں گی۔“
”اور ہماری ان ملاقاتوں کا سلسلہ ختم ہو جائے گا۔ لیکن مبا اب یہ مجھ سے
برداشت نہیں ہو گا۔“
”کیا؟“

”ان ملاقاتوں میں رکاوٹیں۔ تمہیں کالج سے کم از کم بیٹھتے میں ایک چھٹی
ضرور کرنا ہوا کرے گی۔“
”تم کوئی ایک دن مقرر کرو۔ اس دن چھٹی کر لیا کریں گے۔“
”پسلے مجھے کالج تو جانے دو۔ پھر بتا دوں گی۔“ مبا سکرائی۔
”چھا! اب میں چلنا ہوں۔ حالات اب اپنے خلاف نظر آتے ہیں۔ دیے تم
نے بتا یا نہیں گھر میں گاڑی کے سلسلے میں کیا باتیں ہو گیں۔“
”ہاں! وہ میں تمہیں بتا دیتی ہوں۔ اب اور ای دلوں نے سخت غصے کا انہصار
کیا تھا۔ ای تو اس بات پر غصہ تمہیں کہ انکل سے اس بات کا ہواب لیا جائے کہ
انہوں نے یہ گاڑی کے سلسلے میں کیا کیا۔ لیکن اب نے انکل سے اس سلسلے میں کوئی
بات کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم ان لوگوں سے تعلقات خراب نہیں کرنا
چاہیے۔“

”اور پچھہ؟“
”اور یہ کہ میں نے ضرور ایک دو باتیں اس گھنگٹو کے دوران کی تھیں۔“
”اور وہ کیا؟“
”یہ کہ اب کیا ہو گیا۔ اگر انہوں نے اپنی گاڑی پھر سے واپس لے لی۔ سچے
عرسے تک ہمارے پاس رہی بھی تو ہے۔ کوئی اس طرح رہتا ہے اپنی گاڑی کسی کس
جس طرح انہوں نے دی۔“

”بہت خوب! تو تم نے یہ بات کہی تھی۔“
”ہاں! اور مجھے ڈانٹ مل گئی۔“ مبا سکرائی۔
”اوہ ہو اپھا۔ کیا الفاظ شنا پڑے۔“
”تم چپ رہو مبا۔ اور میں چپ ہو گئی۔ اور کیا کرتی۔“

”چلو چھوڑو۔“
”لیکن۔ گاڑی کا یہ کیا پچھر ہے۔“
”یہ اب تائیں گے کبھی۔ میں نہیں تا سکتا۔“ طاہر نے اپنا پسلو بچایا۔
”خیر مجھے کیا۔ مجھے تم سے محبت ہے۔ اور اس محبت کا تعلق گاڑی سے
ہرگز نہیں ہے۔“
”وہ تو میں جانتا ہوں۔ یہ محملہ ہی کچھ ایسا ہے۔ اب کو لوگوں نے گاڑی کے
سلسلے میں بہت طنے دینے شروع کر دیے ہیں۔“
”میں نے کہا تا مجھ سے تم گاڑی کا ذکر نہ کر۔“ مبا نے آنکھیں نکالیں۔ پھر
گھنٹی کی طرف دیکھ کر بولی۔
”بس اب جاؤ۔ کہیں ابی نہ آ جائیں۔“
”اگر آ بھی گھنٹی تو میں اس طرف سے انکل جاؤں گا۔“ طاہر نے دروازے
دروازے کی طرف اشارہ کیا۔
”محبت ہو تو۔ اب جلتے ہو یا نہیں۔“
اور طاہر نے اس کی بات مان لی۔ ایک دو ابھی گیا نہیں تھا کہ گھنٹی بھی۔
مبا نے چونکہ کرو کھلا۔
”یہ آج اس وقت کون آگیا ہے؟“
”انداز اب کا ہے۔ تم خصل خانے میں چلے چاؤ۔“
طاہر فوراً خصل خانے میں چلا گیا۔ ان دلوں خان صاحب نے اپنی کار کا چادر
ایک دوسری کار سے کیا تھا اور اسے گھر میں کھنڈی کرنے کے لئے دوسرا دروازہ بڑا
کو لیا تھا اور لوہے کا دروازہ لگو لایا تھا۔ ابھی ایک دن پسلے متعار دروازہ لصب کر گئے
تھے۔ مبا نے دروازہ کھولا تو وہ سیدھے اس دروازے کی طرف آگئے۔
”مسٹری نے کہا تھا۔ اس کو کل کھول کر دیکھیں۔ سو میں اس وقت دفتر سے
ای کو دیکھنے آیا ہوں۔“ وہ بولے۔
اب جس چکر ہے کھڑے تھے۔ خصل خان ان کی پشت پر تھا۔ خصل خانے کا
دروازہ طاہر بند نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ دروازے کی دراصلی اوت لے ہوئے تھا۔
لیکن اگر خان صاحب خصل خانے کی طرف دیکھ لیتے تو طاہر اپسیں فوراً نظر آ جاتا۔
دلوں کے دل بہت تیزی سے دھڑک رہے تھے۔ لیکن خان صاحب دروازے کو

چک کر کے واپس مڑ گئے اور وہ توں کی جان میں جان آئی۔

"آج تو تم نے مجھے موہنی دعا تھا۔ اف ماک"۔ میا نے جھر جھری لی۔

"تم اس قدر نہ ڈرا کرو"۔ طاہر مسکرا یا۔

"اب کہیں ایسی نہ آ جائیں۔ جاؤ۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔

طاہر نے اس کی بات مان لی اور چلا آیا۔ اسی روز ان کے گھر تک آئی آئی۔ وہ ان کے پڑوی تھے۔

"آج ایک سیاسی رہنماء ہمارے ہاں تقریر کرنے آ رہے ہیں جو وقت ان کی آمد کا ہے۔ وہی وقت لوڈ شیڈنگ کا ہے۔ آپ کے ہاں جزیرہ ہے۔ اگر آپ آج رات کے لئے وہ ہمیں دے دیں تو بڑی صورتی ہو گی"۔

"اوہ۔ وہ تو ایک دوست کے ہاں پڑا ہے۔ بھیک کو اتنے کے لیے بھیجا تھا"۔

"تو مسکواں ہیں"۔

"چھی بات ہے۔ آپ جائیں۔ میں مسکوا تما ہوں"۔ جائی صاحب بولے۔ ان کے جانے کے بعد انہوں نے طاہر سے کہا۔

"بھی طاہر! موقع اچھا ہے۔ آج خان صاحب کے ہاں سے جزیرہ لانے کی معقول وجہ ہمارے پاس ہے۔ کیا خیال ہے؟"

"نیک خیال ہے۔ میں ابھی گاڑی لے کر جاتا ہوں"۔

طاہر گاڑی لے کر وہاں بیٹھ گیا۔ جب وہ جزیرہ کے واپس لوٹا تو بولا۔

"اف ماک۔ بت مسئلہ کام تھا۔ وہ تو کسی طرح جزیرہ دینے کے لئے تیار ہی نہیں تھے"۔

"لیکن کیوں۔ ہماری تھیں ہے"۔

"آنٹی کہہ رہی تھیں۔ کہ ہم نے تو تمہارے ابو سے جزیرہ خرید لیا ہے۔ اس کا سووا کر لیا ہے"۔

"ہو سکتا ہے۔ کوئی ایسی بات ہوئی ہو۔ لیکن۔ مجھے اچھی طرح یاد نہیں۔ تاہم اگر سووا ہوا تھا تو وہ اس کے پیسے دے دیتے۔ بغیر چیزوں کے بھی سووا ہوئا ہے۔ چلو ختم کسی سوچا جزا جزیرہ ہمیں مل گیا"۔

"لیکن ابھی تو کمی چیزوں ہماری وہاں موجود ہیں۔ اسے کور گیس کا سلنڈر، ہمیں کا چھپا، ایک ایر پیپر لائٹ، ایک ٹیپ ریکارڈر۔"

"ان چیزوں کی فی الحال بات نہ کر۔ ابھی تو یہ دیکھو کہ جزیرہ اخالتے پر کیا روشن ہوا ہے"۔
دوسرے دن جائی صاحب ان کے گھر گئے تو جزیرہ اخالتے جانے کے سطھ میں خوب ملتے دیئے گئے۔ یکم خان نے کہا۔
"ایک ایک کر کے اپنی چیزوں اخالتے جا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کوئی گھبراہٹ ہو گئی ہے"۔
"میں۔ اسی کوئی ہات نہیں۔ اس کی ضرورت پڑ گئی تھی"۔ جائی صاحب نے گھرا کر کہ۔
"بھی چھوڑ۔ فتح کریں۔ آئیے آپ"۔ خان صاحب اپنی اندر لے گئے۔

○☆○

طاہر حسب معمول خان صاحب کے گھر میں موجود تھا۔ کہ اپاں کھنچتی بھی۔
باندھ سے اچھا۔
"یہ آج ایسی جلدی کیوں آگئیں"۔
"گھر لے کی ضرورت نہیں۔ میں دوسرے دروازے میں سے نکل جاتا ہوں۔ تم دروازہ کھول دو جا کر"۔ طاہر نے سرگوشی کی۔
"تو چیزیں ہی سانے دروازہ کھول لے۔ طاہر نے چھپنے کیا دی اور ایک سیکنڈ رک کر باہر نکل گیا۔ لیکن وہ دھک سے رہ گیا۔ یکم خان ابھی پوری طرح اندر داخل نہیں ہوئی تھیں۔ ان کا منہ بھی اسی طرف تھا۔ ان کا منہ مارے جیسے اور خوف کے کھلا کا گھلا رہ گیا۔
"میں نے جیسیں دیکھ لیا ہے طاہر۔ اندر آ جاؤ"۔
"طاہر کسی مجرم کی طرح سرجھاتے ان کے پیچے اندر داخل ہو گیا۔ اور جہا کا رنگ خیہ پر چکا تھا۔ اس کا بدن تحریر کا ٹپ رہا تھا۔

○☆○

"ظاہر! میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ اس طرح اپنے میں نہ آیا کہ تو اور تم۔"

بیگم خان نے سخت لمحے میں کہا۔

ظاہر حیرت زدہ رو گیا، اسے غصہ بھی آگیا۔ اس سے پہلے کتنے ہی موقع ایسے آپ کے تھے۔ لیکن انہوں نے سخت لمحہ کبھی اختیار نہ کیا تھا۔

"آنٹی! میں اور سما ایک دوسرے کو چاہتے ہیں۔ پسند کرتے ہیں۔ یہ بات آپ لوگوں کو اچھی طرح معلوم ہے۔ آپ کو اس میں کوئی بحکم ہے تو سما سے پوچھ لیں۔ ہتا دو سما انہیں میں اور تم۔ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے۔" ظاہر کے لمحے میں بھی تجزی آگئی۔

"ویکھو ظاہر۔ بد تجزی نہ کرو۔ میں ایسی باتیں برداشت نہیں کر سکتی۔" بیگم خان بولیں۔

"تو اس سے پہلے کیوں برداشت کرتی رہیں؟" ظاہر نے تجزی لمحے میں کہا۔ "برداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ اب تم چلے جاؤ ظاہر۔ اس کے ابو آنے والے ہیں۔ میں نہیں چاہتی کہ اسیں یہ بات معلوم ہو اور حالات مزدود خراب ہوں۔"

"سما! تم خاموش رہو گی۔ کچھ نہیں بولو گی؟" "یہ ہماری بیٹی ہے۔ ہمارے سامنے ابھی باتیں کس طرح کر سکتی ہے۔ میں نے کہا ہے ظاہر۔ تم چاؤ۔"

ظاہر تجزی سے مڑا اور گرسے نکل گیا۔ مارے غصے کے اس کا برا حال تھا۔ اس کے بعد وہ کئی روز تک ان کے گھر رہ گیا۔ اس نے اس واقعے کا ذکر اپنے والد سے بھی نہیں کیا تھا۔ چند روز بعد جب وہ دہل گیا تو بیگم خان نے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اس کا دل ثوٹ ثوٹ گیا۔ یہ وہ آنٹی جیسیں جو ظاہر! ظاہر کرتی نہیں تھیں۔ اس نے عادل سے چند باتیں کیں اور چلا آیا۔ سما بھی

اس سے کوئی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کا دل بخدا سا گیا۔ وہ بہت پریشان رہنے لگا۔ اس کی یہ پریشانی بھائی صاحب سے پوچھیدہ نہ رہ سکی۔ آخر ناول کا رہ تھا۔

"ظاہر! خیر تھے۔ بت چپ چپ ہو۔"

"تھی۔ کچھ نہیں۔ کوئی بات نہیں۔ میں نمیک ہوں۔" اس نے کہا۔ انہوں نے ظاہر کو بہت کریا، لیکن اس نے کچھ نہ بتایا تو وہ خان صاحب کے دفتر پہنچ۔

"تیرہ ان دونوں بت اوس اوس رہنے لگا ہے۔ آپ کے ہاں تو کوئی بات نہیں ہوئی۔"

"نہیں تو۔ ہمارے ہاں تو وہ معمول کے مطابق آ جا رہا ہے۔ میرا خیال ہے۔ کل بھی آیا تھا۔"

"اچھا۔ پھر شاید کوئی اور بات ہو گی۔ اچھا میں چلتا ہوں۔"

"ویسیں نہ بھی۔ ایسی بھی کیا جلدی۔" انہوں نے سرسری انداز میں کہا۔ بجہ کہ اس سے پہلے وہ اسیں اس قدر جلد بھی آئے نہیں دیتے تھے۔

"پھر اکوں گا۔ ذرا ظاہر کی ادائی کا سراغ لگا لوں۔" انہوں نے کہا۔ اور وہ گھر آگئے۔ اب انہوں نے ظاہر کی حرکات و سکنات کا بخوبی جائزہ شروع کیا۔ آخر ایک دن اسے پکڑ کر بھاولیا۔

"آج کل تم خان صاحب کے ہاں جائے تو ہے۔ لیکن بت تھوڑے وقت کے لئے خلا پلے تم دوپر کو سوتے بھی دہاں تھے۔ وہاں کسی کام جائے تھے تو تمہنیوں والیں نہیں آتے تھے۔ خلا گوشت دینے کے اور والیں وہاں سے راستہ کا کھانا کھا کر آئئے۔ لیکن کل میں نے تمہیں گوشت دے کر بھیجا۔ تم فوراً ہی واپس آگئے۔ کوئی بات ضرور ہوئی ہے۔ میں خان صاحب کے ہاں بھی کیا تھا۔ انہوں نے بھی لاطیں کا انتہا کیا ہے۔ ان کا کہتا ہے کہ ظاہر کے ساتھ گھر میں کوئی بات نہیں ہوئی۔ خدا کے لئے کچھ تو چاہیں۔ میں بت پریشان ہوں۔"

"وہ اب پہنچ دن پہلے کی بات ہے۔ جا گھر میں ایکی تھی، میں مل کر نکل رہا تھا کہ میں اس وقت آنٹی آ گئیں اور انہوں نے مجھے لفڑی دیکھ لیا۔ بت گرم ہو گئے۔ میں بھی اونچی آواز میں یو لا لے۔ بس اس دن سے وہاں زیادہ ویر نہیں

نھرتا۔

"جیسیں اس صورت میں دہان نہیں چاہا چاہیے تھے۔ صاحب گھر میں اکیلے ہو۔ اس وقت تم نہ جایا کر۔ میں ان کے ہاں جاؤں گا اور ان سے بات کروں گا۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ بات نہ کریں۔"

"نہیں۔ تم اس طرح کیے رہو گے۔ یہ کشیدہ ماحول تو تم دنوں کے لئے تکلیف دہ نہ آجائے گا۔ نہیں مجھے ان سے بات کرنا ہو گا۔"

"چھپی بات ہے۔ جیسے آپ کی مرضی۔"

دوسرے دن شام کے وقت جائی صاحب طاہر کو لے کر دہان پہنچے۔ طاہر خوش دل سے ان کا استقبال کیا گیا۔ وہ کری پر بینہ کھے۔ خان صاحب نے اوہراہر کی بات چیت شروع کر دی۔ لیکن دراصل جائی صاحب تو مرف طاہر کے سلسلے میں بات کرنے کے لئے بے بین تھے۔ بولے۔

"میں طاہر کے بارے میں بات کرنے آیا ہوں۔ بہت پریشان رہتا ہے۔ اگر اس سے کوئی بھول ہو گئی ہے۔ تو اسے معاف کر دیں۔"

بیگم خان اور خان صاحب دنوں ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے جیسے کہ رہے ہوں۔ کیا بات کریں۔ پھر خان صاحب بولے۔ "آپ سے بات کرنے کے بعد میں یہ مباکی ایسی سے آکر بات کی تھی۔ انہوں نے کچھ باتیں بتائی ہیں۔ آپ کل کسی وقت آ جائیں۔ بات کریں گے پہنچ کر۔"

"اج ہی بات کر لیتے ہیں۔"

"توہم طاہر کے ساتھ کوئی بات نہیں کریں گے۔"

"توہمیں طاہر کو بیچ دتا ہو۔ طاہر تم گھر جاؤ۔"

"لیکن کیوں ایو۔ میرا اور صبا کا محاذ ہے۔ مجھے بھی منکروں میں شرک رکھا جائے۔" طاہر کو خصہ آگیا۔

"تم جاؤ طاہر۔ میں بات کر کے آتا ہوں۔"

"میں ڈرائیکٹ روم میں بینہ جاتا ہوں۔" طاہر بولا۔

"اس کی موجودگی میں ہم بات نہیں کریں گے۔"

"طاہر تم جاؤ۔" جائی صاحب نے سرد لبھے میں کھلا۔

اور طاہر ہر بے بارے میں دہان تکلیف کیا۔

"ایے اب ہم تینوں ڈرائیکٹ روم میں بینہ کر بات کرتے ہیں۔"

تینوں دہان جا دینے۔ بیگم خان نے خان صاحب کی طرف دکھا۔

"کمال سے بات شروع کریں۔"

خان صاحب ان کی طرف دیکھ کر رہ گئے۔ جیسے کچھ سمجھ دے آ رہے ہوں۔

آخر بیگم خان نے کما شروع کیا۔

"طاہر کو میں نے چند دن پہلے صبا سے تھائی میں طاقت کرتے ہوئے کھدا

ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ کی بار ایسی لعلہ حرکت کر چکا ہے۔ اب ہم ایک بھلے میں

رہ جے ہیں۔ پہلے تو وفتر والی رہائش تھی۔ دہان چاروں طرف بھلے داری نہیں

تھی۔ اب تو آتے جاتے اور گرد کے لوگ دیکھتے ہیں۔ آخر ہماری بھی نوئی عزت

ہے۔ لیکھ ہے۔ یہ دنوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔ لیکن اب پسند کرنے

کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہماری عزت کو اچھا جائے۔ چند روز پہلے آپ کے دوست

لیم صاحب کے چانا ہوا۔ دہان آپ کے گھروالے بھی آئے ہوئے تھے۔ دہان آپ

کی بیگم طاہر اور صبا کا قصہ لے کر بینہ گھنیں اور رشتہ کی باتیں کرنے لگیں۔

کمل تھک۔ آپ لوگ ہم سے بات کریں۔ دوسروں کے گھروں میں کیوں بات کرتے

ہیں۔ یہ باتیں ہم ہرگز بڑا شد نہیں کر سکتے۔"

ان کے لبھے پر جائی صاحب کو بہت حیرت ہوئی۔ کچھ دن پہلے کا خان صاحب

کا صبا سے کما ہوا جلد انسیں یاد آئے تھے۔ انہوں نے صبا سے کما تھا۔ میں جیسیں

اپنی اٹا کی بھیت نہیں پڑھتے دوں گا۔ لیکن یہ بات تھی اس وقت کی جب کہ ابھی

انہوں نے کمازی والیں نہیں لی تھی۔

"میں اپنی بیگم کو بختی کے ساتھ روک دوں گا اور اس بات کی بھی گارنٹی دتا

ہوں کہ طاہر آئندہ تھائی میں صبا سے طاقت نہیں کرے گا۔"

"تسیں جائی صاحب۔ اب یہ نہیں ہو گا۔" بیگم خان بولیں۔

"یہ نہیں ہو گا۔ کیا نہیں ہو گا۔" انہوں نے مارے حیرت کے کھلا۔

"ہمارا فیصلہ اب یہ ہے کہ طاہر یہاں نہ آیا کرے۔ صبا ابھی چھوٹی ہے۔

ابھی تو اسے چار سال تک کالج میں پڑھنا ہے۔ صبا کی شادی کے بارے میں ہم چار

سال سے پہلے سوچ بھی نہیں سکتے۔
”خون نہ سوچن۔ میں کب کتا ہوں کہ آپ مبارک شادی ابھی کر دیں۔“ ہم
اس موضوع پر منتظر چار سال بعد کر لیں گے۔ لیکن آپ ظاہر کا اپنے ہاں آنا جانا بد
نہ کریں۔ اس طرح یہ دونوں پریشان ہوں گے۔ الجہ کردہ جائیں گے۔ پرسکون
زندگی نہیں حکما رکھیں گے۔ ہاں یہ میں اعلان کرتا ہوں کہ جب مبارک میں اکیلی
ہو۔ اس وقت ظاہر ہرگز نہیں آئے گا۔

”نہیں بھائی صاحب اپ یہ ملاب نہیں گلتا۔“ بن اب ظاہر بہاں نہ کیا
کرے۔ بھی ہمارا فیصلہ ہے۔“
”چائی صاحب پر بجلی کریں۔ وہ ساکت و جامد رہ گھے۔ انہوں نے کبھی خواب
میں بھی نہیں سوچا تھا کہ اس گھر میں انہیں یہ الفاظ سننے پڑیں گے۔ تاہم انہوں نے
خود کو سنبھالا۔“ ربوہ۔

”آپ صریانی فرماؤ کہ اس قدر سخت فیصلہ نہ کریں۔“

”نہیں۔ بھی ہمارا فیصلہ ہے اور آپ کو ہمارے فیصلے کا احراام کنا
چاہیے۔“

”آپ پھر سوچ لیں۔ اس طرح ابھینہن کم نہیں ہوں گی۔ ان میں اضافہ ہو
گا۔“

”نہیں۔ اس طرح ابھینہن کم ہوں گی۔ مبارکی توجہ اس معاملے کی طرف
سے ہٹ جائے گی۔ اور یہی ہم چاہتے ہیں۔ اور پھر بھائی صاحب آپ کو آج ایک
بات اور ہتا دوں۔“ یکم خان کا الجہ کافی سمجھا تھا۔
”جی فرمائیے۔“ جائی صاحب نے ڈوپٹی آواز میں کہا۔ انہیں اپنی دنیا تی
محسوں ہو رہی تھی۔

”جب بھی مبارک کے رشتے کا معاملہ شروع ہو گے۔ سب سے پہلے ہم اپنے
خاندان کو ترجیح دیں گے۔ خاندان میں بھی ہماری نظر میں دل لا کے ہیں۔“

”آپ۔ مبارکی مرضی کے بغیر ایسا کر دیں گے۔“
”نہیں۔ مبارک کے رشتے کا معاملہ خوشی سے قبول کرے گی۔ بلکہ پسند کرے گی۔
یہ اس کی وقتنی بھول ہے۔ ان باتوں کا حقیقی زندگی سے کوئی تعلق نہیں۔“
”ٹھیک ہے۔ آپ نے اپنا فیصلہ مجھے سنایا۔ اب میں چلتا ہوں۔“ ہائی

صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

خان صاحب نے اٹھ کر ڈرائیکٹ روم کا دروازہ کھوٹ دیا۔ جائی صاحب کے
دل پر ایک چوتھا اور گلی۔ آج وہ اپنے ڈرائیکٹ روم سے یہ رفتہ کر رہے
تھے۔ گویا وہ جاتے وقت صبا اور عادل سے بھی علیک سلیک نہ کر سکتی۔
دل پر ایک ناقابل برداشت یو جھ لے دے ہو جمل قدموں سے اپنے گمراہ پہنچے۔
ظاہر بے تکانہ ان کا لختھر تھا۔

”کیا رہا اب؟“ اس نے بے قرار ہو کر پوچھا۔

”نگے زرا بیٹھ لینے دو بھی۔“ وہ بوہلے اور بیٹھ جانے کے بعد بھی سکتی ہی
دیکھ پڑے۔ وہ سوچ رہے تھے۔ بیٹھنے کو ہتھاں تو کیا۔ ظاہر ان پر نظریں جانے
بیٹھا تھا۔ آخر جائی صاحب بروہ۔
انہوں نے اس رشتے سے بالکل انکار کر دیا ہے میرے پیکے اور وہ یہ بھی
ہے جسے ہیں کہ اب تم ان کے گھر نہ جایا کو۔“

”جی!!!“ ظاہر کا رنگ اڑ گیا۔ اور کاسانس اور یونچے کا یونچہ رہ گیا۔

”ظاہر! یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے۔ گاڑی واپس لینے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔
ورنہ کیا خان صاحب مبارک سے یہ نہیں کر سکتے ہیں۔ کہ میں جیسیں اپنی اٹاکی بھیت
نہیں چھٹنے دوں گا۔ اور ظاہر سے تمہارا رشتہ کر دوں گا۔ پھر اب کیا ہو گیا۔ بھی
اکہ ہم نے گاڑی لے لی ہے۔ گویا وہ مبارک اپنی اٹاکی بھیت تو نہیں چڑھائیں
گے۔ اس گاڑی کی بھیت چڑھاویں گے۔ ہے کوئی نکتہ۔“

”کوئی بات نہیں اب۔ آپ کوئی خیال نہ کریں۔“ ظاہر نے کہا اور تیزی سے
گھر سے نکل گیا۔ شاید وہ اپنے آنسو ان سے چھپانا چاہتا تھا اور اچھا تھا۔ وہ نکل
گیا۔ ورنہ اسے بھی تو اپنے والد کی آنکھوں میں آنسو دیکھنا پڑتے۔

آپ ظاہر حدود رہتے اور اس رہتے لگا۔ اس کی اور اسی جائی صاحب سے دیکھی
نہیں جاتی تھی۔ لیکن وہ کرہی کیا سکتے تھے۔ ہاں ایک کام وہ کر سکتے تھے۔ وہ
انہوں نے کیا بھی۔ یعنی خود انہوں نے بھی خان صاحب کے گر جانا بد کر دیا۔ جب
آنکھ دس روزہ وہ نہ گئے تو خان صاحب ان کے گمراہ آئے اور شکایت پھرے انداز میں
بے۔

”ہم نے ظاہر کو روکا تھا۔ آپ کو تو نہیں۔“

پلے ہی تماری وجہ سے بھنٹ جائے کیا کیا سنتا رہا ہے۔"

"سنوبال میں اس طرح جاتے والا نہیں۔ ڈر انگ روم والا دروازہ جوں کا توں لکھا رہتے وہ۔ میں دروازہ کی اوث میں کھڑا ہوں۔ خان صاحب اور عادل آئے توں لے ہیں۔ فنا تم جاؤ اور میں وی آن کرو۔"

"اف۔ تم مجھے کہیں کہ میں کام پھوڑو گے۔"

"ہاں نجیک ہے۔ صرف اپنا کرچھوڑنا چاہتا ہوں۔" ظاہر مکرایا اور صابر اسے دندھا کر کھل کری۔

دوست بھوپال خان صاحب اور عادل اندر داخل ہوئے اور یہ میں طے گئے۔ دوست پہنچا آئی اور سرگوشی میں بولی۔

"میری اور تماری عنعت اسی میں ہے کہ تم فوراً ڈر انگ روم کا دروازہ کھولو اور پڑھ جاؤ۔ ابھی جھیں کسی نے خیں دیکھا۔ دیکھ لیا تو مسیت آجائے گی۔"

"چھالس چلا جاتا ہوں۔ لیکن پہلے ایک وعدہ کرو۔"
"جلدی بولو۔"

"استے دن ہو گئے ہیں۔ ہم مل نہیں سکتے۔ کل جمع ہے۔ کل تو سب گھر میں ہوں گے۔ میں پرسوں آؤں گا تم گھر میں رہتا۔ ورنہ میں اس طرح آتا نہیں پھوڑوں گا۔"

"لیکن جتاب پرسوں تو کلخ میں میرا پسلا دن ہے۔ سب لوگوں اکٹھی کالج میں داخل ہوں گی اور میں بھی ان کے ساتھ ہوں گی۔"

"ہرگز نہیں۔ اگر تم نے کلخ کے پہلے دن کی چھٹی نہ کی تو بہت پریشان کروں گا۔"

"اف ماں! تم مجھے کیوں نہیں۔ چھٹی کرنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔ میں اسکے بختنے کی روز چھٹی کر لوں گی۔ تم آ جانا۔"

"نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ تم صرف اور صرف ہبختے گے دن چھٹی کرو گی۔"
"وئی۔" ظاہر نے کیا دھمکی دی۔

"اچھا بایا۔ تم اب تو جاؤ۔" اس نے ظاہر کو دو توں کندھوں سے پکڑ کر باہر کی طرف دھکا دیا۔

"کسی چارہا ہوں۔ لیکن اگر۔"

"جب میرا بینا وہاں نہیں جا سکتا تو میں بھی کیا کروں گا۔"

"نہیں نہیں۔ ایسا د کریں۔ آپ کو تو آتے جاتے رہتا چاہیے۔ پڑے گرہ میں آتے۔ میرے دفتر تو آ سکتے ہیں نہ۔" انسوں نے جلدی جلدی کہا۔

"میں آتی ہے۔ آ جاؤں گا دفتر کسی روٹے اور ہاں اس ماہ کے ناول آئے ہوئے ہیں۔ مباکے لیے لے جائیں۔ انتظار کر رہی ہو گی۔"

"نہیں۔ آپ خود لے کر آئیں۔" خان صاحب نے کہا اور ناولوں کا پوٹ بیڑ پر چھوڑ کر پڑے گئے۔ وہ بھی کچھ اکھڑے اکھڑے سے تھے۔

دوسرے دن جانی صاحب ان کے دفتر گئے اور کتابیں دے آئے۔ خان

صاحب نے صرف چند رسی جملے کے۔ اور وہ لوٹ آئے۔ اوہر طاہر بری طرح یہ

چکن تھا۔ وہ ہر حالت میں، سبا سے ملتا چاہتا تھا۔ پورا ایک پختہ ہو گیا تھا۔ اس نے

ہبا کو نہیں دیکھا تھا۔ ان کے اس گھر میں تو فون بھی نہیں تھا کہ فون پر اس کی آواز

ہی سن لیتا۔ وہ سفرب کے وقت ان کے گھر کے پاس والی مسجد میں جا کر بیٹھ گیا۔

از ان ہوئی۔ اس نے غماز ادا کی۔ وہ ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ مگر خان صاحب کی

نظر اس پر نہ پڑے۔ جو نہیں خان صاحب نے فرشتوں کے بعد باقی نماز شروع کی۔ وہ

مسجد سے نکل آیا۔ وہ جانتے تھا۔ جب خان صاحب اور عادل نماز کے لیے جاتے ہیں

تو گھر کا کوئی فرد دروازہ اندر سے بند نہیں کرتا۔ وہ مسجد سے نکلا اور تحریکی طرح خان

صاحب کے دروازے کی طرف پڑھا۔ اس نے آؤ دیکھا تھا۔ تاؤ۔ دروازہ چھوڑا۔ سا

کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ سجن میں اسے سبا کی جھلک دیکھا۔ دی۔ اس نے ہاتھ

سے اشارہ کیا اور ڈر انگ روم میں چلا گیا۔

مانے اسے دیکھ لیا۔ اس کا رنج فتح ہو گیا۔ پھر وہ سرسری انداز میں

ہوئی ڈر انگ روم کی طرف آگئی۔ اب اگر کسی نے دیکھ لیا۔"

"اف ماں۔ تم۔ تم اندر آ گئے۔ اب اگر کسی نے دیکھ لیا۔"

"مجھے پروا نہیں۔ سنو۔ خان صاحب نماز سے قارغ ہو کر آئے والے ہیں۔

وہ آکر سیدھے اندر جائیں گے۔ اُنی وی لگا دی۔ شاید اس وقت کوئی ڈر اس لگا ہو۔

ہو۔ وہ اور عادل نی وی کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ آئنی تو پہلے ہی باور جی خانے میں ہوں گی۔"

"ندا کے لئے۔ فوراً یہاں سے کھک جاؤ۔ کہیں کوئی ہی مسیت نہ۔"

"ہاں ہاں... میں جانتی ہوں... اگر میں نے پہنچ کے روز چھٹی نہ کی تو تم نہ
جانے کیا کر بیٹھو گے۔" سما سکرائی۔

○☆○

ظاہر کے چہرے پر خوشی کے بالوں دیکھ کر جانی صاحب کو حیرت ہوئی۔
"کہیں بھی... کیا کوئی خزانہ مل گیا۔" بہت دنوں بعد جسیں خوش دیکھ رہا
ہوں۔"

"تی۔ ہاں ایک بڑا خزانہ مل گیا ہے۔"

"اوہو! اچھا۔ کمال ہے وہ خزانہ۔"

"وہ خزانہ ہے ما۔" اس نے فس کر کہا۔

"کیا مطلب؟" جانی صاحب چوچکے۔

"آج میں نے اس سے ملاقات کی ہے۔"

"میں۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ اس گھر کے دروازے تو تم پر بند کر
دیے گئے ہیں۔"

"اس کے پاؤ جو اس گھر کے دروازے مجھ پر بند نہیں ہیں۔"

"آخر کیسے بھی۔ کچھ پتا تو چلے۔" ان کے لپجھے میں حیرت تھی۔
ظاہر نے تفصیل بتائی۔ لیکن اسیں یہ نہیں تھا کہ اب ان کے درمیان پہنچ
کے روز پھر ملاقات طے ہو چکی ہے۔

جانی صاحب یہ سن کر بولے۔

"یہ تو تم نے بہت خطرناک قدم اٹھایا ہے۔ جسیں ایسا تھیں کہنا چاہیے تھا۔
خوب، اب تو ہو چکا۔ آئندہ تم ایسا نہ کرنا۔ جب وہ لوگ ہم سے دور رہتا پہنچ
کرتے ہیں تو ہم کیوں ان کے ارد گرد منڈلا کیں؟"

"میں ابو۔" ظاہر نے گول مول ہواب دوا۔

پہنچ کے دن وہ سچ سے ہی بہت بے ہمین تھا۔ جعرات والی ملاقات تو بہت
خوب تھی اور خوف کے عالم میں تھی۔ لیکن آج تو ان دنوں کو کتنی کھٹکتے ملے والے
تھے۔ لیکن اسے اس وقت تک انتظار کرنا تھا۔ جب تک کہ گھر کے لوگ چلے ن
جائیں۔ آخر تو بیچے کے قریب وہ خان صاحب کے دروازے پر پہنچا۔ دروازے پر
تمہارہ لگا ہوا تھا۔ لیکن وہ جانت تھا۔ پابندی لگنے سے پہلے بھی جب سما اکیلی گھر میں

بھی تھی۔ تو خان صاحب جاتے وقت تالا گا کر جاتے تھے۔ اس نے دھک دھک
کرتے دل کے ساتھ چھٹی بھائی۔ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ اس نے کہ کہیں
بھائے وعدہ خلافی نہ کی ہو۔ اور وہ کالج نہ چلی گئی ہو۔

تمیں یکنہ خاموشی کے عالم میں گزر گئے۔ ظاہر مایوس ہو گیا۔ میں اسی وقت
ندموں کی چاپ سنائی دی۔ ظاہر کا دل بلیوں اچھلا۔ جانے دروازے کے سوراخ
میں سے جھانٹا۔ پھر بولی۔

"ڈر انگر روم کے دروازے پر آ جاؤ۔"

ظاہر ہاں سے ہٹ کر ڈر انگر روم کے دروازے پر آ گیا۔ دروازہ کھلا تو وہ
اندر داخل ہو گیا۔ میں نے فوراً دروازہ بند کر دیا۔ دلوں ایک دوسرے سے لپٹ
گئے۔ کتنے ہی لئے اس حالت میں گزر گئے۔

"لب یونہی کھڑے رہیں گے ہم۔" میں نے چہبات سے لدی بھاری آواز میں
کہا۔

"ہاں ایکی ضرورت ہے کسی اور طرح کھڑے ہونے یا پہنچنے کی۔" ظاہر کی آواز
بھی بو جھل تھی۔

"جانتے ہو۔" میں نے کتنی سیلیوں کی تاراٹھی مولی ہے۔ سب چار ہو کر
آل جھیں۔ پوگرام یہ تھا کہ ایک ساتھ کالج میں داخل ہوں گی۔ جب میں نے ان
سے مhydrat کی تو وہ بہت جیران ہو گئیں اور مجھ سے تاراض بھی ہو گئیں۔"
"آخر کوئی بات نہیں۔ کل انسیں متالیا۔"

"اچھا اب تم جاؤ۔"

"ہاں ایکی بات ہوئی۔ انکل ایک بیچ سے پہلے نہیں گے اور آئنی
اڑیہ بیچے اس وقت تک اگر میں یہاں رہوں تو کیا حرج ہے۔"

"لیکن مجھے بہت دھڑکا لگا رہتا ہے۔ کسی وقت کوئی بھی آسکا ہے۔ اور اس
صورت میں میری جان پر ہن جائے گی۔"

"ہوں! ایک تو تم ذرپوک بہت ہو۔ پورے ایک پہنچ بھر ملاقات ہوئی۔ وہ
بھی صرف میری کوٹھش سے۔ جتاب کو تو یہیے پروایت نہیں۔"
"میں لڑکی ہوں ظاہر۔ اپنے آپ کو اندر ہی اندر گھلا تو سکتی ہوں۔ والدین
سے اچھا جسیں کر سکتی ہیں۔"

"اس صورت میں بھی نہیں۔ کہ تم نے اپنے طور پر ہمارا رشتہ منکور کر لیا تھا۔ کم از کم تم یہ تو پوچھ سکتی ہو کہ ابو! آپ نے تو کہا تھا۔ کہ میں نہیں اپنی اناکی بھیت نہیں چڑھنے دیں گا۔ پھر اب کیا ہو گیا ہے۔ آخوندہ میری یہ ملکی کیوں معاف نہیں کر سکتے کہ میں نے ان کے خیال کے مطابق تم سے تھائی میں طلاقات کر لی تھیں۔ اس ملاقات میں تم بھی تو شریک تھیں۔ جتنا جرم میرا ہے۔ اتنا تھارا بھی تو ہے اور پھر اس حرم کی غلطیاں وہ پہلے بھی تو معاف کرتے رہے ہیں۔" حشم صاحب والے واتھے میں کیا اکل اور آئی دنوں نے قیم صاحب کے مقابلے میں ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا۔ اس وقت میرے ساتھ ایسا سلوک کیوں نہیں ہوا۔ جیسا اب کیا گیا ہے۔ مجھے دودھ کی کمکی کی طرح نکال ہاہر کیا گیا۔ یا مجھ سے زیادہ قرب اس گھر سے آج تک کوئی نہیں تھا۔ تم ہی بتاؤ۔ تھارے سے رشتہ داروں میں سے بھی کیا کوئی اس حد تک نہ زدیک اس گھر سے ہوا ہے۔ بتنا کہ میں۔ پھر کیا ان تعلقات کا کوئی پاس رکھا گیا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کیوں۔ میرے بارے میں یا ہمارے بارے میں اس قدر زبردست تہذیلی کیوں آئی۔ کوئی وجہ ہے تھارے ذہن میں؟"

"لیکن ٹاہرہ میں نے تھارے لے یہ جھٹپتی کی ہے۔ تھاری جلی کی باتیں سننے کے لے نہیں۔" بتانے گمراہ کر کہا۔ "اوہ۔ یہ بتائیں ہماری زندگی سے متعلق ہیں۔ بلکہ میری تو یہ موت اور زندگی کا مسئلہ بن کر رہ گئی ہیں۔ تم میرے سوال کا جواب دو۔ ورنہ میں اس سوال کا جواب دوں گا۔"

"چلو پھر تم بتا دو۔" بتا مسکرائی۔

"سنوا! یہ صرف اور صرف گاڑی والیں لینے کی سزا دی جا رہی ہے۔"

"نہیں ٹاہرہ۔ تھاری سوچ غلط ہے۔"

"اگر تم حالات کا چائزہ بغور لو۔ اور غیر چائزہ اوری سے سوچو تو ضرور اس نئی پڑھنے کو گئی۔"

"میرا ذہن نہیں مانتا کہ ابو ای میری زندگی صرف ایک گاڑی کے لے اچن کر دیں گے۔"

"لیکن واقعہ بھی ہے بتا۔ گاڑی والیں لینے کی وہیات بھی بہت بڑی ہیں۔"

خیر میں اس وقت اس موضوع کو چھوڑتا ہوں۔ تم غور کرنا کہ اب ہم اتنے بڑے اپاٹک کیوں ہو گئے۔ بھی تو ہم سے ابھی تھے۔ اکل اور آئی ہماری تعریف کرنے نہیں تھے تھے۔ اب ہم میں کیوں ہی کیوں نظر آئے گے تھے۔"

"تم بت چنانچہ اور ہے ہو۔ اچھا خوب میں غور کروں گی۔ لیکن ظاہر میں غور کر کے کیا کروں گی۔ جس نئیجے پر تم مجھے پہنچانا چاہتے ہو، اگر اس نئیجے پر میں پہنچ بھی جاتی ہوں۔ تو بھی میں کیا کروں گی۔ میں تو ایک مجبور مخفی لوکی ہوں۔"

"تم نے خود کو مجبور مخفی بنا لایا ہے۔ یہ تھارا اپنا قصور ہے۔ تھارا بھی ایک حق ہے۔ تم اپنے حق کے لے پات کرنے کا حق رکھتی ہو۔"

"لیکن آج کا دن اسی حرم کی ہاتھ میں کئے گا۔ جانتے بھی ہو۔ ابو اور ایسے کس قدر حرمت کا عکار کیا تھا۔ یہ سن کر میں آج کالج نہیں جا رہی ہوں۔ جب کہ آج کالج کا پسلا دن تھا اور پسلا دن بت عجیب بہت غریب دن ہوتا ہے۔"

"اچھا لمحک ہے۔ میں تھارا شکرگزار ہوں۔ تم نے میرے لے یہ قربانی دی۔ ٹاہر مسکرا لیا۔"

"نہیں۔ صرف تھارے لے نہیں۔ اپنے لے بھی۔" بتا مسکرائی۔

اور پھر وہ دنوں ایک دوسرے میں ڈوب گئے۔ دنیا و مانیا کا انہیں کوئی احساس نہ رہ گیا۔ وقت اس قدر تجزی سے گزر جائے گا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ اپاٹک میانے چونک کر کر۔

"بھی حضرت آپنے خیال بھی ہے۔ اسی جان کے آئے کا وقت ہو رہا ہے۔ اور اگر، آگئیں اور انہوں نے ہمیں دیکھ لیا تو قیامت آجائے گی اور ہم شاید اس طرح بھی نہیں۔"

"لمحک ہے۔ اب خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ میں جانے کے لے تیار ہوں۔ لیکن آئندہ ملاقات کے وعدے کے بعد۔ اب تم کس دن چھٹی کروں گی۔"

"صل صورت حال تو کالج جا کر معلوم ہو گی۔ پورا ایک ہفتہ کالج میں گزرے کی۔" تو وہاں کے معمولات کا چاہا چلتے گا۔ بہر حال میں آئندہ اتوار کے روز چھٹی کروں گی۔

"اگر تم مٹکل کا روز منتخب کر لو۔ تو زیادہ بہتر ہو گا۔ اس روز ابو کو لاہور جانا

ہوتا ہے۔"

"ہوں۔ اچھا خبیر میں متکل کے روز ہی چھٹی کروں گی۔ آئندہ کوئی تبدیلی کرنا پڑی تو ہتا دوں گی۔ اور ہاں چھٹی کا اشارہ جاری رہے گا۔ اگر چھٹی نہ پہنچے تو سمجھ لینا اندر کوئی ہے۔ فوراً حکم لینا۔"

"یہ کام اگرچہ بہت مشکل ہو گا۔ لیکن کیا کیا جائے۔" طاہر نے کندھے اپنکا کشہ

"کون سا کام۔" جانے چونکہ کر کردا۔

"حکم لینے کا۔" طاہر سکرایا۔

"اچھا اب حکم رہے ہوا یا ذیل کراوے گے۔" جانے آنکھیں نکالیں۔

"ہوں! نجیک ہے۔ خدا حافظ۔"

"خدا حافظ۔"

وتوں نے ایک دوسرے کو رخصت کا تختہ دیا اور طاہر ڈر انگ روم کی جنگی گرا کر باہر اکل آیا۔ آج وہ بہت خوش تھا۔ اس کی یہ خوشی جانی صاحب سے پہنچی ترہ سکی۔

"آج کنی دنوں بعد خوش نظر آ رہے ہو۔"

"بس ایسے ہی ابو۔"

"چھاؤ نہیں۔ کوئی بات ہے ضرور۔"

"وہ۔ وہ۔ وہ۔" طاہر ہکلانے لگا۔

"پتا دیا رسے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"میں۔ جانے مل کر آ رہا ہوں۔"

"کیا۔ لیکن کیسے؟" وہ چلائے۔

"آج وہ کافی نہیں تھی۔ گھر میں اکلی تھی۔ بس میں چلا گیا۔"

"لیکن تمیں کس طرح پتا چلا کر آج اس نے چھٹی کی ہے۔" جانی صاحب

بولے۔

"میں نے اس روز گھر میں گھر کر جانے ملقات کی تھی تا۔۔۔ بس اسی روز

اس نے پتا چاکر اب وہ آج کے دن چھٹی کرے گی۔"

"اس نے پتا چاکر اتم نے اسے مجبور کیا تھا چھٹی کرنے کے لئے۔ انہوں نے

آنکھیں نکالیں۔

"جی۔ بس۔ وہ۔"

"نہ بیبا۔ ایسے خطرناک کام نہ کرو۔ پکوئے گئے تو ہم ذیل ہو کر رہ جائیں گے۔ اچھا جاؤ۔ کھانا دغیرہ کھالو۔"

"آج تو بھوک ہی نہیں ہے۔" اس نے ہنس کر کما اور اندر دوڑ گیا۔

اس کی خوشی نے جانی صاحب کی علیحدگی کو بہت حد تک کم کر دیا۔ وہ اب خود بھی خان صاحب کے گھر نہیں جاتے تھے۔ خان صاحب سے صرف دفتر میں مل آتے تھے۔ اگرچہ خان صاحب اپنیں گھر جانے کی دعوت دیتے رہتے تھے۔ لیکن وہ مکرا دیتے تھے۔ اس طرح اپنیں چورہ دن گزرا گئے۔ خان صاحب کے گھر گئے ہوئے۔ ان کا جی بے تھا شد چاہنے لگا کہ جانے ملقات کی جائے۔ اپنیں جانے ملقات اس کا پچھہ ان کی لگاؤں کے سامنے گھومنے لگا تھا۔ آخر ایک دن وہ خان صاحب کے ہاں چلے گئے۔ جاتے ہوئے محلہ کا ایک دباؤ بھی لے گئے۔ اپنیں دیکھ کر سب جیرانہ رہ گئے۔ خوش بھی ہوئے۔ جانتا خاص طور پر بہت خوش ہل۔

"آپ تو ہمیں بھول ہی گئے۔" بیگم خان نے ٹکلیت بھرے انداز میں کہا۔

"ہم نے یا آپ لوگوں نے ہمیں بھلا دیا۔۔۔ اپنی زندگیوں سے نکال دیا۔"

"الی بھی کوئی بات نہیں۔۔۔ ہمیں تو آپ آج بھی اسی طرح عنز ہیں۔"

"لیکن طاہر کا کیا قصور ہے۔"

وہ بھلیں جھاگئے گئے۔ اس سوال کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ پھر

اور ہر اور کی باتیں شروع کر دی گئیں۔۔۔ لیکن وہاں جا کر جانی صاحب کو ایک عجیب احساس ہوا۔۔۔ اب وہاں ان کے لیے خلوص نہیں تھا۔۔۔ صرف نمائی محبت کا انعامہ کیا جائے۔۔۔ ان کا دل بھگ سا گیا۔۔۔ کچھ دیر بیٹھ کر وہ چلے آئے۔۔۔ اور کرتے بھی کیا۔۔۔ ایک ہفتہ گزر گیا۔۔۔ طاہر متکل کے روز خان صاحب کے دروازے پر پہنچا۔۔۔

"ڈر انگ روم کے دروازے پر آئی اور دبی آواز میں بولی۔

"تو نہیں دیوانہ تھا وہ اندر آگئی۔۔۔ پسلے تو دنوں ایک دوسرے سے پلت گئے۔

پھر طاہر نے اس کے سامنے پیٹھتے ہوئے کہا۔

ظاہر نے کما اور اندر بھی دروازے سے نکل کر رینے کی طرف آگئے اور جا
نے خود کو پر سکون رکھ کر دروازہ کھول دیا۔
میں دفتر کے پچھے ضروری کالغات یہاں چھوڑ کیا ہوں تھے۔ تم شاید سوری
جسیں۔"

"تھی صیہ تو ابھی ایسے ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ بن۔"
"سرمیں درد بھی محسوس کر رہا ہوں۔ ایسا کو صبا۔ چائے بنا لو۔ میں چائے
پی کر دفتر چلا جاتا ہوں۔"
"تھی اچھا۔"

اس نے کما اور پاورپی خانے کی طرف مڑ گئی۔ اس کی حالت خراب ہوتی جا
رہی تھی۔ لیکن وہ خود کو سنبھالے رکھنے کی ہر لمحن کوشش کر رہی تھی۔ اس نے
بلدی جلدی چائے بنائی اور پھر کپ خان صاحب کے سامنے رکھ دیا۔
چائے پی کر وہ اٹھ کرٹے ہوئے۔ ان کے جانے پر مہانے گرا سانس لیا۔
اور ظاہر کے پاس اپر پہنچ گئی۔

"چلے جتاب! اب تو چلے گئے۔ مارے گئے تھے ویسے آج۔"

"بھلا دہ اور پر کیا لیتے آکر۔ چھپنے کی یہ بھروسن جگہ ہے۔ اور والا حصہ تم
لوگوں کی بہاش میں شامل ہے ہی نہیں۔ بے کار پڑا ہے۔ کس کا خیال چائے کا
اس طرف۔"

"چلپٹھی۔ اب تو جاؤ۔"

"ہمیں تو تمہاری ای کے آئے میں تین گھنٹے باقی ہیں اور ہم تین گھنٹے کیں
ملائیں گے۔"

"تم تو ہو پاگل۔ اچھے بھٹکے۔"

"ہاں پاگل ہوں۔ لیکن تمہارا۔" ظاہر تھا۔ پھر بولا۔

"چھلے۔ اگلے بہنے ملاقات کس دن ہو گئی۔ میکل کو یا کسی اور دن۔"

"میں ایک پار پھر کھتی ہوں ظاہر ہو۔ یہ تھیک نہیں ہے۔"

"اور میں پھر کھتا ہوں۔ یہ بالکل تھیک ہے۔"

"اچھا۔ میکل کوئی غمیک رہے گا۔"

پھر کہہ بہت بہت۔"

"ہزار لیا تم نے ہفتہ کالج میں۔"

"ہاں گزار لیا۔"

"پھر چھٹی سس دن کیا کردیں۔"

"کیا یہ ضروری ہے ظاہر۔"

"چھلے۔ تو اب ہم بہنے میں ایک بار بھی نہ ملا کریں۔ کوئی نکل یہ تمہارے
نریک ضروری نہیں ہے۔" ظاہر نے جل بھن کر کہا۔

"یہ بات نہیں ظاہر ہے۔ مجھے ذرگنا ہے۔"

"آخر کب تک ڈرتی رہو گی تم صبا۔ چھوٹو۔ تم دن جاؤ۔"

"میں میکل کو چھٹی کر لیا کروں گی۔ لیکن چھٹی نہ بیجے تو سمجھ لیا کو کہ اندر
کوئی ہے۔ اب یا ای یا کوئی اور۔"

"ٹھکریہ صبا۔ تم بہت اچھی ہو۔ اس پرے گھر میں تم بھجے بہت پند ہو۔"

"ہمیں میرے اب، ای اور عادل اچھے نہیں ہیں۔" صبا نے اسے گھورا۔

"میرے لئے۔" ظاہر سکرایا۔

"چھلے۔ میری اور اپنی باتیں کو۔" صبا نے جلا کر کہا۔ ساتھ ہی اس نے
آتش دان پر رکھا عطر دان اسے مارنے کے انداز میں اٹھا لیا۔ پھر دونوں داتھی ایک
دوسرے کو مارنے لگا۔ خوب ایک دوسرے کو مارا چیلے۔ تو چاکھسوٹا۔

"یہ آج ہم نے ایک دوسرے کو مارنے کے لیے ملاقات کی ہے۔" اچاک ظاہر
لے کہا۔

"مارے ہاں۔ داتھی۔" صبا چوکی۔

دونوں نے ہاتھ روک لیے اور پہنچنے لگے۔

"میرا خیال ہے۔ ملاقات کافی ہو چکی۔ اب چلے جاؤ۔ کوئی گزیدہ نہ
جائے۔"

"گزوپ کیسی؟"

"کوئی آبھی تو سکتا ہے۔ اب کسی کام سے۔"

میں اسی وقت چھٹی بیجی۔ صبا کا رنگ اڑ گیا۔

"اب ہیں۔" اس نے سرگوشی میں کہا۔

"میں اپر جا کر چھپ جاتا ہوں۔"

اس نے اس روز چار گھنٹے مبارکے ساتھ گزارے اور جب باہر آکا تو خود کو
بہت بلکہ چھالا محسوس کر رہا تھا۔

○☆○

مغل کے روز وہ پھر وہاں پہنچ گیا۔ لیکن جو نہیں اس نے گھنٹی کا ہٹن دیا۔
دھک سے رہ گیا۔ گھنٹی نہیں بیجی تھی۔ وہ فوراً وہاں سے ہٹ گیا۔ اور واپس چلا
آیا۔ ایک گھنٹا اس نے بہت بے چینی کے عالم میں گزارا۔ پھر وہاں گیا۔ گھنٹی کا
ہٹن دیا۔ لیکن گھنٹی نہ بیجی۔ اب اس کی پریشانی اور بیہدگی۔ ایک گھنٹا گزار کر پھر وہ
وہاں گیا۔ اس بار بھی گھنٹی نہ بیجی۔

اب تو وہ بایوس ہو گیا۔ مارے غصے اور ابھن کے اس کا برا حال تھا۔ اس
کے بعد تو بیکم خان اور خان صاحب کے آئئے کا وقت ہو گیا تھا۔ لذما جانا قضول
قلم۔ وہ چند اس نے بے قراری کے عالم میں گزارا۔ اس کے بعد جب مغل آیا تو
وہ بے تمازن انداز میں وہاں پہنچا۔ ہٹن دیا تو آواز سنائی دی۔ اسے یوں لگا جیسے صمرا
کے پیاسے کو پانی نظر آگیا ہو۔
فوراً ہی مبارکی آواز سنائی دی۔

”آ جاؤ طاہر۔“

وہ ذرا انگر روم کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔

”تم یقیناً مجھ سے ناراض ہو گے۔“

”نہیں۔ تم نے یا اوجہ تو ہٹن آف نہیں کر دیا ہو گا نا۔“

”ہاں! ماموں آگے تھے۔ وہ سمووار کو آئے تھے۔ وہ تین دن رہے۔ مغل
کے روز بھی وہ تمام دن گھر میں رہے۔ اب میں کیا کرتی۔ تمیں غصہ تو بہت آیا ہو
کہ۔“

”نہیں بس میں بے چین رہا۔ تین بار چکر لگایا۔“

”پھر۔ اب تو بے چینی دور ہو گئی نا۔“

”ہاں ہو گئی۔ لیکن بھی۔ ہم اس طرح کب تک ملٹے رہیں گے۔ آخر ایک
دن تو تمیں خان صاحب اور آنئی سے ساری بات صاف کہنا پڑے گی۔“

"یار طاہر خیر تھے۔ آج کل بہت خوش ہو۔ جب کہ جما سے لے کم ازکم
میں میتے ہو گئے ہوں گے۔ اسے ذہن سے نکال دوا۔"

"یہ بات نہیں ابو۔ ہم تو متواتر ملاقاتیں کر رہے ہیں۔"

"ہی!!" وہ دھک سے رہ گئے۔ پھر جلدی سے پولے۔

"یعنی آخر کیسے؟"

"ایسے کہ۔" طاہر نے کما اور تفصیل بتا دی۔

"اپنا لفکر یہ تو تم نے بہت خلراک کھیل شروع کر دوا۔"

"میں نے نہیں ابو۔ یہ انہوں نے شروع کیا ہے۔ نہ وہ پابندی لگاتے۔ نہ
چوری چھپے کی ان ملاقاتوں کی نوبت آتی۔" طاہر نے منہ بنا لایا۔

"میں مانتا ہو۔" یعنی جیسیں بھی اس طرح ملاقاتیں نہیں کرنی چاہیں۔

"یعنی اب میں یہ سلسلہ کس طرح ختم کر سکتا ہوں۔ جما میرے ہرے میں کیا
ہوئے گی۔"

"اچھا تو پھر میری بھی اس سے ملاقات کراو۔"
 "ضور... یہ کیا مشکل ہے... انشاء اللہ سموار کو کرا دوں گا۔"
 سموار کو پسلے طاہر خود گیا۔ پھر قرباً ایک گھنٹے بعد وہ ان کے پاس آیا۔
 "میں نے مبا سے ذکر کیا ہے... وہ بھی آپ سے ملنے کے لئے بے بھین
 ہے۔"

"پھلو پھر"۔ جانی صاحب بولے۔
 دونوں دیاں پہنچے میا نے ان کے لیے دروازہ کھول دیا۔
 "السلام علیکم۔ خیر ہے۔ آپ کی خلائق تو دکھائی دی۔" وہ بولی۔
 "یکن بھی۔ مجھے بہت ڈر لگا رہا ہے۔"
 "تو رئے کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی آگیا تو چھپتے کا ہندو بست ہے۔" جما بولی۔
 "اس کے باوجود مجھے خوف محوس ہو رہا ہے۔ میں تو یہاں زیادہ دیر نہیں بیٹھ سکتا۔ ایک بات کھوں جاؤ۔"

"تی اکلے فرائیے۔" "تم دونوں کی یہ کیفیت دیکھ کر میں مجبور ہوں کہ تم پر کوئی پابندی عائد نہ کر لیں لیکن ایک خیال تم بھی رکھو گے۔ ایک تو یہ اگر تمہیں بدلتا ہے تو آج ہی

”جب وقت آئے گا۔ بات کر لیں گے۔ فی الحال تو مجھے چار سال تک کام
میں پڑھنا ہے۔“

”تو کیا ہم چار سال تک چوری پچھے ہی ملتے رہیں گے۔“

”نہیں۔ آہست آہست حالات بھی معمول پر آ جائیں گے۔ تم اکٹل سے
کوئی وہ گمراہیں آنا جانا باری رکھیں۔ آمد و رفت رہے گی تو تعلقات بہتر ہوتے
چلے جائیں گے۔“

”اچھی بات ہے۔ میں ان سے کہ دوں گا۔“

”اب کافی وقت ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے۔ اب تم چلے جاؤ۔“

”کیا بات کرتی ہو۔ ابھی ابھی تو آیا ہوں۔“

”کسی وقت بھی کوئی آنکھا ہے۔ اور مجھے ہر لمحے دھڑکا لگا رہتا ہے۔“

”مت ڈر۔ کوئی آگیا تو میں اور پر چلا جاؤں گا۔“

”ویسے تم ہو ڈھینت۔“

”اس میں کیا لٹک ہے۔“ طاہر سکرایا۔
”اٹھ کرے یہ حالات ختم ہوں۔ تمہارا گھر میں آنا جانا شروع ہو جائے۔ میں اس ہر ہفتہ کی الجھن سے تو تجھات پاؤں گی۔“
”تم یہ نہ خیال کو کہ میں الجھن محسوس نہیں کرتا۔ اچھا۔ آئندہ بیٹھنے کا کیا پروگرام ہے؟“
”آئندہ بیٹھنے کی بات سن کر تو تم اچھل پڑو گے۔“
”چلو اچھا ہے۔ اچھنے کو جی بھی بہت چاہ رہا ہے۔“ طاہر خوش ہو کر کہا۔
”آئندہ سو موادر کو کامیاب ہد رہے گا اور مغل کو میں دیسے چھٹی کوں گی۔“
”بہت خوب! یہ ہوئی نا بات۔“ طاہر خوش ہو گیا۔
اس روز بھی وہ قرباً پائی گئنے مبارکے ساتھ رہا۔ اور جب بیگم خان کے آنے کا وقت ہوا، اس وقت پاہر لکلاں جب کہ مبارکہ راستے جانے کے لئے کہتی رہی اور مصنوعی حصہ اس پر اتارتی رہی۔

مصنوعی حصہ اس پر اتارتی رہی۔
ان کی یہ ملاقاتیں قرباً تین ماہ تک اسی طرح جاری رہیں۔ بختے میں ایک دن
یا دو دن وہ ملتے رہے۔ ایک دن ظاہر کو بہت خوش پا کر جانی صاحب نے اس سے
پوچھا۔

میں ایک رائٹر ہوں۔۔۔ لکھنے والے بہت زیادہ حساس ہوتے ہیں۔۔۔ عام آدمیوں سے پیسیوں مگنا حساس۔۔۔ اور تو سب کچھ کر سکتا ہے۔۔۔ اپنے احساس کو نہیں مار سکتا۔۔۔ کسی وقت خدا غنیمت تہ بدل گھنی۔۔۔ تم نے اگر بے وقاری کی وجہ سے وقاری کی چاہے کچھ ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ میں بیداشت شیئں کر سکوں گا۔۔۔ اس بے وقاری کا کوئی نہ کوئی رو عمل ضرور ہو گا۔۔۔ تم نے سا ہو گا۔۔۔ ہر عمل کا ایک رو عمل ضرور ہوتا ہے۔۔۔ ہوتا ہے ہا۔۔۔

”ہاں انکل۔۔۔ میں جانتی ہوں۔۔۔ میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ مل کی گمراہیوں سے ظاہر کو چاہتی ہوں اور یہ مجھ سے بھی بڑھ کر مجھے چاہتے ہیں۔۔۔ ان حالات میں بدلنے کا کیا ہوا۔۔۔ لہذا آپ فکر نہ کریں۔۔۔“

”ٹھکریہ لڑکی۔۔۔ انہوں نے ایک بیار بھری چپت اس کے گال پر لگائی اور چلے گئے۔۔۔

○○○

بائی صاحب نے کتابوں کا پیکٹ اخنیا اور خان صاحب کے وفتر پیش کیا۔۔۔ ”یہ تو رہیں آپ کی کتابیں۔۔۔ اور میں آج کل نہیں کے ایک جزوے پلاٹ کی تلاش میں ہوں۔۔۔ کوئی نظر میں ہو تو ضرور ہتا ہیں۔۔۔ بلکہ آپ کا حلقة احباب بہت وسیع ہے۔۔۔ ان سے ذکر کرتے رہئے گا۔۔۔“

”بھیجی بات ہے۔۔۔ یہ تو ہو گیا آپ کا کام۔۔۔ ایک کام ہمارا بھی ہے۔۔۔ اور ہاں۔۔۔ آپ گھر کیوں نہیں آتے۔۔۔ آخر کب تک دور دور رہیں گے۔۔۔“

”جب بہک آپ ظاہر کو دور دور رکھیں گے۔۔۔“

”وہ لگے اور ہراہر دیکھنے۔۔۔ پھر بولے۔۔۔

”ہم نے آپ کے گھر کے صرف ایک فرد پابندی لگائی اور آپ سب نے آتا چھوڑ دیا۔۔۔ آج آپ کو میرے ساتھ گھر چلانا ہو گا۔۔۔ یہکم بھی آپ کی غیر حاضری کو بنت حسوس کرتی ہیں۔۔۔“

”خیج۔۔۔ چلا چلوں گا۔۔۔“

”جب سے گھر بدلہ ہے۔۔۔ یہی فون کی بست پریشانی ہے۔۔۔ کوئی زرا سماجی کام ہوتا ہے۔۔۔ وفتر جانا پڑتا ہے۔۔۔ آپ کے پاس دو ٹلی فون ہیں۔۔۔ اگر آپ ان میں سے ایک ہمارے ہاں منتقل کر دیں۔۔۔“

بدل جاؤ۔۔۔ یہ نہ ہو۔۔۔ کہ چار سال بعد تم میں باپ کی مرضی کے مطابق کمیں اور شادی کرلو۔۔۔“

”ایسا نہیں ہو گا انکل۔۔۔ میں نہیں بدلوں گی۔۔۔“

”ٹھکریہ۔۔۔ دوسری بات یہ کہ دونوں گھروں کی عزت اب تم دونوں کے ہاتھ میں ہے۔۔۔ اور تمہارے اس جرم میں میں بھی شریک ہو چکا ہوں۔۔۔ لہذا خیال رہے۔۔۔“

”آپ فکر نہ کریں انکل۔۔۔“

”اچھا تو پھر میں چلا ہوں۔۔۔“

”اتنی جلدی انکل۔۔۔ وہ بولی۔۔۔“

”بھی مارے ڈر کے میرا بر احوال ہے۔۔۔“

”یہ کہ کروہ کرنے ہو گئے۔۔۔ انہوں نے سا کو گلے سے لگایا اور آنکھوں میں آنسو لیے اس گھر سے نکل گئے۔۔۔“

○○○

”سماں کر رہی تھی۔۔۔ بت دن ہو گئے انکل کو دیکھئے۔۔۔ چلا ہے آپ کو بھی۔۔۔ آج ملاقات کا دن ہے۔۔۔“

”بھیجے ڈر لگتا ہے۔۔۔ کہیں تم دونوں کے ساتھ میں بھی نہ مارا جاؤں۔۔۔“

”کوئی فکر نہ کریں۔۔۔ چلیں۔۔۔“

”وہ اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔۔۔ سماں سب معمول ان کا استقبال کیا۔۔۔ اوہر اور ہر کی چد باتیں کرنے کے بعد وہ تو پڑے آئے۔۔۔ البتہ ظاہر وہیں رہ گیا۔۔۔ رخصت کر وقت انہوں نے دونوں سے ایک بات کی۔۔۔“

”ایک بات زہن میں بخالو۔۔۔ ایک نہ ایک دن تمہاری ان ملاقاتوں کا بھیجیں کھل جائے گا۔۔۔ اس دن سے پہلے دونوں زہنی طور پر تیار رہو۔۔۔“

”اٹھ ماںک ہے انکل۔۔۔ سماں کیا۔۔۔“

”ہاں! بے شک۔۔۔ تین انکی باتیں بھی بھی راز نہیں رہا کرتیں اور باں۔۔۔ میں ایک بار پھر کھوں گا۔۔۔ اگر اس بیار سے دامن چھڑانا ہے۔۔۔ ڈلانا ہے تو ابھی بدل جاؤ۔۔۔ درستہ جوں ہوں وقت گزرے گا۔۔۔ پھر ظاہر کے لئے ڈلانا قریب قریب نہیں ہو۔۔۔ جائے گا اور اس کے ساتھ ساتھ میرے لئے بھی ایسا کہنا ممکن نہیں رہ جائے گا۔۔۔“

"لیکن دوسرا ملی فون تو میں نے چھ ماہ پلے اپنے ایک واقعہ نام کو روا ہے۔ آپ کو یہ بات معلوم بھی ہے۔ اس وقت تو آپ کو ضرورت نہیں تھی۔ ورنہ میں اس کے بعد آپ کو دے دتا۔"

"ہاں! یہ بات صحیح ہے۔ لیکن اب ہمیں زیادہ ضرورت ہے۔"

"میریم کو ملی فون شفت کروانے کے لئے ایک ہزار روپے سرکاری فسی اور کرنے پڑے ہیں۔ کم از کم سال گزر جائے۔ پھر تو میں اس سے ملی فون والیں لیتا اچھا لگوں گا۔"

"ہوں! یہ بات بھی ہے۔"

اور اس دن خان صاحب نبندتی انسیں اپنے گرفتے گئے۔ ہاں تکم خان نے بھی چھوٹتے ہی فون کی بات چیخڑی۔
"ہاں! خان صاحب نے بات کی ہے۔ بہرحال فون آپ کو مل جائے گا۔ لیکن پچھے ماہ بعد۔"

"اس کا مطلب ہے۔ آپ ہمیں میل رہے ہیں۔"

"یہ بات نہیں۔" جای صاحب پولے
اس روز بہت دنوں بعد جای صاحب کو انہوں نے کھانا کھانے کے بغیر نہ
جانے دیا۔ وہ اچھی طرح محosoں کر رہے تھے کہ یہ سارا فون کا چکر ہے۔ لیکن دو
دن بعد خان صاحب نے انسیں ایک خوشخبری سنائی۔

"میرے دوست ہیں ناڈاکنر ساہب۔ ان کے پاس بھی دو فون ہیں۔"
میری بات سختے ہی ایک ہمیں دینے کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ اور فوری طور پر۔"

"ٹیکے مبارک ہو۔" جای صاحب نے خوش ہو کر کہا۔ زیادہ خوشی انسیں اس
بات کی ہوئی تھی کہ ان کا اپنا فون اس بیانے بال بال قریباً تھا۔
اس روز بھی خان صاحب انسیں اپنے گھر ساتھ لے گئے۔ ہاں میانے فوراً
کہا۔

"اٹکل! آپ نے فون نہیں دیا۔ ہمیں بھی فوری طور پر مل رہا ہے۔"
کے دوست ناڈاکنر دے رہے ہیں۔" میا کے لیے میں بلکا ساطھ تھا۔
"اچھی خوبی۔ دینے سے انمار میں نے بھی نہیں کیا تھا۔ صرف چند ہدایہ
دینے کی بات کی تھی۔ وہ بھی اس لئے کہ نہیں کو اس پر ایک ہزار خرچ کرنا چاہیے۔"

تحت۔ اور فون دیتے وقت میں نے اس سے کاتھا کہ کم از کم ایک سال سے پہلے میں
پہلیں صیلیں لوں گا۔ دوسروں سے کیا ہوا وغیرہ بھی تو مجھے تھا ہے۔"

ہمیں۔" تکم خان پولے۔

"لیکن آپ اپنے دوست حیم صاحب سے یہ کام کروادیں۔ اس طرح منتظر
فراہم جائے گی۔"

جای صاحب کے دوست حیم صاحب مگر ملی فون میں ملازم تھے اور ایسے کام
کروانے کے ماہر تھے۔ ان کی بات سختے ہی وہ پولے۔
"صحیح ہے۔ میں اس سے کہ دتا ہوں۔"

اس روز جای صاحب نے حیم صاحب سے بات کی۔ سب کروادیں۔
"یہ بھی کوئی کام ہے۔ بھی ایک ہزار فسی ہے سرکاری۔ ڈیکھاں توں ہوا
دتا ہوں۔ وہ جمع کروادیں۔ فون ان کے گھر خلی ہو جائے گا۔"
"بہت بہت غفرنہ۔"

وہ رے دن جای صاحب نے کافنڈی کارروائی عمل کی۔ کلفٹن پر ناڈاکنر
سماں کے دھنلا کروائے اور حیم صاحب کے خواستے کر آئے۔ لیکن حیم صاحب کی
پوری کوشش کے باوجود کام نہ ہو سکا۔ کوئی فتنہ رکاوٹ تھی یا کوئی اور بات تھی۔
دفتر کے لوگوں سے کوئی ایسی بات معلوم نہ ہو سکی۔ جس کے بارے میں یقین سے
چکو کرنا جا سکتا۔ بہرحال خان صاحب کو حد درجہ مالیوی ہوئی اور وہ ایک بار پھر جای
صاحب کے فون کی امید ہاندہ پیش کرے۔ اور ہر طاہر اور میا میں ملاقاتیں جاری تھیں۔
ایک دن خان صاحب کا فون جای صاحب کو موصول ہوا۔

"آپ کے لئے ایک پلاٹ ہے۔ بہت ہی اچھی جگہ اور رہت بھی اتنا زیادہ
ہیں ہے۔ اس کو آج ہی دیکھ لیں۔ کہیں ہاتھ سے نہ لکل جائے۔"
"تھی بہت سخت۔ کون دیکھائے گا۔"

"آپ ایسا کریں۔ کہ میرے پاس دفتر آ جائیں۔ میں بھی ساتھ چلا چلوں
گے۔ لیکن ایک اور بات ہے۔" انہوں نے کہا۔

"اور وہ کیا خان صاحب؟"

"میری گاڑی خراب ہے۔ درکشہ میں کھڑی ہے۔ آپ اپنی گاڑی کی پالی
لے جائیں۔"

"یہ تو ابھسن ہو گئی۔"

"تو آپ یہاں نہیں... میں ڈھونڈ کر لا رہتا ہوں۔"
عین اسی وقت اطلاعی تھنٹی بچ اٹھی۔ صارزگی۔
"بُو آگئے۔"

جای صاحب کے ہوش اڑ گئے۔ ظاہر کا رنگ سفید پڑ گیا۔ فوراً ہی خان
صاحب نے ایک اور تیز اور لمبی تھنٹی بھاگی۔ یوں گل تھا جیسے وہ بت جلدی میں
ہوں۔

"آپ چھپنے کا وقت نہیں ہے۔" بنا نے کانپ کر کما اور دروازے کی طرف
بیند گئی۔

"آپ دروازے کی اوت میں آ جائیں۔ جو نہیں انکل اندر واصل ہوں گے۔
تم ڈر انگ روم سے نکل جائیں گے۔"

"مروا دیا۔۔۔ لیکن میں چوروں کی طرح نہیں چاؤں گا۔" جای صاحب بولے۔
اسی وقت دروازہ کھلنے کی آواز سنائی دی۔ دو توں دروازے کی اوت میں ہو
گئے۔

"لیکن خان صاحب گمراہ کے اندر جانے کی بجائے سیدھے ڈر انگ روم میں
پڑے آئے اور ان دونوں کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔
"یہ۔۔۔ یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں جائی صاحب۔" ان کے لمحے میں حیرت کے
ساتھ غترت بھی شامل ہو گئی۔

"یہ آپ ہمارے ساتھ کیا کر رہے ہیں۔۔۔ کیا دوستی کے بیسی تھا ہیں۔۔۔ وہ
پھر سرو اواز میں بولے۔

"آپ بات سن لیں۔۔۔ اور اس پر خود غور کر لیں۔۔۔ مجھے تو آپ کے ہاں آنا تھا
ہا۔۔۔ جائی صاحب نے کھرا کی ہوئی کوئی کوئی کوئی کوئی کوئی۔۔۔

"ہا! اسی بات پر تو میں حیران ہوں۔"
"مجھے دیاں چالی نہیں مل سکی۔ رات میں آپ کے ہاں چند منٹ کے لئے آتا
تھا تھا۔۔۔ میں نے سوچا، کہیں چالی یہاں نہ رہ گئی ہو۔۔۔ لہذا مجھے پہلے اور آتا پڑا۔۔۔

کاکے میں چالی لے کر آپ کے پاس پہنچوں۔" انہوں نے جلدی جلدی کہا۔
"لیکن۔۔۔ آپ کے ساتھ ظاہر کیوں ہے؟"

"ٹھیک ہے۔"

اس روز اتوار تھا۔ اور ظاہر تھوڑی دیر پہلے ہی بہا سے ملنے چلا گیا تھا۔
کیونکہ اس نے اس سرتیہ اتوار کو چھٹی کی تھی۔ کسی سلسلے میں اس کا منگل کو کافی جانا
ضروری تھا۔ لہذا اس نے منگل کی بجائے اتوار کے روز چھٹی کی تھی اور یہ بات
گزشتہ منگل کو ہی ظاہر کو جانا دی تھی۔

جای صاحب نے گازی کی چالی خلاش کی۔ لیکن نہ مل۔۔۔ وہ گھبرا کئے۔۔۔ چالی
نہ ملنے کا مطلب تھا کہ وہ ظاہر کی جیب میں ہے۔ اور اب گویا اپسیں چالی لینے کے
لئے خان صاحب کے گمراہ جانا تھا۔۔۔ وہاں سے چالی لے کر خان صاحب کے دفتر۔

وہ فوراً ہوسیو پیٹھک شور کو تالا لگا کر ہل پڑے۔۔۔ دل میں جنبجلا بھی رہے
تھے۔۔۔

"پلاٹ والے کو بھی آج یہ پلاٹ دکھانا تھا اور ظاہر کو بھی آج یہ بہا سے ملنے
چانا تھا اور ساتھ میں چالی لے کر جانا تھا۔"

اسی طرح جلتے رہنے والے خان صاحب کے گمراہ کے گمراہ کے۔۔۔ انہوں نے تھنٹی بھاگی۔۔۔
صبا چھر پیٹھک بعد دروازے پر آئی۔۔۔ ظاہر ہے۔۔۔ ظاہر کو چھپنا تھا۔۔۔ پھر وہ آسکتی تھی۔۔۔
"کون؟" اس کی آواز میں بھلی سی رہش تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ پرستی

کے عالم میں وہ تھنٹی اپنے مخصوص انداز میں نہیں بجا سکے تھے۔۔۔
"یہ میں ہو سبا۔۔۔ گازی کی چالی چاہیے۔۔۔ دروازے کے سوراخ میں سے بچے
چالی دے دیں۔۔۔ بس دروازہ کھوئے کی ضرورت نہیں۔"

"نہیں۔۔۔ آپ اندر آ جائیں۔۔۔ ظاہر اور پرستی میں اپسیں بلا تی ہوں۔"
یہ کہ کہ اس نے ڈر انگ روم کا دروازہ کھول دیا۔۔۔ جائی صاحب اندر واصل
ہو گئے۔۔۔ اسی وقت ظاہر آگئا۔۔۔ غالباً وہ اور پسیں گیا تھا۔۔۔ دوسری طرف کھرا ہو گیا
تھا۔۔۔

"ظاہر! گازی کی چالی دے دی۔۔۔ ابھی ابھی خان صاحب کا فون آیا تھا۔۔۔ کوئی
پلاٹ برائے فروخت ہے۔۔۔ مجھے ان کے ساتھ دو پلاٹ دیکھنے کے لئے جانا ہے۔"

"پل۔۔۔ لیکن چالی تو میرے پاس نہیں ہے۔۔۔ وہیں میزکی دراز میں ہو گئی۔"
"اوہ! لیکن۔۔۔ میزکی دراز میں تو میں دیکھ پکا ہوں۔"

"تب پھر کہیں اور رکھی گئی ہو گئی۔"۔۔۔ ظاہر نے کہا۔

اب یہاں ظاہر کے ساتھ جائی صاحب آپ بھی موجود ہیں۔ مجھے حیرت اسی پر ہے۔
آخر آپ یہاں کیوں ہیں۔ آپ کو تو میرے پاس آتا تھا۔
”میں تاپکا ہوں۔ یہ سارا کیا دھرا چالی کا ہے۔ میں تو چالی کی خلاش میں آیا
تھا۔“

خان صاحب کا ذہن اس وقت شدید ابجھتوں کا مرکز ہوا تھا۔ شاید وہ کچھ
ہوچے مجھے کے قتل صین رہ گئے تھے۔

”مہل۔ مجھے تم سے الی امید نہیں تھی۔ چلو میرے ساتھ۔ تیار ہو جاؤ۔
کپڑے ہیں تھا اپاں استری شدہ۔“

”تھیں۔ ابھی کر لیتی ہوں۔“
”کتنی بار کما ہے۔ کپڑے استری شدہ ہر وقت تیار رکھا کرو۔ چلو جلدی
ہو۔ کپڑے استری کرو۔“

مبا اپنے کمرے میں داخل ہو گئی۔ اس نے قیص شلوار انھائی اور باہر نکل کر
انہیں اٹھنے کی طرف جانے لگی تو جائی صاحب بولے۔
”کہاں لے جا رہے ہیں آپ اسے؟“

”سکول چھوڑ کر آؤں گا۔ اس کی ماں کے پاس۔ اور کیا کر سکتا ہوں۔“
”لیکن وہاں یہ پریشان صورت لے جائے گی۔ اپنی ای کو کیا باتے گی۔“
”بھی الگ پریشان ہو کر رہ جائیں گی۔“

”تب پھر کیا کوں۔ اسے یہاں چھوڑ کر بھی تو نہیں جا سکا۔“
”آپ باہر سے تالا لگا دیں۔“

”تالا تو پسلے بھی لگا رہتا تھا۔ پھر اس سے کیا فائدہ ہوا؟“
”بالتی دو دروازوں کو اندر سے تالا لگا دیں۔ اس طرح ظاہر اندر نہیں آسکے
گئے۔“

”لیکن۔ یہ آپ نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔ مغلے میں اب ہماری کیا عزت
وہ بھی ہے۔“

”یہ سب کیا دھرا صرف آپ کا ہے خان صاحب۔ اگر آپ ظاہر
کے یہاں آتے پر پابندی نہ لگاتے تو یہ دن تر دیکھنا پڑتا۔ تالی ایک ہاتھ سے نہیں دو
ہاتھ سے بجا کرتی ہے۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں۔ یہ سارا قصور صرف ظاہر۔ یا مبا کا
لیکن!“

اس سوال کا جائی صاحب کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔
”میرے نامے ظاہر ہمارے گھر میں کیوں موجود ہے۔ جب کہ ہم نے اس کا
داخل بند کر رکھا ہے۔“ انسوں نے تجزیہ میں کہا۔

”چالی۔ خان صاحب چالی۔ یہ سارا چکر چالی کا ہے۔“
”ظاہر! تم یہاں کیوں کھڑے ہو۔ تم جاؤ۔“ خان صاحب نے ظاہر سے کہا۔

ظاہر گھر سے نکل گیا۔ اور خان صاحب نے جائی صاحب سے کہا۔

”آئیجے۔ میرے ساتھ۔“
وہ انسوں اندر لے آئے۔ دونوں بیٹھے گئے۔ جا سفید رنگ لئے ایک طرف
کھڑی رہی۔

”آپ ہمارے ساتھ اچھا نہیں کر رہے جائی صاحب۔ آخر ہماری بھی کوئی
عزت ہے۔ مغلے والے کیا کیسے گے؟“

”میں نے آپ کے خیال میں کیا کیا ہے۔ ان پر پابندیاں آپ نے لگائی ہیں۔
یہ تو ان پابندیوں کا رد عمل ہے۔ نہ آپ پابندی لگاتے۔ نہ یہ نوبت آتی۔“

”لیکن جب لگا دی تو۔ ظاہر کو یہاں نہیں آتا جائیے تھا۔“
”خان صاحب۔ تالی دو توں ہاتھوں سے بھت ہے۔“ جائی صاحب کو بھی خود آ
گیا۔ خان صاحب، مبا کی طرف گھوم گئے اور بولے۔

”تم نے ظاہر کو اندر کیوں آئے دیا۔“
”ابو! ظاہر بھی انکل کے ساتھ تھے۔ میں کیا کرتی؟“ اس نے فوراً کہا۔

”یہ بات تھیک نہیں ہے۔“ خان صاحب بولے۔
”کون سی بات؟“

”یہ کہ ظاہر تمارے انکل کے ساتھ آیا تھا۔“ خان صاحب نے منہ بنا کر کہا۔
”یا مطلب؟“ مبا اور جائی صاحب ایک ساتھ بولے۔

”میرے پاس چدرہ میں منت پسلے مغلے کا ایک آدمی دفتر میں آیا تھا۔ آجے یہ
اس نے کہا۔ خان صاحب! زرا الگ چال کے میری بات سن لیں۔ میں ان کے
ساتھ دفتر سے باہر نکل آیا تو انسوں نے رازداران انداز میں کہا۔ آپ کے گھر میں
اس وقت ظاہر موجود ہے۔“

وہ ان کے ساتھ چلتے گے۔ دونوں پاکل قاموش تھے۔ جیسے ان دونوں کے پاس ایک دوسرے سے کتنے کے لیے کچھ بھی نہ ہو۔ دفتر کے نزدیک پہنچ کر جائی صاحب نے صرف ایک بات کہی۔
خان صاحب۔ یہ سارا واقع۔ آپ بجا بھی کو ہرگز نہ بتائیے گا۔ درستہ صاحب پڑھنے دیا تو اور یہ جائے گا۔
”کوشش کروں گا۔“ وہ چند بات سے عاری بجئے غسل بولے۔ پھر انہوں نے کہ۔
”آپ زرا طاہر کو فون کر کے کہ دیں۔ کہیں وہ پھر یعنی تھوڑی دیر بعد یعنی گھر کا رخ نہ کر بیٹھے۔“
”نہیں! اب وہ کیوں آئے گا۔“
”آپ کہ دیں ہا۔“

جای صاحب نے گھر کے نمبر طالائے۔ لین اور سے بتایا کیا کہ طاہر ابھی نہیں ہے۔
”طاہر ابھی واپس نہیں پہنچا۔“
”لکھا۔ وہ ابھی نہیں جائے گا۔ پھر جہا سے بات کرنے کے لیے آئے گا۔ بلکہ آگئا ہو گا۔“
”یہ آپ کا خیال ہے۔ اور پھر اب تو تمنی تین تالے لگ گئے ہیں۔ آپ کیل پر شان ہوتے ہیں۔“
”وہ اگر دروازے پر کھرا ہو کر صبا سے بات کرے گا۔ تو بھی محلے والے یہ جیز نوٹ کر لیں گے۔ پسلے ہی تھاری کون سی عزت رہ گئی ہے۔“
”اب میری اس سے بات ہو گی۔ تھی کہ سکوں گا نا۔ اس سے کوئی بات۔“

”اچھا۔“ انہوں نے سرو آہ بھری۔ پھر گھنٹی بجا کر جو اسی کو بلایا۔
”میں پلاٹ دیکھنے کے لیے چانا تھا۔ تم جای صاحب کو ساتھ لے جاؤ اور وہ پلاٹ دکھانے۔ میری طبعت خراب ہو گئی ہے۔ میں ساتھ نہیں جا سکوں گا۔“
”بہت بہتر سر۔“ اس نے کہا۔
”آپ اس کے ساتھ چلتے چائیں۔ اسی نے اس پلاٹ کے بارے میں بتایا۔

ہے؟ جی نہیں۔ یہ قصور آپ کا اپنا ہے، پسلے تو طاہر کو اس قدر لافت کر دیا۔ یہاں تک کہ اسے گھر کا فردہ بنا لیا۔ بلکہ گھر کے فرد سے بھی بڑھ کر کوئی پیچھا نہیں۔ یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں اتنا وقت نہیں گزارتا تھا جتنا آپ کے ہاں۔ گھر میں کی لمبی دوسریوں میں وہ سوتا بھی آپ کے ہاں رہا۔ آپ کو ان دونوں کی دلچسپی کا علم بھی ہے۔ جب گھر کے باہر لوگوں کو ان کے رومن کاپا ہے تو یہ کیسے ہو سکا ہے۔ کہ آپ کو علم نہ ہو۔ آپ نے آنکھوں پر پٹی تو نہیں پاندھ رکھی۔ اور پھر جب طاہر پہلی بار کسی کام سے آپ کے دروازے پر آیا تھا۔ اسی وقت آپ نے کیوں اسے اپنے گھر کے اندر بنا لیا۔ باہر ہی سے اسے کیوں واپس نہ بھیج دیا۔ بعد میں کیبل اس کے اس قدر آتے چاہے پر اعتراض نہ کیا گیا۔ کیوں اسے نہیں تو کا گیا۔ صبا کی طاہر میں بڑھتی ہوئی دلچسپی کو کیوں محسوس نہیں کیا گیا۔ آپ نے آنکھیں کیوں بند کے رکھیں۔ یہ سارا قصور میرا ہے یا آپ کا اپنا۔ یہ سب کچھ آپ کے گھر میں ہوا ہے یا میرے گھر میں۔“ جای صاحب روائی کے عالم میں کتنے چلے گئے۔ خان صاحب کے پاس لے دے کر اس بات کا یہ جواب تھا۔
”یہم تو یہ خیال کرتے رہے کہ یہ دونوں بھائی بھنوں کی طرح ملے جلاتے ہیں اور بس۔“

”واہ! اس سادگی پر کون نہ مر جائے اے خدا۔ دنیا میں یہ بات مشور ہو چکی۔ اور آپ اسے بن بھائی کا یار خیال کرتے ہیں۔ آپ کے تمام دوستوں۔ آپ کی بیکم صاحب کے سکول کی تمام استاذتوں کو اس رومن کا علم ہے۔ ایک علم نہیں ہے تو آپ کو۔ کیا کہنے ہیں آپ کے۔“
خان صاحب سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ آخر انہوں نے کہا۔
”میں تالے لگاتا ہوں۔“
وہ اٹھ کر تالے لگاتے گئے۔ جای صاحب اور جما ایک دوسرے کی طرف ہا۔ پار دیکھنے لگے جیسے کہ رہے ہوں یہ کیا ہو گیا۔ اسی وقت خان صاحب اندر آگئے۔
”چلے۔“
وہ اٹھ کر ہوئے۔ باہر کے دروازے پر بھی انہوں نے تالا لگا دیا۔

”آپ میں چلتا ہوں۔“ جای صاحب نے کہا۔
”نہیں! میرے ساتھ چلیں۔“ وہ پلاٹ لجئے میں بولے۔

قا۔

”می اچھا۔“

جائی صاحب پلاٹ دیکھنے اس کے ساتھ چلے گئے۔ اب کس کا دل پلاٹ دیکھنے کو چاہ رہا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ چلتے گئے۔ البتہ والی بی پر خان صاحب کے پاس نہیں گئے۔ سیدھے گرفتار پہنچے۔ طاہر موت کی طرح خاموش تھا۔

”عجیب واقعہ ہو گیا یہ تو۔“

”اللہ کو یہی مخلوق تھا۔“ طاہر نے کہا۔

”چھا۔“ تم حوصلہ رکھو۔ جوانوں کی طرح اس واقعے کو برداشت کر چاہا۔

جائی صاحب بولے۔

تحوڑی دری بجد جائی صاحب نے خان صاحب کا نمبر ملایا۔ لیکن دفتر سے انہیں تباہ کیا کہ وہ گرفتار چلتے گئے ہیں۔ دوسرے دن جائی صاحب کو لاہور چاہا تھا۔ انہوں نے لاہور جا کر خان صاحب کو فون کیا اور بولے۔

”خان صاحب۔ یہ فون میں آپ کو لاہور سے کر رہا ہوں۔ کل میں نے بعد میں آپ کو فون کیا تھا۔ لیکن آپ گرفتار چلتے گئے تھے۔“

”ہاں! کل آپ کے جانے کے بعد مجھ سے دفتر میں بھی بیٹھا نہ گیا۔ گرفتار چاہا۔“

”خان صاحب مجھے احسان ہے۔ کہ آپ پر کیا بیت روی ہے۔ ہر حال میں لاہور سے آکر آپ سے ملاقات کروں گا اور کچھ وضاحتیں کروں گا۔“

”چھا۔“ انہوں نے کہا۔

دوسرے دن جائی صاحب، خان صاحب کے محلے کی مسجد میں پہنچے۔ مطرب کی نماز کا وقت تھا۔ نماز کے بعد انہوں نے نمازوں پر نظر دوڑائی۔ خان صاحب انہیں نظر آگئے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ جب باہر کی طرف چلتے تو جائی صاحب ان کے سامنے آگئے۔

”اوہ آپ!“ انہوں نے پچھلی سکرائب چرپے پر صحاتے ہوئے کہا۔

”میں کچھ معروضات لکھ لایا ہوں۔ آپ ان کو پڑھ لیجئے گا۔ پھر میں آپ کے پاس آؤں گا۔“ یہ کہہ کر انہوں ایک خط انہیں دے دیا۔ خان صاحب نے ”اے کر جیب میں رکھ لیا۔ پھر سجدہ سے باہر نکلے تو انہوں نے پوچھا۔

”آپ نے گھر میں کسی اور سے اس واقعے کا ذکر تو نہیں کیا۔“

”کہا ہی پڑا۔ حالات ہی ایسے تھے۔ کہ جانے پر مجبور تھا۔“

”بہوں! اچھا۔“ جائی صاحب نے سرد آہ بھری۔

”آپ کو چاہا ہے۔ پر سوں جب ہم گھر سے نکل کر دفتر چلتے آئے۔ طاہر پھر پڑ کر آیا تھا۔“

”اکی! نہیں۔“ جائی صاحب حیران ہوئے۔

”اور وہ قریباً پدرہ منڈ دروازے پر کھڑا جسا سے باہم کرتا رہا۔“

”اودا!“ وہ دھک سے رہ گئے۔

پھر وہ چلتے آئے۔ انہوں نے طاہر سے پوچھا۔

”طاہر! تم پر سوں ہمارے نکل جانے کے بعد پھر جسا سے بات کرنے دروازے پر گئے تھے۔“

”ہاں اب رہا ہیا تھا۔“

”تحمیں ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا طاہر۔ یہ تو جلتی پر تحلیل والے کے متراوف ہے۔“

”بہن! میں رہ نہ سکا۔“

”آخر تم کیوں گئے تھے۔ تم نے مباہے کیا کہا۔ مباہے تم سے کیا کہا۔“

”میں نے اس سے کہا تھا۔ مباہیں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا اور دنیا نے ہم پر نکالے کا دیئے ہیں۔“

”یہ تمہیں کس طرح پڑا چلا۔ یعنی تالے لگانے کے بارے میں۔“ انہوں نے پوچھا۔

”جب میں نے مباہے کیا کہ دروازہ کھولو۔ میں تم سے صرف چند باہم کی چاہتا ہوں۔ تو اس نے تھا کہ اب تو تم دروازوں کو تالے لگانے کے ہیں۔ پھر میں نے اس سے پوچھا۔ اب ہماری ملاقاتات کی کیا صورت ہو گی؟... اس نے کہا کہ ابھی تو حالات بہت کرم ہیں۔ نہ جانے کب تک گرم رہیں گے۔ معلمہ کچھ لختا ہو تو میں فوراً باتھ کر لیوں گی۔“

”ویکھو۔ سوچ لو۔ اگر تم نے رابطہ قائم کیا تو میں کسی ولن نہ دستی گھر میں آگ کروں گا۔“ میں نے اس سے کہا۔

نہف سے زیادہ کی حصے دار کما جائے تو پے جاتے ہو گا۔ خان
صاحب آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں کہ ان کے رہمان
کا علم ہارے اور آپ کے تربیت نام عنزیوں اور رشتے داروں کو
ہے۔ اور ہمارے تمام قریبی دوستوں کو بھی علم ہے۔ لوگ
خود مجھ سے آ آ کر پوچھتے ہیں۔ ظاہر اور مباکی شادی کب ہو
رہی ہے۔ بھابھی صاحبہ کے سکول کی استانیوں کو بھی ان کے
روان کا علم ہے۔ اب یہ باشند چار سو پہلی چکی ہیں خان
صاحب۔ ان حالات کو سامنے رکھ کر کوئی فیصلہ کریں۔ ایسا
ہو کہ وقت کا دھارا تکلیل جائے اور ہم کیسریتے رہ جائیں۔ مجھے
امید ہے۔ آپ پوری ہمدردی سے غور کریں گے۔ اب میں
کل حاضر ہوں گا۔ آپ کا جواب سننے کے لئے۔ ٹکری۔

آپ کا دوست

صدیق جائی

○☆○

"ہمیں ظاہر۔ خدا کے لیے ایسا نہ کرنا۔"۔ مباکے گھبرا کر کما۔
"مگر تم نے رابطہ قائم نہ کیا تو میں ایسا کروں گا۔"۔ میں نے بھی سخت لمحے میں
کما۔

"چھا بیبا۔ اب تو تم جاؤ۔ جس محلے دار نے ابو کو اطلاع دی ہے۔ وہ اس
وقت بھی تو حسین دیکھ رہا ہو گا۔"

"میں چلتا ہوں۔ خدا حافظ۔"۔ میں نے اس سے کما۔

"خدا حافظ۔"۔ مباکے کما۔

"اور میں چلا آیا۔"۔ ظاہر نے تفصیل بتائی۔

"ہمیں! اب تم اور ہم کا رخ نہ کرنا۔ پہلے ہم تحل دیکھیں گے۔ تحل کی دھار
دیکھیں گے۔ پھر میں خود خان صاحب سے تم دوستوں کے بارے میں بات کروں گا۔"

"جی اچھا۔"۔ ظاہر نے کما۔

اوہر خان صاحب اپنے گھر میں داخل ہوئے۔ الگ کر کے میں بینہ کر انہوں
نے وہ خط نکالا۔ جو جائی صاحب نے لکھا تھا۔

برادر میں خان صاحب

اللالم علیکم! آپ اس محاطے کو سلیمانی خیال نہ کریں۔
ظاہر اور مباکہ محاطے کے محاطے میں بہت دور تکلیل چکے ہیں۔ اب
اگر ہم نے انسیں الگ کئے رکھا تو یہ نہ آپ لوگوں کے لے
خونگوار ہو گا نہ ہمارے لئے۔ آپ کو تمام حالات معلوم
نہیں۔ نہ میں تفصیلات آپ کو تباہی سکتا ہوں۔ بس آپ
سے یہ درخواست کروں گا کہ آپ ہمدردانہ غور کریں۔ آپ کو
یاد ہو گا۔ جب آپ نے ظاہر کا واقعہ اپنے گھر میں بند کر دیا
فیصلہ سنایا تھا تو میں نے کہا تھا۔ آپ اتنا سخت فیصلہ نہ
سنا کیں۔ ظاہر سب کی موجودگی میں کبھی کھمار آ جایا کرے گا۔
اس مرح کوئی بیڑی بد منگی پیدا نہ ہو گی۔ لیکن آپ نے میری
یہ تجویز نہیں مانی تھی۔ اب دیکھ لجھئے۔ کیا حالات سامنے آئے
ہیں۔ آپ یہ بھی خیال نہ کریں۔ یہ سارا کیا دھرا صرف اور
صرف ظاہر کا ہے۔ مبا اس میں برادر کی حصے دار ہے۔ بلکہ

کو شش کر لیں۔

"ہاں! بالکل۔"

اس روز وہ راستے سے ہی ملاقات کر کے اپنے گھر آگئے۔ ایک ایک کر کے دن گزرنے لگے۔ جانے طاہر سے رابطہ نہ کیا۔ وہ بے بین رہنے لگا۔ آخر ایک دن جب کہ جائی صاحب لاہور گئے ہوئے تھے۔ وہ خان صاحب کے دروازے پر جا دیکا۔ اس نے دھک دی۔ اس نے سوچا تھا۔ اندر کوئی ہو گا تو جواب مل جائے گا۔ ورنہ وہ لوٹ چائے گا۔

فوراً جائی صبا کی آواز سنائی دی۔
"مگون؟"

"وہ ہے تم نے بھلا دیا۔"

"اوہ! طاہر! یہ تم ہو۔ صیں۔ میں نے جسمیں بھالیا تھیں۔ یعنی تم فوراً لوٹ جاؤ۔ کوئی نہ کوئی جسمیں دیکھ رہا ہو گا اور اب وہ کہا دے گا۔"

"غیرہ کو دیتا۔ میں خوب دیکھ بھال کر آتا ہوں۔ اس وقت مگر میں آس پاس کوئی نہیں ہے۔ میں تم فوراً دروازہ کھول دو۔ ایک نظر جسمیں دیکھ لوں۔ اور تم سے چند باتیں کر لوں۔ پھر میں چلا جاؤں گا۔"

"جیسیں طاہر۔ اگر کوئی آگیا تو پھر اس قدر بڑی مصیبت آئے گی کہ تم سچ دیکھ سکتے۔ جسمیں تو کوئی کچھ جسمیں کے گا۔ پھنس تو میں چاؤں گی۔ میری دنگی پسلے ہی اجتنب ہو چکی ہے۔ اب اسی مجھے اب اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ میں ان کی بیٹی نہیں ہوں۔ خدا کے لیے چلے جاؤ۔" جانے رو کر کر۔

"اس سے بڑی مصیبت اور کیا آئے گی۔ میں کس طرح اپنے دن اور راتیں گزار رہا ہوں۔ اگر تم دروازہ نہیں کھولو گی تو میں بھی یہاں سے نہیں چاؤں گا۔"

"اے! طاہر۔ تم تو بالکل نہیں سمجھتے۔ اچھا میں ڈرائیکٹ روم کا دروازہ کھول دیں ہوں۔"

- جو تھی دروازہ کھلا۔ طاہر اندر داخل ہو گیا۔ دونوں چند لمحے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ آنکھوں میں آنسو لئے۔ پھر صبا بولی۔

"اے! بس۔ تم فوراً چلے جاؤ۔ کیس اس بات کا۔ اب کونہ چل جائے۔"

دوسرے دن جائی صاحب، خان صاحب سے مسجد میں ملے۔ تو خان صاحب کافی گرم ہو چکی سے ملے۔ جائی صاحب کو بہت حیرت ہوئی کہ ان حالات میں خان صاحب میں یہ گرم ہو چکی کہاں سے آگئی۔

آپ نے وہ خط پڑھ لیا تھا۔ جائی صاحب نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"ہاں! پڑھ لیا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہم اس معاملے پر غور کریں گے۔ سمجھیں گے۔ اور ہاں! آپ کو ایک خبر سناؤں۔ میری ٹرانسفر ہو گئی ہے۔"

"اوہ! اچھا۔" جائی صاحب حیران رہ گئے۔

"لیکن۔ میں ٹرانسفر کو والوں گا۔ اس لیڈر کے ماہر یہ بھی کہتے ہیں کہ میں "خمن مادی جگہ پر جا کر ڈیونی دوں۔ اس کے بعد واپس ٹرانسفر کے سلطے میں کو شش کروں۔ اور شاید مجھے ایسا ہی کہنا پڑے گا۔ برا جاں اس وقت تو میں ٹرانسفر کے سلطے میں بہت پریشان ہوں۔"

"میں آپ کی پریشانی کو محسوس کر سکتا ہوں۔ آپ غیرہ کریں۔ اللہ ہر کرنے والا ہے۔"

"زیادہ الجھن یہ ہے کہ بیکم کی بھی یہاں ملازمت ہے۔ ہم سب تو جا بھی سکتے۔ مجھے ایکلے ہی جانا پڑے گا۔ باقی تینوں کو بیکم رہتا پڑے گا۔ میں کل سے ہی ٹرانسفر کو اپنے کی کوشش شروع کر رہا ہوں۔" انہوں نے بتایا۔

"ہوں! اچھا۔"

"ایک پریشانی اور ہے۔ اگر مجھے دوسرے شر جانا پڑے گیا تو گھر میں ملی فون بھی نہیں ہے۔ گھر والوں سے رابط کس طرح کیا کروں گا۔"

"اس کا مطلب ہے۔ آپ کو اب فون کی ضرورت حد سے زیادہ ہو گئی ہے۔ اس صورت میں اپنے دوست نعمت سے محدود کر سکتا ہوں۔ ملی فون میں آپ کے گھر میں شفت کراؤں گا۔ آپ غیرہ کریں۔ لیکن پسلے آپ ٹرانسفر کو اپنے کی تو

"میں چلے گا۔ تم رابطہ کی تو کوئی صورت ہاں۔ اگر تم مجھے سے رابطہ قائم رکھو گی تو مجھے تم سے قطعاً" کوئی دعایت نہیں ہو گی۔" "میں۔ اب تم ہی ہاں۔ آخر میں کس طرح تم سے رابطہ رکھوں۔" سانے پریشان ہو کر کہا۔

"یہ سچا تمارا کام ہے۔ اچا اب میں جاتا ہوں۔ چند دنوں کے اندر اندر رابطہ کی کوشش کرنا ورنہ میں یہ سمجھ لوں گا کہ تمہاری محبت نے دم توڑ دیا ہے۔"

"اللہ ہاتھ نہ کرو طاہر۔ خدا کے لئے مجھ پر رحم کرو۔"

"اچھا۔ میں جاتا ہوں۔ تم نے کوئی واضح جواب نہیں دیا۔ اس کا مطلب ہے۔ تم نے بھی اپ بدلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔" طاہر نے پاٹ لجھے میں کہا۔ سما جواب میں خاموش رہی۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ اس کا مطلب ہے۔ میری بات صحیح ہے۔"

"تم بس۔ چلے جاؤ طاہر۔ اس وقت میرا رواں روائی کا تپ رہا۔" طاہر نے اس پر ایک غصے بھری نظر ڈالی اور گھر سے کل گیا۔ سانے دروازہ بند کر دیا۔

○☆○

خان صاحب بہت پریشان تھے۔ ابھی تک وہ اپنی ٹرانسفر کو اتنے میں کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ اگرچہ وہ سفارش پر سفارش کروا رہے تھے۔ مگر ان کا ڈائرکٹر کوئی سفارش مانے کے لئے تیار نہیں تھا۔ اور جانی صاحب نے اپنے ٹیلی فون والے دوست سے ملا۔

"بھی شیم صاحب۔ خان صاحب کی ٹرانسفر ہو گئی ہے۔ ہاں تھیں وہ جاتے ہیں یا نہیں، لیکن انہیں اب فون کی بہت ضرورت ہے۔ صراحت فرمائ کر میرا دسرافون اب ان کے ہاں منتقل کر دیں۔"

"سرکاری فیس کون ادا کرے گا۔"

"خان صاحب۔"

"اچھا ہے۔ میں کافیزات تیار کروا کے آپ کے دھنخداں کو اتا ہوں۔ پھر ٹکانہ

تو شہزادی کو اکر خود ہی تعجیب کردا ہوں گا۔ آپ خان صاحب سے فیس لے کر مجھے پہنچوادیجے گا۔"

"اچھی بات ہے۔"

جانی صاحب نے خان صاحب کا نمبر لایا۔

"السلام علیکم خان صاحب۔ شیم صاحب سے بات ہو گئی ہے۔ چند دن کے اندر اندر فون آپ کے گرفتگ جائے گا۔"

"اوہ! بت بت ٹکریہ۔" انہوں نے فوراً کہا۔

"آپ کی ٹرانسفر کا کیا ہاں؟"

"ایک دزیر سے سفارش کو دیا ہے۔ دیکھیں کیا ہتا ہے۔"

"اٹھ بڑکرے۔" انہوں نے کہا۔ پھر بولے۔

"ایک آدھ دن میں ٹکانہ تو شہزادی کو جاری ہو جائے گا۔ آپ سرکاری فیس دے دیں۔"

"میں خود لے کر کوئی گا۔ کل صحیح۔"

"اچھی بات ہے۔"

"وو گرسے دن وہ آئے۔ جانی صاحب سے تو انہوں نے ہاتھ ملایا۔ لیکن طاہر کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ جانی صاحب کے دل پر بخلی گردی۔ انہیں ان سے اس قدر سرو صورتی کی امید نہیں تھی۔ لیکن وہ کہ بھی کیا سکتے تھے۔ خان صاحب رقم دے کر کچھ دیر پہنچ کر چلے گئے۔"

"طاہر۔ اتنے دن گزر گئے۔ میاں نے تم سے کوئی رابطہ قائم نہیں کیا ہا۔"

"ہاں نہیں کیا اب تو۔" اس نے خیلے لجھے میں کہا۔

"آپ ان کے ہاں فون لگ رہا ہے۔ تم بھی فون نہیں کو دے۔"

"اچھا اب تو۔ فون نہیں کریں گے۔"

"یا کل۔ تم فون نہیں کریں گے۔ خان صاحب یہ نہ خیال کریں کہ ہم نے انہیں فون اسی لئے لگواد کر دیا ہے کہ اس کے ذریعے ہم جا سے بات کر سکیں۔"

"آپ ٹکرنا کریں۔ جب تک اور ہر سے فون نہیں آئے گا۔ میں فون کو ہاتھ بھی نہیں لگائیں گا۔"

"صحیح ہے۔"

وہ خان صاحب سے ملے ان کے دفتر ضرور چلے گئے۔ ابھی انہوں نے چارچ تھیں
چھوڑا تھا۔ ان کی جگہ جو صاحب آئے والے تھے۔ وہ ابھی آئے بھی تھیں تھے۔
خان صاحب ان سے بت گرم جوشی سے ملے۔ شاید یہ شیل فون لگوا دینے کی برکت
تھی۔

”آپ نے مسیبت کے اس وقت میں بہت مہماں کی۔ زانفر کے ملٹے میں
بار بار فون کرنے کی ضرورت پیش آ رہی تھی۔ اور سخت مسیبت میں جلا تھا۔
مرکاری فون یو تھوں پر لمبی لا سنسنگی رہتی ہیں۔ بعض اوقات تو ایک ایک بھٹکے کے
انشار کے بعد باری آتی ہے۔ اب خدا کا فخر ہے۔ مگر بیٹھے فون تو کر سکتے ہیں۔
اور ہاں! آپ کی بھابھی شکایت کر رہی تھیں۔ آپ نے آئے کا وعدہ کیا تھا۔ آئے
تھیں۔“

”بس۔ کیا تھاوں۔“

”کچھ ہاتھ کی ضرورت نہیں۔ آج آپ کو میں اپنے ساتھ لے کر جاؤں
کہ۔“

اور پھر وہ انہیں ساتھ لے کر مگر پہنچے۔ جب سے وہ واقعہ ہوا تھا۔ یہ پہلا
موقع تھا۔ جب وہ اس گھر میں داخل ہوئے تھے۔

”آج آرہے ہیں آپ۔“ تین دن پہلے آئے کا وعدہ کیا تھا۔ یکم خان نے
شکایت بھرے لیجے میں کہا۔
”پہلے آؤ گیا۔“

”آپ کی طرف میلی فون کالوں کے رہت کچھ زیادہ ہیں کیا۔“ وہ بولیں۔
”کیا مطلب؟“ انہوں نے کچھ چوک کر کہا۔

”جب سے نیلی فون لگا ہے۔ آپ نے ایک بار بھی فون نہیں کیا۔“
چائی صاحب سکرائے۔ وہ کیا تھا۔ تین ہاتھے پیغام بھی نہ سکے۔
”فون اس لئے نہیں کیا کہ کیس آپ یہ خیال نہ فرمائیں کہ ہم نے میا سے
فون پر رابطہ کرنے کے لئے آپ کو فون لگوا کر دیا ہے۔ فون لگوانے سے پہلے میں
ٹھاکر سے کہ دیا کہ ہم فون نہیں کریں گے۔“

”آپ تو کر سکتے ہیں۔“ یکم خان بولیں۔
چائی صاحب کے مل پر چوت گئی۔ مطلب یہ تھا کہ طاہر نہیں کر سکا۔

تین دن بعد جائی صاحب کے فون کی گفتگی بھی۔ انہوں نے رسور اتحادیا تو خان
صاحب کی خوشی سے لبریز آواز سنائی دی۔
”بہت بہت شکریہ جائی صاحب۔ فون لگ گیا ہے اور سب سے پہلے میں نے
آپ کو یہ فون کیا ہے۔“

”چلنے اچھا ہو گیا۔ آپ کی ایک پریشانی تو دور ہوئی ہے۔“
”ہاں اور یہ آپ کی مہماں سے ہوا۔ لمحے۔ وہ آپ کی بھابھی بھی آگئیں۔“
”سلام علیکم! بہت بہت شکریہ جائی صاحب۔ مخلائق کھانے کب آ رہے
ہیں۔“

”چھا۔ آپ کا ارادہ مخلائق کھلانے کا ہے۔“

”ہاں! باکل۔“

”خیہ۔ آ جاؤں گا۔“ انہوں نے کہا۔

”ہم اختخار کریں گے۔“

وہ اس قدر اپنا ہیئت سے کہ رہی تھی۔ جیسے پہلے کبھی اپنا ہیئت سے ہاتھ کیا
کرتی تھیں۔ جائی صاحب کو بہت حیرت ہوئی۔ کہ یہ لوگ اس قدر جلد جلد بدل
جاتے ہیں۔ گرگٹ کی طرح۔
”ابھی ایک سمجھنا بھی نہ گزرا ہو گا۔ کہ فون کی گفتگی بھی۔ انہوں نے رسور
اتحادیا تو رسی طرف عادل کی آواز سنائی دی۔

”پہلہ انکل۔ عادل بول رہا ہوں۔“ ہمارے ہاں فون لگ گیا ہے۔“

”ہاں بھی۔ مبارک ہو۔“ انہوں نے سکرا کر کہا۔

”انکل۔ میا سے بات کرنا پسند کریں گے۔“

”نہیں عادل۔“ انہوں نے جذباتی آواز میں کہا۔

”کیوں انکل۔ ناراض ہیں اس سے۔“

”ہاں! ناراض ہوں۔ مجھے بے وقار لوگ اچھے نہیں کہتے۔“ انہوں نے کہ
ڈالا۔ عادل بھی حالات کو کسی حد تک سمجھتا ہی تھا۔

”اچھا انکل۔“ یہ کہ کر عادل نے فون کا رسیدور رکھ دیا۔
تین دن گزر گئے۔ تین دن مخلائق کھانے ان کے گردہ گئے۔ جی ہی نہیں
چاہتا تھا۔ طاہر کے بغیر اس گھر کی دلواریں انہیں کاٹ کھانے کو دوڑتی تھیں۔ البتہ

"ڈیڑھ بجے والا پکڑتے کجھ میں آتا ہے اب؟"۔ طاہر نے کہا۔
اپنی مطلب؟"

"ڈیڑھ بجے خان صاحب نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ مباہلی گھر میں ہوتی ہے۔
یہ رنگ وہ کرتی ہو گی۔"

"تب پھر یہ بولتی کہوں نہیں۔"

"شاید وہ چاہتی ہے کہ ہم اسے فون کریں۔"
"امحلاً کرو اسے فون۔"

"ابھی نہیں ابھی ذرا پسلے میں بیٹھن کر لوں۔"
"آجھا۔" انہوں نے کہا۔

بخت کے دن ٹھیک ڈیڑھ بجے جب گھنٹی نہ بیگی تو جائی صاحب نے چوک کر کہا۔
"کمال ہے آج تو گھنٹی بیگی نہیں۔"

"اس لئے کہ آج چھٹی ہے۔ آنچ گھر پر ہیں۔"

"اوہ ہاں! اس کا مطلب ہے۔ کل پھر گھنٹی بیگے گی۔"

"اگر یہ کام مباہل کا ہے تو۔ ورنہ پاٹھیں بھوتی ہے یا نہیں۔"

بخت کے روز پھر ڈیڑھ بجے گھنٹی بیگی۔ اس روز ان کے پچوں کی چھٹی تھی۔
طاہر کو ان کو لینے کے لیے سکول نہیں جانا پڑا تھا۔ لہذا اس نے پک کر ریسیور
الخیال۔ دوسری طرف وہ خاموشی۔ لیکن آج ریسیور نہ رکھا گیا۔ طاہر نے دو تین
بادیوں پر کھلے کھلے۔ پھر جھلا کر بولا۔

"لیا تکلیف ہے۔ آخر۔"

دوسری طرف سے نہیں کی آواز سنائی دیا اور ریسیور رکھ دی گیا۔

"اب میں قیچیں سے کہ سکتا ہوں کہ یہ کام مباہل کا ہے۔"

"آخر وہ چاہتی کیا ہے۔"

"صرف اور صرف یہ کہ میں اس سے بات کر دوں۔ لیکن ابھی میں بات نہیں
کوں گا۔" طاہر نے کہا۔

"لیکن اب میں کہتا ہوں۔ اس سے بات کر لیجی چاہیے۔"

"خیر دیکھا جائے گا۔" طاہر نے کہدیے اپنکا۔

ڈیڑھ بجے روزانہ گھنٹی بجئے کا معقول جاری رہا۔ اور خان صاحب اپنی ڈائنسنر

انہوں نے ایسے میں مباہل ایک نظر ڈال۔ ست ست سی نظر آری تھی۔ انہوں
نے اس سے کوئی بات نہیں کی۔

"مپلو مباہل! انکل کے لئے چائے بناؤ۔"

"نہیں۔ میں چائے نہیں بول گا۔"

"نہیں۔ آپ کو پونا پڑے گی۔" یکم خان بولیں اور صبا انھوں کو اندر پلی
گئی۔ چائے تیار رک کے لائی تو اس نے کپ ان کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"لچھے انکل۔"

انہوں نے ایک نظر اس پر ڈال۔ ان کے میں ایک ہوک سی انھی۔ پھر
ان سے وہاں بیٹھا نہ گیا۔ گھر کی دیواریں انہیں کاٹ کھانے کو دوڑنے لگیں۔
جلدی جلدی چائے فرم کر کے دے اٹھ کر ہوئے۔ خان صاحب نے بہت روڑا۔
لیکن وہ نہ رکے۔

ایک دن فون کی گھنٹی بیگی۔ جائی صاحب نے ریسیور انھا کر السلام علیکم کہا۔
لیکن دوسری طرف سے کوئی کھجڑہ نہ پوچھا۔ نہ یہ فون کرنے والے نے ریسیور رکھا۔
وہ یہلو یہلو کرتے رہے۔ آخر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔ جائی صاحب کی
نظر گھری پر پڑیں تو اس وقت دوسرے کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔

"وسرے دن پھر ٹھیک ڈیڑھ بجے گھنٹی بیگی۔" جائی صاحب چوک اٹھے۔ طاہر
اس وقت پچوں کو سکول سے لینے گیا ہوا تھا۔ انہوں نے ریسیور انھا۔ السلام علیکم
کہا۔ لیکن دوسری طرف سے کوئی ہواب نہ سنائی دیا۔ اور ریسیور رکھ دیا گیا۔ ان
کی پیشانی پر مل پڑ گئے۔ وہ گھری سوچ میں گم ہو گئے۔ اگلا دن جعرات کا تھا۔ بچے
سکول سے جلد آ گئے۔ طاہر ڈیڑھ بجے گھری تھا کہ فون کی گھنٹی بیگی۔ جائی صاحب

کی نظر گھری پر پڑی۔ بالکل ٹھیک ڈیڑھ بج رہا تھا۔
"طاہر۔ تمن دن سے ٹھیک ڈیڑھ بجے فون کی گھنٹی بھتی بھتی ہے۔ ریسیور انھا
جا آتا ہے۔ لیکن دوسری طرف سے کوئی بھلے بغیر ریسیور رکھ دتا ہے۔ آج آتم
ریسیور انھا ہے۔"

طاہر نے ریسیور انھا۔ السلام علیکم کہا۔ لیکن دوسری طرف سے کچھ کے بغیر
ریسیور رکھ دیا گیا۔
"یہ پچھر کجھ میں نہیں آیا۔"

رکاوے کی سرتود کو شش میں مصروف تھے۔ اس سلسلے میں اپنی وزیر اعلیٰ حکم سے
سفرارش کروانی پڑی اور اس سلسلے میں لاہور جانا پڑا۔ اور وہ سموار کے دن لاہور
چلے گئے۔

سموار کے دن اپنی محنت بختنے کا انتظار رہا۔ ٹین نہ ملی۔ ظاہر جو شی پھول
کو لینے کوکول گیا۔ جائی صاحب نے فوراً نمبر ملائے۔ ٹین دوسری طرف سے محنت
مکمل رہی۔ کسی نے ریسیور نہ اٹھایا۔

"حیرت ہے۔ ڈیزی بجے سے پہلے مبارکبغاڑ سے آ جاتی ہے۔ عادل ابھی آیا
نہیں ہوتا۔ نہ ٹینک خان آئی ہوتی ہیں۔ اسی لیے تو مبارکبغاڑ بجے رنگ کرنی رہی
ہے۔ پھر۔ جب کہ وہ گھر میں ہے۔ فون کا ریسیور کیبل نہیں اٹھا رہی۔ اور اگر
امحانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتی تو خود کیوں رنگ کرنی رہتی ہے۔ کیا اس کا
مطلوب یہ ہے کہ رنگ کرنے والا کوئی اور ہے۔ مبارکبغاڑ نہیں ہے۔ وہ الجھن محسوس
کرنے لگے۔

دوسرے دن منگل تھا۔ ان کا لاہور جانے کا دن۔ لہذا وہ تو چلے گئے
لاہور۔ ان کی عدم موجودگی میں ظاہر دکان پر بیشا تھا کہ فون کی محنت بھی۔ لیکن
چونکہ اس وقت ڈیزی نہیں بجا تھا۔ اس لیے اس نے بے خیال میں ریسیور اٹھایا۔
ہونہی اس نے اپنے مخصوص انداز میں السلام علیکم کیا۔ دوسری طرف سے جائی
آواز سنائی رہی۔

"وعلیکم السلام۔"

"آہ۔ تو آپ ہیں۔ آج کیسے میرا خیال آگیا۔ اب تو شاید میں تمہارے
خیالوں میں بھی نہیں آ سکتا۔"

"پھرے ہی اس قدر بخادیئے گئے ہیں ظاہر۔"
"(خشننا۔" ظاہر بولا۔

"مجھے اور عادل کو حکم ہے۔ کہ کالج اور سکول سے لوٹنی تو اپنے گھر میں نہ
آئیں۔ بلکہ ایک پڑوی کے گھر بیٹھیں۔ جب تک کہ اسی نہیں آ جائیں۔ اسی جان
آتی ہیں تو پھر ہمیں ساتھ لے کر گھر میں آتی ہیں۔"

"تلخیل میں نہیں ملتا۔" ظاہر نے جلا کر کہا۔
"کیا مطلب۔ کیا صیں ملتے تم۔" جبانے بھی تملکا کر کہا۔

مطلوب یہ کہ چند دن سے نیک ڈیزی بجے روزانہ مکھتی رہتی ہے۔ ہم ریسیور
املاکتے ہیں تو دوسری طرف سے جواب نہیں ملتا۔ اور یہ سلسلہ اس دن سے شروع
ہوا ہے جس دن سے تمہارے گھر فون شخت ہوا ہے۔ اس سے پہلے کبھی ہمارے گھر
فون کی مکھتی نیک ڈیزی بجے روزانہ نہیں بھی۔ کیا تم انکار کر سکتی ہو۔ کہ یہ تم
نہیں تھیں۔"

"سم۔ میں۔ میں۔" میں۔ میں۔ میں۔ میں۔"

"جی ہات کو۔ باج کو آجی نہیں۔ جھوٹ ہر حال میں پریشان کرتا ہے۔"
"ہاں ظاہر۔ میں ہی ڈیزی بجے رنگ کرنی رہی ہوں۔"
"خوا کا شکر ہے۔ تم نے یہ بات تو حکیم کی۔ لیکن اب تمہاری باتوں میں
تفاہد پیدا ہو گیا ہے۔"
"وہ کیسے؟"

"ایک طرف تم کھتی ہو۔ کہ تم کالج سے آتے ہی پڑوی کے گھر جا کر بیٹھ جاتی
ہو۔ دوسری طرف تمہارا کہنا ہے۔ کہ ڈیزی بجے تم ہی فون کرنی رہی ہو۔"

"یہ پابندی ابھی کل سے ہی گئی ہے۔"

"شاید تم عمل سے پیدل ہو۔"

"نہیں۔ یہ بات نہیں ہے۔"

"تب پھر تم اسی وقت فون کس طرح کر رہی ہو۔ کیا پڑوی کے گھر سے۔"

"نہیں! اپنے گھر سے۔" جبانے اوس انداز میں کہا۔

"کیوں! آج پڑوی کے گھر نہیں ہیں۔"

"مگر تھی۔ پڑوی آج گھر میں نہیں ہیں۔ اب لاکھاں اپنے گھر میں ہی آ کر
بیٹھنا تھا۔ اسی آ کر وجہ پوچھیں گی تو جتنا دوں گی کہ پڑوی گھر نہیں تھے۔ تو میں کیا
کرتی۔"

"اس کا مطلب ہے۔ آج ہم مل سکتے ہیں۔"

"نہیں ظاہر۔ اس طرف نہ آتی۔ کبھی پڑویوں کی نظریں اب ہمارے
دوسرے بے گلی رہتی ہیں۔ اور ایک واقعہ اور ہو گیا ہے۔"

"ایک واقعہ اور۔ کیا مطلب؟"

"گوکے ایک دوست مودی صاحب ہیں۔ ان کا پینا شام کے وقت عادل کو

پڑھانے کے لیے آتی ہے۔ ایک دن میں ڈرائیور روم میں دیکھنے پڑی تھی کہ کیا پڑھا رہا اور کیا پڑھا رہا ہے۔ میں وہاں بینچے گئی۔ اتنے میں عادل پانی پینے کے لیے باہر چلا گیا۔ اس نے تو فوراً مجھ سے چھیڑ خالی شروع کر دی۔

"کیا!!!" طاہر چلا اخلا۔

"ہاں! لیکن میں اسے جھڑک کر باہر نکل گئی۔ اسی وقت عادل بھی لوٹ آیا۔"

"اوو۔ یہ تو راہوا۔ پھر تم نے کیا کیا؟"

"اس وقت تو میں ہداشت کر گئی۔ میں نے ابو ابی سے کچھ نہ کیا۔ لیکن دوسرے دن وہ جاتے وقت میرے ہاتھ میں ایک خل تھا گیا۔

"ہیا کیا۔ خطا!" طاہر چک کف اخلا۔

"ہاں خطا میں نے خل پڑھا۔ بے ہودہ قسم کی باتیں اس میں لکھی تھیں۔ میں حسین بہت پسند کرتا ہوں۔ تمارے بغیر ہی تیس سکا۔ تمارے پیار کا یہاں ہوں۔ وغیرہ وغیرہ۔"

"پھر تم نے کیا کیا؟"

"کرتی کیا۔ خل اپو کو دے دیا۔ ابو ابی دوتوں نے پڑھا اور ان صاحب کی چھٹی کر دی۔ اب وہ پڑھانے میں آتا۔"

"لیکن اس خبر کا محلے سے کیا تعلق؟"

" محلے میں بھی اس فیر شریف نے کسی سے ذکر کیا ہو گا اپنے کارنے کا۔"

"خوب! اس کا مطلب ہے۔ آج کل نام کماری ہو۔"

"ٹھرند کرو طاہر۔"

"اتنے دن تک میری خرچک نہیں لی۔ آج کیسے کوشش کر داں۔" "کوشش تو ڈیڑھ بجے روز کرتی ہوں۔ لیکن تم سے بات کرنے کی ہست نہیں پڑتی تھی۔ ناہر ہے تم شدید غصے کا فکار رہے ہو گے ان دونوں۔"

"تو حسین اس کا بھی اندازہ ہے۔"

"ہاں! بالکل اندازہ ہے۔ میں اور حسین نہیں جانوں گی۔"

"چلو شکر ہے۔ ابھی تک تم مجھے جانتی تو ہو۔" طاہر نے ٹھریہ بجھے میں کہا۔

"میں نے یہ فون تماری طرزی باتیں سننے کے لیے نہیں کیا۔"

"چھا۔ تو پھر کس لیے کیا ہے۔ اور ہاں۔ اکل کے بارے میں ساختا کر۔"

زانفر کے سلطے میں لاہور گئے ہوئے ہیں۔ آئے تھیں اب تک۔"

"تھیں۔ ابھی تک نہیں لوٹے۔ آج یوں بھی متکل کا دن ہے۔ میں نے سوچا۔ اکل بھی آج لاہور گئے ہوئے ہوں گے۔ پڑوی کے گمراہی آج قسم نے چھٹی دے دی۔ مثلاً حسین فون نہ کروں تو یہ زیادتی ہو گی۔"

"لیکن کس کے ساتھ۔ میرے یا تمارے۔" طاہر نے پوچھا۔
"دوتوں کے ساتھ۔"

"میرے ساتھ تو زیادتیوں کی لا جنسیں گئی ہوئی ہیں۔" طاہر نے جل کر کہا۔
"وکھو طاہر۔ حالات بہت گرم ہیں۔ ان کے لحظہ ہوتے کا انتشار کر دیں۔ جو نبی یہ پاندھیاں ختم ہوئیں۔ ہم پھر ٹھے لگیں گے۔ میں کوئی نہ کوئی راستہ نکال سکوں گی۔"

"ہیں نکال چکیں تم راستہ۔" طاہر بولا۔

"میری مجبوریوں کو دیکھو۔ آخر میں ایک لڑکی ہوں۔ مشتی لڑکی۔"

"اگر تم مشتی لڑکی ہو۔ تو پھر تمارے گمراہی میں بھی مشتی ہونا چاہیے۔ یہ کیا کے۔ ایک منٹ نہ سپورٹ میں زرا ایک گاہک کو فارغ کر لوں۔ اور اس گاہک کو فارغ کر کے میں دکان کو بند کر کے تم سے باتیں کروں گا۔۔۔ پھر جانے کب موقع میں ہے۔"

ایک منٹ بعد طاہر کی آواز پھر سنائی دی۔

"ہاں سبا! میں کیا کہ رہا تھا بھلا؟"

"یہ کہ تمارے گمراہی میں بھی مشتی ہونا چاہیے۔"

"ہاں! بالکل۔ یہ کیا کہ تمارے گمراہی میں غیر مروں اور لڑکوں کا ہر وقت آنا جانا لگا رہتا ہے۔۔۔ بھی مودی صاحب کے لوکے پڑے آ رہے ہیں۔۔۔ بھی وہ آ رہا ہے۔۔۔ بھی وہ۔ اور بھی خان صاحب کے قلاں دوست آئے ہیں۔۔۔ تو بھی قلاں دوست آئے ہیں۔۔۔ صبا۔۔۔ میں نے تو خان صاحب کے کچھ ایسے دوست بھی دیکھے ہیں جو آکتے ہی ایسے لمحات میں ہیں جب خان صاحب گمراہی نہیں ہوتے۔۔۔ ان میں تمارے رشتے دار قسم صاحب بھی ہیں۔۔۔ جنہوں نے ہمیں پکڑا تھا۔ اور موری صاحب بھی۔"

"تمہرے طاہر تم یہ کس قسم کی باتیں کر رہے ہو۔"

"میں نلٹا باتیں جیسیں کر رہا جا۔ گھر کا ماحول تصاراً مغلبی ہے۔ اور زندگی تم مشقی گزارنا چاہتے ہو۔ یہ ناممکن ہے۔ آزادانہ آئے جائے والوں کا تھا۔ اگر اسی طرح لگا رہے۔ تو برائی تو پہنچیے گی۔ اور جو کہو۔ کیا ہمارے معاملے میں بھی ایسا ہی نہیں ہوا۔"

"یا جیسیں ہوا؟" میلانے چک کر کہا۔

"میں زندگی میں پہلی بار جب کسی کام سے تمہارے گھر کے دروازے پر آیا۔ " غالباً اپو کو بلانے آیا تھا۔ یا اب سے کچھ پہنچ آیا تھا۔ تو مجھے اندر کہوں جائیا گیا۔ دروازے پر سے ہی کیوں قارغ نہیں کر دیا گیا۔ اسی طرح اپو کو لے لوئے کیا وہ تمہارے گھر کے اندر خود آتا چاہجے تھے۔ کیا انہوں نے شروع میں تصاری اسی کے ساتھ آئے سے انکار نہیں کیا تھا۔ اور خان صاحب سے یہ نہیں کہا تھا کہ پرہ اچھی چیز ہے۔ لیکن کیا خان صاحب نے ان کی اس بات پر توجہ دی تھی۔ اور جب میرا تم لوگوں کے گھر آتا جانا شروع ہو گیا۔ اور زیادہ آتا جانا ہو گیا۔ تو ایک دن فون پر یہ سن کر کہ میں تمہارے ہاں موجود ہوں اور خان صاحب کو فریضیں پہنچے ہوئے یہ بات معلوم ہوئی تو اب نے فون پر خان صاحب سے یہ نہیں کہا تھا کہ خان صاحب یہ کیا ہو رہا ہے۔ اس کا توٹش لیں۔ کیا خان صاحب نے کوئی توٹش لیا۔ کیا اس بات کا برآما کہ ظاہر کیوں صبا کے پاس موجود ہے۔"

"عن۔ ضم۔" میلانے ہکلا کر کہا۔

ظاہر پر وہی جوش طاری تھا۔

"اور صبا۔ جب میں دوپہر کو گری کی بھی دوپہر کو تمہارے گھر میں سونے لگیں گیا تھا۔ تو ایک۔ تمہارے اپو اور امی نے یہ غور کرنے کی ضرورت محسوس کی کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ کیا یہ اچھا ہو رہا ہے۔ ایک نوبہان لوکے کا ہمارے گھر سونا کیا ہے۔ جب کہ دوپہر کو ماں باپ گھری خند سو جاتے ہیں۔ تو کیا دلو بوجوان والوں سے ایسے وقت میں نیند کو سوں دور نہیں ہو جاتی۔ خان صاحب۔ ہوتے پڑھے کہتے ہیں۔ ہو اپنے مقابلے میں کسی کو عقل مند خیال نہیں کرتے۔ جن کا خیال یہ ہے کہ وہ حد و ربعے چالاک آدمی ہیں۔ اور دوسروں کو محل کے میدان میں فوراً گفت قاش وے سکتے ہیں۔ کیا انہوں نے اس معاملے پر بھی خور نہیں کیا۔ میرے اس قدر آئے جانے کو اور گھر میں گھٹٹوں موجود رہنے کے اور صبا تم سے میری ہر وقت

کی چیز خالی کو کیا انہوں نے بھی محسوس کیا۔ بھی دیکھا۔ سوچا۔ کہ ان کے گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ انسیں سب کچھ معلوم تھا۔ کلی آنکھوں سے وہ ہربات کو دیکھتے رہے۔ محسوس کرتے رہے۔ لیکن انہوں نے بھی پرواہ کی۔ تم ہی ہاتھ کیا انہوں نے بھی جیسیں میری عدم موجودگی میں ہی روکا۔ کہ میرے ساتھ اس طرح ہر وقت چیز خالی نہ کیا کریں۔ اور یہ کہ کسی طرح بھی مناسب نہیں۔ اس لئے کہ ہم مشرق میں رہتے ہیں۔ مغرب میں نہیں۔ مجھے یقین ہے۔ انہوں نے جیسیں بھول کر بھی ایسا نہیں کہا ہو گا۔ پھر۔ اب کیا ہو گیا ہے۔ مبارک بھی۔ میرے اپو میں۔ ہم میں کیزے کس طرح پڑ گئے ہیں۔ یہ ہم، تم لوگوں کی ظہول سے کس طرح گر گئے۔ تم لوگ خود دوسروں سے ہماری تعریفیں کرتے نہیں جھٹتے تھے۔ ہم لوگوں سے زیادہ قریب تو تمہارے گھرانے کے اس سے پہلے کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ ہذا وفات ۲۲ نکھنے میں ہر روز میں نے تمہارے گھر میں گزارا۔ کیا کسی اور نے بھی گزارا۔ نہیں صبا۔ ہرگز نہیں۔ کچھ تو بولو۔ مبارک جیسیں ساتھ سوچ گیا ہے کیا۔ یا تم فون بند کرنے کا موقع رہی ہو۔ اور صبا۔ کیا میرے اپو نے تم سے کئی ہمارے الفاظ میں یہ نہیں کہا تھا کہ۔ اگر بدلتا ہے تو آج اور ابھی بدل جاؤ۔ بعد میں بدلتیں۔ تو ہمیں بہت زیادہ تکلف ہو گی۔ تو یہ چنانہ ہاں۔ اپو کو جس قدر تم عنز ہو۔ شاید کوئی بھی نہیں۔ لیکن ب تو ان سے جیسیں دور کر دیا گیا ہے۔ ایک باپ کو بھی بینی سے الگ کر دیا گیا ہے۔ کیا یہ علم ہے۔ صبا۔ آخر ان کا اس سارے معاملے میں کیا قصور ہے۔ انہوں نے کیا کیا ہے۔ چلو قصور تو مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ تو تم سے بھی نہیں۔ سرف اور صرف مجھ سے۔ یہ کہ میں نے تمہارے والدین کے خیال کے مطابق۔ چوری پھیپھی تم سے ملاقات کی ہے۔ اب انہیں کون بتائے مہا۔ تم تو مدتوں سے اسی طرح حل رہے ہیں۔ یہ سلسلہ تو بہت پہلے شروع ہو گیا تھا۔ اب انہیں کون بتائے۔ گری کی دوسرےوں میں جب وہ سوچاتے تھے۔ تو ان کے درمیان سے انہوں کر تم میرے پاس پہلی آتی تھی۔ اب انہیں کون بتائے کہ۔ میرز کرنے کے بعد سلسلہ ہمارا ہم تم گھر میں رہی ہو۔ مجھ سے لے کر دوپہر تک گھر میں تمہارے علاوہ تو کوئی ہوتا نہیں تھا۔ یہ چار ماہ ہم نے ملاقاتیں کرتے نہیں گزارے تو کیا کرتے گزارے ہیں۔ اور اس سے پہلے کیا ہم ایک دوسرے سے نہیں ملتے رہے۔ آج وہ مجھ پر پابندی لگائے پر تل

گئے ہیں۔ تم اب کانج سے آ کر اپنے گھر اس وقت تک نہیں جا سکتیں۔ جب تک
تماری ایسی نہ آ جائیں۔ یا اس قدر پابندی۔ یا پابندی جیسی کسی چیز کا ہام و شان
تک نہیں تھا۔ اور میں پوچھتا ہوں میں۔ میرے علاوہ کیا تمارے گھر میں کوئی لڑکا
نہیں آتے۔ مودوی صاحب کے بیٹے آتے ہیں۔ اور بھی کتنی لڑکے آتے ہیں۔
تمارے اب جب گھر نہیں ہوتے۔ ان کے دوست تمارے گھر آتے ہیں۔ تماری
ایسی کے پاس بینڈ کران سے باتیں کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں۔ ان سب پر پابندی
کیوں نہیں اور صرف مجھ پر کیوں؟۔ کیا یہ انصاف ہے میں۔ تم اس اکل کو بھول
میں ہو۔ جو حسین لڑکی کہتے تھے۔ کیا تم نے یہ اقرار نہیں کیا تھا۔ کہ اکل کے
مجھے لڑکی کرنے میں کس قدر اپنا بھیت ہے۔ اکل مجھے کس قدر چاہتے ہیں۔ اور جا
جب تم آنکھ تو دن کے لئے۔ اپنے اب کے ساتھ ملکان پہلی بھی حسین۔ ان کے
امراض پر۔ تو انہوں نے وہ آنکھ تو دن کس طرح گزارے۔ وہ ہر روز تمارے گھر
چلتے۔ رہتے۔ کہ مبا آج تو آگئی ہو گئی۔ لیکن جب آنکھ تو دن بعد بھی تم نہ
آئیں تو وہ کس قدر بے محنت ہو گئے تھے۔ یہ میں ہی جانتا ہوں۔ یا اپنے اب اور ایسی
سے پوچھتا۔ وہ ملکان فون کر کر کے پوچھتے رہے۔ مبا کیوں نہیں آئی۔ اور جب تم
نو دن کے بجائے چدرہ سولہ دن بعد لوٹنے تو ان کا منہ کس قدر پھولا ہوا تھا۔ اس
روز اکل حسین ساتھ لے کر دکان پر آگئے تھے۔ حسین میرے اب سے ملوٹ کے
لئے۔ کتنی ہی دیر دہ ناراض رہے۔ آخر مکرانے لگے۔ جو کہوں میں۔ میں نے
چدرہ دن بعد۔ پورے پندرہ دن بعد انہیں مکراتے دیکھا تھا۔ الفوس۔ تم نے تو
اس اکل کو دل سے نکال دیا۔ کیا لیا ہے اس اکل نے تم سے آج تک۔ تمارے
گھر سے آج تک۔ ان کا کوئی لامجھ ہے۔ تماری نظبوں میں۔ جب تمارے گھر
آتے۔ تو راستے میں سے کوئی نہ کوئی چیز ضرور تمارے لئے خوبی کر لے جاتے۔
بھی پھل۔ بھی مٹھائی۔ بھی پنکھ۔ بھی پکھ۔ بھی پکھ۔ اور جس دو دم
لوگ ملکان سے آئے تھے۔ وہ میں اس وقت تمارے گھر پہنچے۔ جب کہ تم ابھی
آئے ہی تھے۔ پھر وہ اپنے لوٹے اور فوری طور پر تمارے لئے کھانا لے کر رکھے
یہ سب ہاتھیں آخر کیوں تھیں۔ کیا تھیں۔ کچھ تو بولو میں۔ لیکن نہیں شاید آج
تماری زبان۔ تمارا ساتھ وہا بھول گئی ہے۔ وہ میرے چذبات کی رو میں اپنا گام
ہاکل بھول گئی ہے۔ تب تم میری ہی شنی رہو۔ مجھے دل کی بھراں نکال لینے۔

بے۔ آج میں واضح الفاظ میں اعلان کر دیتا چاہتا ہوں۔ اور یہ میرا ہی نہیں۔
میرے اب کا بھی اعلان ہے۔ حالات کی یہ کالا چلت صرف اور صرف اس لئے ہوئی
ہے۔ کہ ہم نے تم سے اپنی گاڑی واپس لے لی ہے۔ اگر تم کو کہ نہیں۔ اسی
کوئی بات نہیں۔ تو میں ثبوت کے طور پر حسین قیم صاحب والا واقعہ یاد دلاتا
ہوں۔ جب قیم صاحب مجھ پر اور تم پر برس رہے تھے۔ تو کیا۔ تمارے ابھر اور
ایسی نے ہمارا ساتھ نہیں دیا تھا۔ کیا حسین یہ بات بھی یاد نہیں ملا۔ کہ تمارے ابھر
نے کما قعا میں حسین اپنی اٹا کی بھیت نہیں چھٹتے دوں گا۔ میں یہ رشد کر دوں
گے۔ لیکن سا یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب ابھی ہم نے گاڑی واپس نہیں لی تھی۔
اصل میں فرق پڑا ہے اس دن سے جس دن سے گاڑی واپس لی گئی۔ اور پھر تو گوا
ہم تم سے دور ہوتے چلتے گئے۔ ہے کوئی تکش۔ یا تو اس قدر آزادی تھی کہ دوسرے کو
بھی میں دہاں پر سوتا تھا۔ اور اب یہ حالات کو تھم کانج سے سیدھی گھر بھی نہیں آ
سکتی۔ حق تو یہ ہے۔ یہ تمام حالات مجھے یہ باتے محضوں ہوتے ہیں کہ تمارے ابھر
اور ابھی ہم سے صرف اور صرف گاڑی واپس لینے کا انتقام لے رہے ہیں۔ لیکن ایک
بات نہادیں ملا۔ یہ انتقام وہ لے تو ہم سے رہے ہیں۔ لیکن۔ اس انتقام کی ندویں
وہ خود بھی آئیں گے۔ تم بھی آکو گے۔ جب کہ میں چاہتا ہوں۔ ایسا نہ ہو۔ اب
تم کوئی کیا کچھ کہتا چاہتی ہو۔ یا صرف میری آواز سننے کے لئے فون کیا تھا۔ اگر
صرف آواز سننے کے لئے فون کیا تھا تو وہ میں حسین بت کافی سنا چکا ہوں۔۔۔ یہاں
لند کہ کر طاہر خاموش ہو گیا۔ اس کی آواز چذبات کے بوجھتے دب گئی۔

"میں صرف ایک بات کہ سکتی ہوں طاہر۔ اور وہ یہ کہ میں کل
بھی تم سے پیار کرتی تھی۔ آج بھی کرتی ہوں۔"۔ ملائے کہا۔

"تم بھول رہی ہو میں۔ پیار کرنے والے اس جھلکے بعد ایک اور جملہ بھی
اواکرتے ہیں۔ یہ کہ کل بھی کرتی رہوں گی۔"

"ہیں! میں کہ کہتی ہوں کہ یہ بات نہیں۔"

"لیکن میں! ان حالات میں میں بھلا کیا کروں۔" تمارے میں باپ تو میرے
سلسلے دیوار بن گئے ہیں۔ اور حسین ابھی چار سال پڑھتا ہے۔ چار سال۔ ذرا
فور کوئے چار سال بعد تمارے والدین تماری شادی کہیں اور کرویں گے۔ اور تم
غادہ ٹھی سے کسی اور کی ہو جاؤ گی۔ میرا اور میرے والدین کا کیا قصور ہے۔ یہ تم

"تم۔ اپنے ماں باپ سے کھل کر کہ یہ تم شادی کرو گی تو مجھ سے۔"
 "مجھ میں اتنی جرات نہیں ہے۔"۔ جانے کمل۔
 "نہیں ہے تو بات فتح کو۔ جمال تمارے ماں باپ شادی کریں گے۔ وہیں
 کوایہ ہے۔"
 "کیا میں نے یہی جلد سخن کے لئے تم سے باطل جوڑا تھا۔"۔ بائے شکایت
 بھر لجھے میں کمل۔

"تب پچھہ۔ تم تباہ میں کیا کروں۔"
 "میں نے کہا تھا۔ میرا انتظار کرو۔"
 "میں سمجھ گیا مبا۔ لیکن مجھ سے پہلے میرے ابو تماری باتیں نے بغیری
 سمجھ پچھے ہیں۔"
 "کیا سمجھ گئے ہو تم۔ اور کیا سمجھ گئے ہیں انکل۔"۔ بائے پریشان ہو کر کمل۔
 "یہ کہ تم مجھے چانس پر رکھنا چاہتی ہو۔ اور تمارے ماں باپ بھی۔"
 اور بائے فون بند کر دیا۔ ظاہر کو ایک دھماکا سالاگ۔ فون یک لخت بند کرنے
 کا تقدیر یہ تھا کہ بات سو فیصد بھی تھی۔ چار سال بعد تک وہ اسے حفظ رکھنا چاہئے
 تھے۔ لیکن چار سال بعد کوئی ان کے ذہن اور معیار کے مطابق لا کام ل گیا تو
 نیکی۔ ورنہ ظاہر تو کہیں کیا نہیں۔
 "میں۔ میں لخت بھیجا ہوں۔ ایسے نظریے پر۔"۔ ظاہر نے غصے سے اپنے
 ہال فتح لائے۔

دوسرے دن ڈیڑھ بجے فون کی گفتگی نہ بھی۔ اور دوں گزر تے چلے گئے۔ خان
 صاحب اپنی ٹرانسفر کوائی میں ابھی تک کامیاب نہیں ہوئے تھے۔ وہ وزیر اعلیٰ تک
 ہو آئے تھے۔ وزیر اعلیٰ نے آرڈر بھی کر دیے تھے، ان کی ٹرانسفر وہیں کر دی
 چاہئے۔ ابھی تک ان کے لئے کے ڈائرکٹر کو وزیر اعلیٰ کے آرڈرز موصول نہیں
 ہوئے تھے۔ لیکن وہاں کی اطلاع یہ تھی کہ جوئی آرڈر انہیں ملتے، وہ خان صاحب
 کے خلاف روپرث اس کے ساتھ ختمی کر کے وزیر اعلیٰ کو بھیجنے والے تھے۔ لیکن وہ
 اپنے آرڈر واپس لے لیں۔ چنانچہ خان صاحب پر امید ہوتے کے ساتھ ساتھ ہائی
 بھی تھے۔

ان علاالت میں جانی صاحب نے خان صاحب کے گھر کے نمبر پر فون کیا۔

جاتے۔ میں اپنے ماں باپ کو کس طرح روکے رکھوں۔ وہ میری شادی کرنا چاہئے
 ہے۔ اب اگر میں ان سے کہتا ہوں کہ ہمیں چار سال تک انتظار کرنا ہو گا۔ تو
 کہیں گے۔ ہم چار سال انتظار تو کر لیتے ہیں۔ لیکن اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ
 چار سال بعد خان صاحب اور بیکم خان ہمیں رشتہ دے دیں گے۔ ظاہر نے ہمچنے
 ہوئے انداز میں کمل۔

"تم یہ تباہ میں کیا کروں؟"

"پہلے میری بات سن لو۔ ہمارے خاندان میں تین جگہیں الی ہیں۔ جو امید
 لے بیٹھے ہیں کہ ہم ان سے رشتہ مانگیں گے۔ فی الحال تو وہ بیٹھے انتظار کر رہے
 ہیں۔ لیکن کب تک۔ جب وہ دیکھیں گے کہ ہمارا ان کے ہاں آئے کا کوئی امکان
 نہیں ہے تو وہ کسی دوسری جگہ اپنی بیٹی کا رشتہ کر دیں گے۔ اب آپ لوگوں کی طرف
 سے قریب قریب مایوس ہو چکے ہیں۔ تاہم وہ ایک آخری کوشش ضرور کریں گے۔
 میں جاتا ہوں۔ آخری کوشش میں ناکام رہ کر وہ میری نہیں سنیں گے۔ اور کہیں نہ
 کہیں میرا رشتہ کر دیں گے۔ یہ میں جھیس آج تھائے دیتا ہوں۔"
 "سوال یہ ہے ظاہر کہ میں کیا کروں۔ میرے ابو ای پر تو خدی سوار ہو گئی
 ہے۔ جب کہ پہلے ایسا چیز تھا۔ وہ جھیس سب سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ اور
 ذہنی طور پر اس رشتے کے لئے بھی چیز تھے۔ لیکن۔۔۔ اب نہیں۔"
 "بیس تو پچھہ۔ اب میرے ماں باپ جمال چاہیں گے۔ میں انکار نہیں کریں
 گا۔"

"نہیں ظاہر ہے ایسا نہ کرنا۔ تھیں میرا انتظار کرنا ہو گا۔"۔ بائے گھبرا کر کمل
 "لیکن کس بنیاد پر۔ یہ بھی تو تباہ۔ کیا صرف تمارے اس تھیلے کی بنیاد پر
 مجھے تمارا انتظار کرنا ہو گا۔ اور جب چار سال بعد تمارے والدین کہیں اور تماری
 شادی کر دیں گے۔ تو اس وقت میرا انتظار غیرم میں ہو جائے گا۔ اس وقت میرے ماں
 باپ میری شادی جاں میں چاہیں، کر سکیں گے۔ اس سے پہلے نہیں، میں کہنا چاہتی ہو
 ہاتھ۔ نہیں صلی۔ میرے ماں باپ کا بھی مجھ پر حق ہے۔۔۔ میں اپنیں اس حد تک
 پریشان نہیں کر سکتا۔ ماں۔ خان صاحب اور آئنی تسلی کے دو بول کہ دیں تو اور
 بات ہے۔ اس صورت میں وہ ضرور انتظار کر سکتے ہیں۔"
 "تم یہ تباہ میں کیا کروں۔"۔ صبا بولی۔

"دری مرف سے یحیم خان کی آواز سنائی دی۔
سلام علیکم بھالی صاحبہ۔"

"سلام علیکم۔ کیا حال ہیں جاں صاحب؟"

"جی بس غمیک ہوں۔ خان صاحب ہیں؟"

"نمیں۔ وہ تو اپنی ٹرانسفر کے چکر میں چکر بننے ہوئے ہیں۔"

"چچا غمیک ہے۔ وہ آئیں تو تباہی بنتے گا۔ میں نے فون کیا تھا۔"

"کوئی خاص کام ہے۔"

"ہاں! خاص ہی کر لیں۔"

"مچھی بات ہے۔"

اور پھر دو گھنے بعد خان صاحب کا فون موصول ہوا۔

"مختر وقت ہے جاں صاحب! آپ نے مجھے فون کیا تھا۔"

"ہاں! آپ سے پچھے ضروری باتیں کہا جیں۔ کیا خیال ہے۔ آ جاؤں۔"

"ضرور کیوں نہیں۔"

وہ اسی وقت خان صاحب کے ہاں پہنچے۔ دنگ دی تو عامل نے دروازہ کھولا۔

"آہ۔ اکل آپ۔ بہت دنوں بعد شکل دکھائی۔"

"میں بھی۔ آپ لوگوں نے نظریوں سے جو گراویا۔"

"ہم نے اکل۔ نہیں تو آپ تو اتنے ابھی ہیں اکل۔"

"بھی ابھی تم پہنچے ہوئے۔ ان باتوں کو نہیں سمجھو گے ابو ہیں؟"

"جی ہاں۔ تشریف نہ آئیں۔"

وہ عامل کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ اندر کرے میں خان صاحب اور یحیم خان کے ساتھ ان کے کوئی پڑوی بھی پہنچے نظر آئے۔
سلام علیکم۔"

انہوں کہا اور پہنچے گئے۔ جواب میں خان صاحب اور رب نے علیکم السلام کہا۔ میا بھی کرے میں موجود تھی۔ اس نے ایک گلرمنڈہ سی نظر ان پر ڈال۔
لیکن انہوں نے میا کی طرف خاص طور پر نہ دکھلا۔ اوہر اور مک کی تماز پڑھ کر ان کے ہوتی رہیں۔ خان صاحب نے اپنے پڑوی سے ان کا تعارف بھی کرایا۔ تعارف دی جبی تفصیل سے کہا ان کی عادت تھی۔ پھر پڑوی تو اٹھ کر چلے گئے۔

"ہاں جاںی صاحب! آپ کو مجھ سے کوئی کام تھا۔"

"جی ہاں! تھا تو سی۔ لیکن چھوڑیں۔ آپ اپنی ٹرانسفر کا نائیں۔"

"ابھی تک کوئی کامیابی نہیں ہو سکی۔"

"آپ تھائیں تا۔ کیا بات ہے؟"

"آخر متاب نہیں سمجھتا۔ پھر کسی روز سی۔ اب میں چلوں گا۔"

خان صاحب اپنیں رخصت کرنے دروازے تک آئے اور اپنیں روک کر

بٹھے۔

"شاید آپ سب کے سامنے ہتھے ہوئے گھبرا رہے تھے۔ اب یہاں میرے

اور آپ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ یہاں تا دیں۔"

"میں ذرا۔ طاہر کے پارے میں پکھ کہنا چاہتا تھا۔"

"ہاں کئے۔"

"آپ طاہر کے معاملے پر غور کریں۔ اس معاملے کو سطھی طور پر دلیں۔"

اگر طاہر غلط راستے پر نکل گیا۔ اس نے کوئی غلط قدم اٹھا لیا۔ تو کیا ہے گا۔ یہ آپ

اب سوچ لیں۔ وہ سرے یہ کہ میں بھی اس کی وجہ سے بہت پریشان رہنے لگا

ہوں۔ پریشانی کی وجہ سے میں ناول نہیں کا کام جنبی نہیں کر پا رہا ہوں۔ میرا کام

تاذر ہو رہا ہے۔ اگر میں ناول لکھنے سے رہ گیا تو میرا سارا اگر جزا ہو جائے گا۔ آپ

رم فرمائیں۔ کرم فرمائیں۔ ہمدردانہ غور کریں۔"

"آپ کبھی باشیں کر رہے ہیں جاںی صاحب۔ طاہر ہمارا اپنا پچھہ ہے اور ہم اس

کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم غور کریں گے۔ مشورہ کریں گے۔"

"تو پھر میں کب آؤں؟"

"ایک دو دن بعد آئیں۔ آپ سے بیٹھ کر بات کریں گے۔"

جاںی صاحب کو یہ سن کر بہت سکون کا احساس ہوا۔ اپنی جیت ہونے کی کہ

یہ معاملہ تو بہت آسانی سے ملے ہوتا نظر آ رہا ہے اور خان صاحب کے اندازے ایسا

خوب ہو رہا ہے۔ جیسے وہ واقعی طاہر کے معاملے میں غور کرنے کے لیے تیار

ہیں۔ اپنی سے پناہ خوشی کا احساس ہوا۔ دو دن بعد وہ مغرب کی تماز پڑھ کر ان کے

گھر پہنچے۔ آج پھر عامل نے دروازہ کھولا۔ میا سمجھن میں نظر آئی۔ اس نے سر کے

اثارے سے السلام علیکم کہا۔ وعلیکم السلام کہہ کر وہ اندر داخل ہوئے۔ خان

ویکھے کر۔"

"محلے والے بھلا کیا کہیں گے۔ جب طاہر ان کے ساتھ آئے گے۔ ساتھ
جائے گا۔" تigm خان نے کہا۔
ان کے اس جملے نے جائی صاحب کو بہت حوصلہ دیا۔ وہ بھج گئے کہ کہ یہم
خان اپنی طاہر کو لائے کی اجازت دینے کے حق میں ہیں۔ جب کہ خان صاحب ذرا
بھی زم نظر نہیں آ رہے تھے۔ جائی صاحب نے اس موقع پر کہا۔
"اگر آپ طاہر کو اجازت دے دیتے ہیں تو یہ بھج پر احسان ہو گا۔ اس لیے کہ
میں اپنا کام صحیح طور پر نہیں کر پا رہا ہوں۔ میری ذہنی ابحوثوں میں آئے دن اضافہ
ہو رہا ہے۔ آپ پر اپنے تعلقات کو نظر نہیں رکھ کر فتحلہ کریں خان صاحب۔"
وہ موقع میں ڈوب گئے۔ کافی در بعد بولے۔
"اچھا آپ ہمیں اور سوچنے کی سمت دیں۔ میں خود آپ کے پاس آ کر آپ
کو بتاؤں گا۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

اور وہ انھیں کھڑے ہوئے۔ وہ ناامید تھے۔ نہ پر امید۔ امید اور ناامیدی
کے درمیان پہکوئے کھلتے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے اس بات چیز کا
طاہر سے بالکل کوئی ذکر نہ کیا۔ کوئی امید بھی نظر آتی تو ذکر کرتے
وہ سرے دن ہی صحیح سوریے خان صاحب آ گئے۔ کافی فکر مند لگ رہے
تھے۔ اس وقت طاہر کہیں گیا ہوا تھا۔

"آپ کی رُانفسر کا کیا ہے؟"

"چکھ بھی نہیں۔ ناامیدی ہی ناامیدی ہے۔"
جائی صاحب نے اپنے دل میں کہا۔
"آپ بھی تو دوسروں کو ناامیدی کے غاروں میں دھکیل رہے ہیں۔" پھر وہ
بولے۔

"طاہر کے مسئلے میں آپ نے کیا سوچا۔"

"ابھی عک پکھ نہیں سوچاتے۔ پکھ بھالی نہیں دے رہا۔ کیا کریں اور کیا نہ
کریں۔ ہم لوگ بھی بہت سخت پریشان کا شکار ہیں۔ خاؤ پڑھتا جا رہا ہے۔"
"اس خاؤ کو دور کرنے کا سیدھا سادہ طریقہ یہ ہے کہ آپ طاہر کو اپنے گھر

صاحب نے ان سے گرم جوشی سے باٹھ ٹالایا۔ تigm خان نے بھی خال احوال پر چلا۔
پکھ لمحات خاموشی کے عالم میں گزر گئے۔ آخر دہ بولے۔

"ہاں تو آپ نے کیا سوچا؟"

"اُن الفاظ کے ساتھ یہ مبا اور عادل کرے سے نکل گھس۔ شاید اُنہیں پلے
ہی جانا وہ کیا تھا کہ جب ہم بات شروع کریں۔ تم کرے سے نکل جانا۔ اب کرے
میں صرف وہ تینوں تھے۔

"آپ یہ بتائیں۔ آپ کیا چاہتے ہیں؟"

"میں۔ میں یہ چاہتا ہوں۔ یہ کچھی دور ہو جائے۔ خاؤ ختم ہو جائے۔ یہ
دو نوں خانہ ان پھر سے شیر و ٹھر ہو جائیں۔ ہم پلے کی طرح ایک دوسرے کے گھوون
میں آئیں جائیں۔ اور۔" جائی صاحب کہتے کہتے رک گئے۔
"اور کیا؟" تigm خان بولیں۔

"اور یہ کہ آپ طاہر کو بھی اپنے گھر آنے کی اجازت دے دیں۔ وہ میرے
ساتھ آیا کرے گا۔ میرے ساتھ چلا جیا کرے گا۔ میں اس سے زیادہ آپ سے کچھ
ضیس چاہتا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس طرح کی اجازت دینے کا یہ مطلب ہو گا کہ آپ
نے رشتہ منظور کر لیا ہے؛ ہرگز نہیں۔ میں رشتہ کی بات تو کہی نہیں رہا۔ بلکہ
میں یہ کہتا ہوں۔ مبا پرحتی رہے۔ چار سال بعد جب وہ قارئ ہو جائے تو آپ اس
سے پوچھ لیں۔ جہاں وہ چاہے۔ اس کی شادی کر دیں۔ ہم بالکل دخل اندازی
نہیں کریں گے۔ یا اگر آپ اس وقت بھی اس کی رائے لیتا پہنچ نہیں کریں گے تو
اس پر بھی ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔ میں میری درخواست تو یہ ہے۔"

"یعنی جائی صاحب۔ یہ بھی تو سمجھیں۔ اس کا فائدہ کیا ہو گا۔ اتنے دلنا
پاندی لگ کر جو ہم نے مبا کا رجحان بدلا ہے۔ وہ پھر پلے چیزے خیالات میں گھر جائے
گی۔ اس سے الٹا نقصان ہو گا۔"

"تو آپ کے خیال میں مبا کا ذہن تبدیل ہو گیا ہے۔ اس کی توجہ بٹ گئی
ہے۔"

"ہاں! بالکل۔" خان صاحب نے فوراً کہا۔

"میں تو ایسا خیال نہیں کرتا۔" جائی صاحب بولے۔
"آپ یہ بھی سمجھیں۔ محلے والے ہمیں کیا کہیں گے طاہر کو روز آتے جاتے

"اگر اصل آدمی کا فیصلہ یہ ہے خان صاحب۔ پھر تم اس بارے میں بات کرنے والے کون ہیں۔ جب وہ نہیں چاہتی۔ تو پھر یہ بات ختم۔ اب میں آپ سے کبھی اس موضوع پر بات نہیں کوں گا۔ شکریہ خان صاحب۔ انہوں نے حد درج دکھ۔ بھرے لیجے میں کما اور خان صاحب نے ریسیور رکھ دیا۔

انہوں نے یہ ساری حکمکو طاہر کو نہیں ہاتھی تھی۔ اسے اور دکھ ہوتا۔ لیکن ابھی یہ معاملہ ختم نہیں ہوا تھا۔ ابھی کچھ اور لحاظ بھی ہاتھی تھے۔ اور ان کا اندازہ جائی صاحب کو اس طرح ہوا کہ اسی روز شام کو جب وہ طاہر کے ساتھ ایکلے بیٹھے تھے۔ فون کی تھنٹی بھی۔ طاہر نے ریسیور انخلایا۔ اور پوچھ کر انھا۔ ساتھ ہی اس نے ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بما کا فون ہے۔"

"وہ حریت نہ رہ گئے۔ بما کا فون آئے کی تو انہیں ایک فیصلہ بھی امید نہیں تھی۔"

"طاہر بات کر لو۔ لیکن مجھے بھی اس سے ایک دو ضروری باتیں کرنا ہے۔"

"تو پھر پہلے آپ ہی بات کر لیں۔" طاہر نے کہا۔

"اچھا تھا ہے۔" جائی صاحب بولے۔

"بما! ابو تم سے ایک دو باتیں کرنا چاہتے ہیں۔"

"اچھا!" دوسری طرف سے بہائے کما اور طاہر نے ریسیور انہیں دے دیا۔ "السلام علیکم۔ اس بات پر حریت ہوئی کہ تم نے آج فون کس طرح کر لیا۔" "بما نہیں سکتی اکل۔ سکتی پانچ ماں ہیں۔ پھر بھی آج فون کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ اب بھی ڈر رہی ہوں۔ کہ کیس ابو ای اسے جائیں۔ وہ بہت تھوڑی سی دیر کے لئے کسی کے گھر گئے ہیں۔"

"حریت ہے۔ انہوں نے تمہیں تھاکس طرح چھوڑ دیا۔"

"بکھی بکھی مجبوری انسان سے بہت کچھ کراچتی ہے۔ اس وقت وہ بھی جانے پر بھجوڑتھے۔"

"اچھا تھا۔ آج یا کل انہوں نے تم سے طاہر کے بارے میں کوئی بات کی تھی۔"

آئے جانے کی اجازت دے دیں۔ وہ بھی صرف میرے ساتھ ہے۔ دیکھیے پھر خدا کس طرح دور ہوتا ہے۔"

"میرے خیال میں دور نہیں ہو گا۔"

"اپ ایسا کیوں نہیں کر لیتے؟" اچانک جائی صاحب نے کہا۔ انہیں ایک خیال آیا تھا۔

"کیا؟"

"اپ میا سے پوچھ لیں۔ وہ کیا چاہتی ہے۔" "بھی تو آخر اس مقدمے کا ایک فرق ہے۔ ہم اپنی اپنی مریضی کی باتیں تو کر رہے ہیں۔ لیکن میا سے پوچھوئی نہیں رہے۔ جب کہ اس سے پوچھنا بہت ضروری ہے۔ لیکن خان صاحب۔ انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ آپ غود میا سے نہ پوچھیں۔ وہ پہلے ہی آپ کی مریضی جانتی ہے۔ اس کے خلاف بات نہیں کرے گے۔ آپ اس کی کسی سیلی کے ذریعے پوچھیں۔"

"یہ تجویز بہت محتقول ہے۔ مجھے بہت پسند بھی آئی ہے۔ میں میا کی رائے معلوم کروں گا اور جو کے گی۔ وہ کروں گا۔"

"بہت بہت شکریہ خان صاحب۔ یہ بہت محسن بات ہو گی۔"

"تو پھر اپ مجھے اجازت دیں۔"

اور خان صاحب چلے گئے۔ جائی صاحب کے لئے اب وقت گزارنا بہت شکل تھا۔ وہ بما کا فیصلہ سننا چاہتے تھے۔ آخر دوسرے دن انہوں نے خود خان صاحب کو فون کیا۔

"ہاں جاتا! آپ نے میا سے معلوم کر لیا ہو گا۔ کیا کہا اس نے۔"

"پاکل معلوم کر لیا ہے۔ اب اس کا فیصلہ من لیں۔ اس کا کہتا ہے۔ میں تو اس شرمنک میں رہتا پسند نہیں کرتا۔ آپ تو طاہر کے آئے جانے کے بارے میں پوچھ رہے ہیں۔ میں تو کہتی ہوں کہ جس شرمنک آپ کی روانشفر ہوئی ہے۔ بے کے ساتھ ہیں چلے چلے۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے۔ اس نے ہمارے خلاف فیصلہ دے دیا ہے۔"

"ہاکل!" خان صاحب کی گواز کافی چاندار تھی۔ غالباً اپنی فتح پر بہت خوش تھے۔

"تی۔ مجھ سے۔ طاہر کے بارے میں۔ تھیں تو۔"

"ابھی ابھی تم بولا کس سے ہات کر رہی تھیں۔"

"آپ کے سپت سے۔"

"میں اسی سپت کی ہات کر رہا ہوں۔ اس کے بارے میں خان صاحب نے تم سے کوئی بات کی ہے۔"

"بالکل بھی نہیں۔"

"ہی!!! وہ دھک سے رہ گئے۔ ان کا اوپر کا سائنس اوپر نیچے کا نیچے وہ گیا۔ خان صاحب کے چہرے سے ایک خل اور اتر گیا تھا۔ گوا فون پر انہوں نے جو کچھ کہا تھا، سنید جھوٹ تھا۔ میاکی رائے تو انہوں نے لی ہی نہیں تھی۔

○☆○

"کیا ہوا بالکل! آپ اس قدر کیوں جوان ہیں۔" مباکی آواز نے اپنی چونکا دیا۔

"میرے اور خان صاحب کے درمیان طے ہوا تھا کہ میا کے پوچھ لیا جائے۔ وہ کیا چاہتی ہے۔ طاہر کا آنا جانا یا اس پر حمل پابندی۔ میں نے یہ تجویز بھی پیش کی تھی کہ جائی صاحب آپ خود نہ پوچھیں۔ مباکی کسی سیکل سے معلوم کروائیں۔ آج مجھ ہی فون پر انہوں نے کہا کہ میں نے میا سے ہات کر لی ہے۔ میا نے اس بات کو بالکل پسند نہیں کیا۔ وہ طاہر کے آئے جانے کو ہرگز برواشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ لیکن اب تم کہہ رہی ہو کہ انہوں نے تو اس اس بارے میں کوئی بات کی ہی نہیں۔ گواہیں تو انہوں نے مجھ سے صاف جھوٹ بولा اور اس معاملے میں وہ صرف اور صرف اپنی مرضی چلانا چاہتے ہیں۔ تم پر بھی صرف اپنی مرضی ٹھوڑتا چاہتے ہیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی انہوں نے دکھ بھرے انداز میں رنجیور طاہر کو دے دیا۔ طاہر اور میا کافی دیر تھک فون پر باشیں کرتے رہے۔ وہ پھر نہیں کیا باشیں کر رہے تھے۔ وہ سنتے اور سوتے کے قابل نہیں رہ گئے تھے۔ ان کا ذہن تو صرف خان صاحب کے جھوٹ میں انکا ہوا تھا۔ بعد میں جائی صاحب نے طاہر سے کہا۔

"تم نے دیکھ لیا طاہر۔ خان صاحب ایک بار پھر چال پڑ گئے ہیں۔"

"مجھے تو آپ نے بتایا ہی نہیں کہ آپ کے اور ان کے درمیان کیا طے ہوا تھا۔"

"آپ بتا آماں ہوں۔"

یہ کہہ کر انہوں نے ساری تفصیل بتا دی۔ طاہر بھی سختے میں آگیا۔ پھر یوں لکھا۔

"اس کا مطلب ہے۔ یہ لوگ۔ حد درجے خود غرض، کرو فریب کے پتے

یہ۔ خان صاحب اس عمر میں بچوں جیسے جھوٹ پولنے سے بھی نہیں شریانے اور انساف ہم کی کوئی چیز ان میں نہیں ہے۔ انساف یہ تھا کہ وہ گمراحتے اور کسی اور کے ذریعے بسا سے بات کرتے۔ پھر بسا جو کہتی وہ، وہی نہیں بتا دیتے۔ لیکن انہوں نے تو بسا سے بات تک کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔ اور انہا فیصلہ یہ کہ کہنا دیا کہ یہ فیصلہ بسا کا ہے۔

"ہاں! یہی ہوا ہے۔ اور تم درست تھیج پر پہنچے ہو۔ یہ خاندان اس قاتل نہیں کہ ان کے ساتھ کوئی شرف آدمی تھا۔ لیکن طاہر ہم کیا کریں۔ بسا کی وجہ سے بھجوڑ ہیں۔"

"ماں بھی آخر ان کی بیٹی ہے ابھی۔ وہ ان کا یہ ساتھ دے گی۔ اس وقت میں اس سے بھی کہ رہا تھا۔ کہ وہ چاہتی تو جس طرح آج فون کر لیا ہے۔ پہلے بھی کسی نہ کسی طرح فون کر سکتی تھی۔ کوئی رقد کسی کے ذریعے بیجھ سکتی تھی۔ ہمیں کچھ تو تسلی رہتی۔ لیکن۔ اس نے کوئی کوشش کی ہی نہیں۔ بس وہ بھی کہتی رہی کہ اب ابو اور ایسے ہرگز اکیلا نہیں چھوڑتے۔ کہیں جانا ہوتا ہے تو دونوں میں سے ایک جاتا ہے۔ دوسرا گھر پر ضرور رہتا ہے۔"

"تو یہ نہ کہ ہو رہی ہے ان کی اور بسا کی۔" جائی صاحب نے طنزہ لجھے میں کہا۔

"تمہارے حساب سے تو ان کے گھر میں نہ کہ ہو رہی ہے۔" طاہر نے کہا۔

"پھر تم احکاف کی تیاری کو۔۔۔ کل سے احکاف شروع ہو رہا ہے۔" جائی صاحب پولے۔

رمضان کا آخری عشہ شروع ہو رہا تھا اور طاہر ہر سال احکاف میں بیٹھتا تھا۔ بس پہلے سال وہ نہیں بیٹھا تھا۔ باتوں باتوں میں اس نے اقمار کیا کہ وہ پہلے سال بسا کی وجہ سے احکاف میں نہیں بیٹھا تھا۔ اور اس بات کا اسے اب تک انہوں ہے۔ اور اس پار وہ ضرور بیٹھے گا۔"

دوسرے دن طاہر احکاف میں بیٹھ گیا۔ ابھی اسے بیٹھے صرف تین دن ہوئے تھے۔ جائی صاحب دکان میں موجود تھے کہ فون کی کھٹتی بھی۔ اس وقت نیارہ بخ رہے تھے۔ دکان میں اس وقت ایک گاہک بھی بیٹھا تھا۔ انہوں نے ریسپورٹ اخیالا۔ السلام علیکم کہا تو دوسری طرف سے کوئی جواب نہ مل سکا۔

وہ چوک گئے۔ یہ عادت تو صرف اور صرف جا کی تھی۔ انہوں نے گاہک کو در میان میں پھوڑ کر جلدی جلدی خان صاحب کے نمبر ملائے۔ دوسری طرف سے جا کی تو از سالی دی۔
"بیلو۔"

"آج میں نے چوری کھڑی لی صبا!"
"کل آپ ہیں۔"

"ہاں! اور ابھی چند یکٹن پہلے تم نے فون کیا تھا۔ لیکن یہی آواز من کرو رہی تھی۔ اس لے کہ تم اب صرف ظاہر سے بات کلتی ہو۔"

"نہیں تو اکل۔۔۔ میں نے تو آپ کے نمبر فون نہیں کیا۔"
"بھوٹ بول رہی ہو۔۔۔ اچھا! خان صاحب ہیں گھر میں۔"
"عن۔۔۔ نہیں۔" اس نے کہا۔
"اور اسی ہیں۔"

"نہیں! دونوں نہیں گئے ہیں۔۔۔ مجھے آج کالج سے چھٹی تھی۔ ابھی اسے بھی عید کی خریداری کے سلسلے میں چھٹی کی تھی۔۔۔ ملکہ اب تو چارچ چھوڑ پکھے ہیں۔۔۔ اور خود جا کر چارچ لے چکے ہیں۔۔۔ لیکن چارچ لینے کے فوراً بعد وہ چھٹی پر آگئے ہیں۔۔۔ دو ماہ کی چھٹیاں لے لی ہیں انہوں نے۔"

"اوہ! جائی صاحب پولے۔"

"تب تو یہی بات ٹابت ہو گئی۔"

"کون سی بات اکل؟"

"یہ کہ تم نے ہی فون کیا تھا۔"

"نہیں اکل۔"

وہ بھی ہاپ کی طرح بھوٹ بول رہی تھی۔ لیکن وہ کہی کیا سکتے تھے۔۔۔ اگر اس بات کو چھپاٹا چاہتی تھی کہ وہ فون کرتی رہتی ہے تو اس میں ان کا کیا تھا۔۔۔ قلب لٹڑا انہوں نے اس بات کو چھوڑ دیا اور پولے۔

"طاہر تو احکاف میں بیٹھا ہے۔۔۔ اب اس سے تو عید کے روز یا چاند رات کو بات ہو سکے گی۔۔۔ دیسے بھا مجھے تم سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہے۔۔۔ اس وقت دکان میں ایک گاہک موجود ہے ذرا میں اچیں فارغ کر لوں۔۔۔ پھر میں تمیں خود فون کرتا

نے ریسیور رکھ دیا۔
وہ سرے دن رمضان کی انتیں تھی۔ ابھی وہ پھر کا وقت تھا۔ اور وہ آس لے چکے تھے کہ آج شاید خان بیلی آ جائے۔ پرانے تعلقات ایک بار پھر سے بحال ہو چکیں۔ کہ اچانک بارہ بجے کے قریب انہوں نے خان صاحب کو دکان میں داخل ہوتے دیکھا۔ وہ ایکلے چلے آ رہے تھے۔ اور ہاتھ میں محلی کاؤچ پکڑا ہوا تھا۔ اپس غدر آگیلے گوا آج بھی یہ حضرت ان کی پیش کش تحرانے پر تھے ہوئے تھے۔ جائی صاحب تملک رکھ دیا۔

"خان صاحب۔ آپ کو شام کے وقت آتا تھا۔ رونہ کھلنے کے وقت۔ پھر ہم ظاہر کو لینے پڑتے۔ جو کہ ہمارا معمول رہا ہے۔"

"وہ دراصل۔ آج ہماری ایک اور جگہ دعوت ہے۔"

"جاتے دیں خان صاحب۔ لیکن ہاتھی نہ کریں۔ آپ نے میری ہر کوشش ہاں ملائے کی خان لی ہے کیا۔ یعنی کوئی بھی ہو جائے۔ اب یہ تعلقات بحال نہیں ہوں گے۔ آخر ایسا کیوں ہے خان صاحب؟" انہوں نے تیز لمحے میں کہا۔
"پرانے تعلقات اب بحال نہیں ہو سکیں گے جائی صاحب۔" انہوں نے اتنا لی روکے انداز میں کہا۔

"آخر کیوں۔ ہو کیا گیا ہے۔ آپ ہمارا ضمیں تو اپنی بیٹی کا یہ خیال کریں۔ اس کی خوشی کا یہ خیال کر لیں۔"

"آپ کیا بحثتے ہیں۔ کیا میں اپنی بیٹی کی خوشی نہیں چاہتا۔"

"حلاطت لی کر رہے ہیں۔" جائی صاحب یوں۔

"نہیں۔ میں اس کی خوشی چاہتا ہوں۔ وہ ظاہر سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ اس کا رجحان اب بدلتا چکا ہے۔"

"اچھا! آیا واقعی؟" جائی صاحب نے گھرے طور پر لمحے میں کہا۔

"ہاں! بالکل۔"

کہ "آپ غلط کہ رہے ہیں خان صاحب۔" جائی صاحب نے غصے کے عالم میں

"ایسا غلط کہ رہا ہوں میں۔" وہ یوں۔

"یہ کہ۔ صبا ایسا نہیں چاہتی۔ میرے پاس اس پات کا ثبوت موجود ہے۔"

ہوں۔" -
"نہ کریں بالکل۔ اس دوران ابھی اسی شے آ جائیں۔"

"ورواءہ اندر سے ہندے ہے تا۔"

"ہاں!" اس نے کہا۔

"مکھی بجے تو ریسیور رکھ دیا۔" وہ یوں۔

"اچھا۔" اس نے کہا۔

ماکپ سے قارئ ہو کر انہوں نے ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف سے فوراً ریسیور اٹھایا گیا۔ لیکن ان کی آواز من کر جانے سرگوشی میں کہا۔

"ابو ای آ گئے ہیں۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی ریسیور رکھ دیا گیا۔

اور جو پاتیں وہ کہتا چاہے تھے۔ وہ ان کے دل میں رہ گئی۔ پھر انہوں نے سوچا۔ ہر سال کی چاند رات کو وہ خان بیلی کو اپنے گھر دعوت دیتے رہے ہیں۔ خان صاحب ان کے ساتھ ظاہر کو لینے مجب مک جاتے رہے ہیں۔ اس سال بھی وہ اپس دعوت دیں گے۔ وہ ایک آخری کوشش اور کریں گے آخری کوشش۔ ظاہر اور مبارکہ کو ملائے کی آخری کوشش۔ انہوں نے دکھ بھرے انداز میں سوچا۔ نہ جانتے کیوں۔ ان لوگوں کی تمام تر خود غرضیوں کے پاؤ جو وہ اب تک مبارکہ اپنی ہوئے تھے۔ کے لئے ترپ رہے تھے۔ اپنے اندر شدید خواہش محسوس کر رہے تھے۔

اور پھر آخر چاند رات بھی آ گئی۔ اس سے ایک روز پہلے انہوں نے خان

صاحب کو فون کیا تو اور ہر بیکم خان تھیں۔

"بھائی۔ کل انشاء اللہ چاند رات ہو گی۔" ظاہر حسب معمول انکاف میں بیٹھا ہے۔ آپ سب بھی معمول کے مطابق آئیے۔ ہمارے ساتھ رونہ کوئی نہ چھوڑ کر کوئی ملیں گے۔ انہوں نے دل پر ناقابل برداشت بوجہ محسوس کرنے ہوئے یہ الفاظ کے۔

"خان صاحب تو ہپتال گئے ہیں۔ مزید چھٹی کے لئے میڈیکل سر نیٹیک

لینے۔ آئیں گے تو ان سے کہ دوں گی۔" ان کا لب پر کافی خوفگوار تھا۔

"بہت بہت شکریہ۔ بالکل اسی طرح کہہ دیجئے گا۔" جائی صاحب نے نہ کہا۔

"بالکل اسی طرح کہہ دوں گی۔ مکر رہ کریں۔" وہ نہیں۔ اور جائی صاحب

چاہی صاحب نے سیٹ اٹھا کر انہیں دکھایا بھی۔ پھر وہ بولے۔
”خان صاحب۔ میں آپ سے ایک بار پھر درخواست کرتا ہوں۔ رحم کی
بھیک مانگتا ہوں۔ جما اور طاہر کو الگ الگ نہ کریں۔“
”جما آپ کے گھر خوش نہیں رہ سکتی۔ وہ اپنے آپ کو اس ماںول میں
ایڈ بھٹ نہیں کر سکتے گی۔“ خان صاحب بولے۔

”یہ آپ کس طرح کہ سکتے ہیں۔“ چاہی صاحب کو پھر خصہ آئے۔
”چاہی صاحب۔ آپ کے گھر میں اندر جوں کے سوار کما کیا ہے۔ ہمیں تو
تاریکی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ میں ایک آپ کی ذات ہے۔ آپ کے علاوہ
اندر جوڑا ہے۔“

”اچھا۔ آج ہمارے گھر میں آپ کو صرف اندر جسے نظر آتے ہیں۔ کمال
ہے۔ کل تک تو کوئی ایسی بات نہیں تھی۔“
”مکن بھی تھی۔ میں کہ نہ سکا۔“

”آپ کو کہ دنا چاہیے تھا خان صاحب۔“ چاہی صاحب نے دکھ بھرے لجے
میں کمال۔ ایسے میں انہیں اپنے گیس کا سلنڈر اور گیس کا چوچھا۔ ایندھنی لاشیں
ٹھی فون۔ ایندھنیں ٹیپ ریکاؤنر کا خیال آگیا۔ ان کی یہ سب جیسیں تو اپ تک
ان کے گھر میں تھیں۔ وہ ان کے گیس کے سلنڈر سے اپنے گھر کے چوچھے کو روشن
کرتے تھے۔ لاش چلے جانے کی صورت میں ان کی ایندھنی لاش سے اپنے گھر میں
لٹھنی کرتے تھے۔ سروں کی راتوں میں ان کے ایندھنی طریقے سے اپنے لافون کو گرم
لٹھنی پہنچاتے تھے۔ ڈینڈہ سال کے طویل عرصے تک دن رات ان کی گاڑی سے
اپنے ہر جگہ آنے جانے کی راہوں کو روشن کرتے رہے تھے۔ گاڑی کی روشنیوں
سے اپنی مسلمانوں کو وہ طے کرتے رہے تھے۔ لیکن۔

لیکن وہ ان تمام جیوں کے باوجود اپنے مل کے اندر جوں کو دور نہیں کر سکتے
تھے۔ تا تو ہے یہ رہے تھے کہ چاہی صاحب۔ آپ کے گھر میں اندر جوں کے سوار کما
ہی کیا ہے۔ لیکن۔ اندر جسے تو ان کے اپنے اندر تھے۔ ان اندر جوں کی دیگر
چادروں سے انہیں اس طرح ڈھانپ لیا تھا کہ وہ ان اندر جوں سے نکل ہی نہیں پاتے
تھے۔ اور وہ نکل بھی کیسے سکتے تھے۔ یہ اندر جسے تو ان کی اپنی پسند تھی۔ جھوٹ
کے اندر جسے فرب کے اندر جسے مکاری کے اندر جسے بے رحمی کے

با ایسا چاہتی ہے۔ آپ اس کا رجحان بدل نہیں سکتے۔ وہ آج بھی طاہر کو چاہتی
ہے۔ لیکن۔ آپ کے ڈر کی وجہ سے خاموش ہے۔ مجبور ہے۔ آپ نے اس پر
پہرے بٹھا دیئے ہیں۔ اس کے باوجود میں ثابت کر سکتا ہوں۔ کہ اس کا رجحان
نہیں بدلا۔“

”آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے۔“
”بہیں ہے۔ ثبوت۔ آپ مجھے چیلنج کریں۔ میں ثبوت پڑھ کرتا ہوں۔“
”میں چیلنج کروں۔“

”اگر میں یہ بات ثابت کر دوں تو آپ کا فیصلہ کیا ہو گا۔ پہلے یہ بتائیں۔“
پاہی صاحب نے کافی گرم لبجھے میں کمال۔

خان صاحب یہ لخت سرد پڑ گئے۔ پھر انہوں نے کمال۔
”اچھا تو آپ کے خیال میں جما کا رجحان نہیں بدلا۔“

”ہاں! نہیں بدلا۔ میں نے کمال۔ میرے پاس ثبوت ہے۔“
میں اسی وقت ایک گاہک آگیا۔ ان کی بات درمیان میں رہ گئی۔ گاہک سے
فارغ ہو کر وہ پھر خان صاحب کے پاس جا پڑھے۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔ چھے
سوچ رہے ہوں۔ کہ اب کیا بات کریں۔ ایسے میں خان صاحب کی نظر ان کے فون
سیٹ پر پڑی۔

”یہ سیٹ نیا خریدا ہے۔“
”ہاں۔ جیلان کا ہے۔ اس میں یہ آسائی ہے کہ دوسرا طرف سے بات
کرنے والے کی آواز سب لوگ ایک ساتھ سن سکتے ہیں۔ یعنی اس میں پہنچ کر لگا ہوا
ہے۔“

”ہوں! کیا اس پر آوازیں ریکارڈ کی جا سکتی ہیں؟“
”جی نہیں! اس میں یہ ستم نہیں ہے۔ شادی کے بعد فرحت لاہور پلی گی
ہے تا۔ اور رات کے وقت فون کرتی ہے۔ یا ہم اسے فون کرتے ہیں۔ تو ہر کوئی
پار بار ریکارڈ جھینٹا ہے۔ اس طرح وقت زیادہ لگتا ہے۔ اور مل زیادہ بن جاتا
ہے۔ لذا طاہر نے یہ سیٹ خرید لایا۔ مگر ایک ہی وقت میں ب فرحت کی آواز
من سکتی اور اسے اپنی آوازیں سن سکتیں۔“

”ہوں۔“ خان صاحب بولے۔

اندھیرے۔ سکھ دل کے اندر ہرے۔ انسان پر تو وہ کیا رحم کرتے۔ انسوں نے تو اس گاڑی پر رحم نہیں کیا تھا۔ جو دن رات ان کی غلامتی پھر تھی۔ انسوں نے تو اس بے جان کو پوری خوراک نہیں دی۔ انسوں پر وہ کس طرح کو رحم کرتے۔ ان کی ذات کے اندھروں نے انہیں کہیں کا چھوڑا ہی نہیں تھا۔ وہ تو بس ان اندھروں میں مگن تھے۔ اور اندھروں کے اس جہاں سے لکھا پسند نہیں کرتے تھے۔ گواہ خونگر ہو چکے تھے۔ ان کے۔ جس طرح انسان رنج کا خونگر ہو جائے تو اسے اس رنج سے بھی خوشی محسوس ہوئے گلتی ہے۔ اور رنج مت جاتا ہے۔
رنج کا خونگر ہو انسان تو مت جاتا ہے۔ رنج
مشکلیں اتنی پڑیں کہ آسمان ہو نہیں

وہ بالکل اسی طرح اندھروں کے خونگر ہو چکے تھے۔ اور اب اندھیرے ہی انہیں پسند نہ تھے۔ لیکن خیال ان کا اس کے بر عکس تھا۔ خیال ان کا یہ تھا کہ ان کے علاوہ باقی تمام لوگ اندھروں میں ہیں۔ صرف وہ روشنیوں میں ہیں۔ روشنیاں ان کا مقدار ہیں۔ لیکن۔ یہ ان کی خوشی تھی تھی۔ جاہی صاحب نہ جانے کہ تک ان خیالات میں گھرے رہے کہ تاریکی کے گھرے پردوں سے نکل کر آتی خان صاحب کی آواز ان کے کاتوں سے ٹکرائی۔

"مجھے مبا کا مستقبل عزیز ہے جاہی صاحب۔"

"آپ کے پاس کیا گارتی ہے خان صاحب۔ کہ آپ جہاں مبا کی شادی کرسے۔ وہاں اس کا مستقبل ضرور روشن ہو گا۔" جاہی صاحب بولے۔

"انسان اپنی کوشش تو کرتا ہے ہا۔"

"اگر آپ کے خیال میں مبا ہمارے گھر میں خوش نہیں ہو سکے گی تو میں انہیں اپنے لاہور والے مکان میں بیچ دوں گا۔ وہاں یہ دنوں رہ لیں گے۔ لاہور والے کاروبار کی دیکھ بھال بھی کرتے رہیں گے۔"

"میں کسی کے بیٹے کو چدا نہیں کرنا چاہتا۔"

"یہ جدا کرنا نہیں ہے۔ شادی کے بعد سب بیٹے میں باپ کے ساتھ کہ سکتے ہیں۔ آخر کو انہیں الگ گھر میں رہتا ہی پڑتا ہے۔"

"چھا خیر۔ ہم سوچیں گے۔"

"یہ تو آپ پہلے بھی کہی بار کہ چکے ہیں۔ لیکن آج تک آپ سوچ نہیں

سکتے۔ آج تک آپ نے بھی وعدے کے مطابق جواب دیا۔ آپ وعدہ ضرور کر جاتے ہیں کہ اچاہم سوچیں گے۔ پھر آپ نے کیا سوچا۔ کیا فیصلہ کیا۔ یہ آپ نے آج تک نہیں تھا۔"

"نہیں۔ میں اس بار ضرور بتاؤں گا۔"

"ویکھ لیں خان صاحب۔ اگر۔ جاہی صاحب کو آج رہ رہ کر غصہ آ رہا تھا۔ ایک بار پھر انہیں غصہ آ گیا۔

"اگر کیا؟" خان صاحب نے چوک کر کیا۔

"اگر میں نے اس کہانی کو ناول ہا کر شائع کر دی تو کیا ہو گا۔ آخر میں ایک صفت ہوں۔"

"اچھا۔ تو آپ مجھے بلیک میں کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ یہ بلیک میلانگ نہیں ہے۔ رو عمل ہو گا۔ کوئی کہہ ہر عمل کا رو عمل ہوتا ہے۔ میں ایک رائٹر ہوں۔ رائٹر اگر اپنے دل کی بھروسہ خود کی صورت میں نہ نکالیں۔ تو یا تو وہ پاک ہو جائے گا یا بیمار ہو جائے گا۔ بیمار بھی نفیا تی۔ گواہ کسی کام کا نہیں رہ جائے گا۔ خان صاحب۔ اگر میں نفیا تی ملین بن گیا تو ناول نہیں لکھ سکوں گا اور ناول نہ لکھ سکا تو میرا سارا گمراہ غہر کے اندھروں میں بھکتا نظر آئے گا۔ کیا آپ کی چاہتے ہیں خان صاحب۔ مجھے خود کو پر سکون رکھنے کے لئے ناول لکھنا پڑے گا۔ اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ آپ کوئی درمیانی راست نکال لیں۔ خان صاحب ہم آپ سے جا کا رشتہ نہیں مانگتے۔ صرف اور صرف یہ چاہتے ہیں کہ حالات پہلے کی طرح معمول ہو آجائیں۔ ہمارا آتا جانا ہو جائے۔ اس طرح خونگوار ما حل میں یہ چار سال گزر جائیں۔ پھر آپ مبا سے پوچھ لیں اور اس کی مرثی کے مطابق عمل کریں۔ کیا یہ اتنی ہی خواہش بھی آپ کسی کی پوری نہیں کر سکتے۔ پورے ایک گھرانے کا مسئلہ ہے یہ۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ تو پھر میں بیمار ہوئے بغیر نہیں رہ سکوں گا اور میرا بیمار ہونا میرے گھرانے کے لئے مصیبت ہن جائے گا۔ ہمارا میرے پاس اپنے گھرانے کو چانے کا صرف اور صرف ایک ہی ذریعہ رہ جائے گا۔ اور وہ یہ کہ طاہر اور صبا پر ناول لکھوں۔ صرف اس طرح میرے چذبات سکون پذیر ہو سکتے ہیں۔ اب آپ سوچ لیں خان صاحب۔"

خان صاحب کافی دیر تک سوچ میں گم بیٹھے رہے۔ آخر بولے۔

"ہم طاہر کے دشمن نہیں ہیں۔"

"یہ بات آپ پہلے بھی کہ پکے ہیں۔" جائی صاحب نے ٹھہر لیجے میں کمال
"ہاں! پھر کہ رہا ہوں۔ ہم طاہر کے دشمن نہیں ہیں۔" لیکن یہ محلہ ہی اس
ہے۔ اچھا ہم سوچیں گے۔"
"آپ نہیں سوچیں گے خان صاحب اور نہ جواب دیں گے۔ ہم انتظار ہی
کرتے رہ جائیں گے۔ میں جانتا ہوں۔"

"نہیں۔ اس پار ضرور مشورہ کر کے جاؤں گا۔"

"اور آپ شام رونہ کھولنے کے لئے س کے ساتھ آئیں۔ پھر ہم طاہر کو
لینے چلیں گے۔" جائی صاحب پولے۔

"نہیں۔" یہ مشکل ہے۔ ہماری ایک اور گھر میں دعوت ہے۔ اور انہوں
نے آپ سے پہلے دعوت دے دکھی ہے۔"

"میں تو یہی کہوں گا۔ آپ ہمارے یہاں ضرور آئیں۔ پہلے رونہ کھول کر آ
جائیے گا۔"

"چھا دیکھیں گے۔"

اور وہ پڑے گئے۔ اس روز شام کو ن آئے۔ انہوں نے فون کیا۔ نہ اپنا
فیصلہ نہیں۔ دن گزرتے پڑے گئے۔ پھر انہیں کسی سے پہاڑا۔ خان صاحب اپنی
ڑانٹر رکوانے میں بری طرح ناکام ہو گئے ہیں اور اپنی ملازمت پر مظفر گزہ جا چکے
ہیں۔ پھر وہ بختے بعد کسی نے انہیں تباہی۔ خان صاحب ایک دو دن کی چھٹی پر آئے
ہوئے ہیں۔ لیکن انہوں نے ان سے کوئی رابطہ نہ کیا۔ اب جائی صاحب نے طاہر
کو اپنا فیصلہ نہیں۔

"میں ناول لکھوں گا۔ مجھے ناول لکھنا ہو گا۔ نہ لکھتا تو میں یہاں ہو جاؤں
گا۔"

"آپ ضرور ناول لکھیں۔ اپنے آپ کو بچانے کے لئے۔ اپنے آپ کو
تفصیلی میریض بننے سے بچانے کے لئے۔ اور اپنے پورے گھرانے کو فرمت کے
اندر جزوں میں بیٹھنے سے بچانے کے لئے۔ یہ آپ کا حق ہے۔ کہ ناول لکھیں۔
آپ نے تو انہیں پہلے ہی تباہی۔ لیکن انہوں نے اپنا آخری وعدہ بھی پورا نہیں
کیا۔ آپ کی آخری کوشش لا بھی کملی جواب نہیں دیا۔" طاہر نے جذباتی آواز میں

مل۔

"ہاں طاہر۔ میں انشاء اللہ کل ناول شروع کر رہا ہوں۔ یہ پھر کس طرح
شروع ہوا تھا۔ تم فتحر طور پر یہ پورا نہیں کر سکتے۔ وہاں شروع کر دیں۔ میں اس
اول کو حقیقت سے اتنا قریب کر کے لکھوں گا کہ آج تک کوئی ناول نہیں لکھا ہو
پا۔"

"اچھا اب تو۔" طاہر نے کہا اور خیالات میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے دکھ بھرے
لپچے میں کمال۔

"یہ لوگ بھی کیا لوگ ہیں اب تو ہم سے انہوں نے بالکل قطع تعلق کر لیا۔
لیکن ہماری جیسے دایکس کرنے کی ذرا بھی کوشش نہیں کی۔ ہم تک کوئی نہیں یا ان
جیزوں کا۔ ہم لوگ اتنے بہتے ہیں اب تو ہماری جیسے دایکس کیے ابھی ہو سکتے۔"
"جس لوگوں کے نزدیک انسان کی کوئی اہمیت نہ ہو۔ صرف جیزوں کی اہمیت
ہو۔ انہیں انسان کیے اپنے لگ کتے ہیں میرے بیٹھ۔ انہیں تو صرف جیسے ہی
اچھی لگتی ہیں۔"

"تو کیا ہم اپنی جیسے دیاں رہنے دیں اب تو۔"

"ہاں طاہر۔ ہم اپنی کسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے۔" وہ جیسے دیاں رہنے
ہو۔ ہم ان کے دلوں میں بیٹھ بیٹھ کے لیے چانس بن کر جیسے دیاں گے طاہر۔ ذرا
سچھ۔ کسی کے سلسلہ پر جب بھی ان کی نظر پڑے گی۔ تو کیا انہیں یاد نہیں آئے
گا۔ یہ کن لوگوں کی نشانی ہے۔ ایک دوسرے جب بھی وہ لحاف گرم کرنے کے لیے آن
کریں گے۔ تو کیا ہمارا خیال انہیں نہیں آئے گا۔ اسی طرح میری بے شمار نہیں
ان کے گھر میں موجود ہیں۔ جانتے تو ان کتابوں سے باقاعدہ لا بھری ہماری بھروسی ہے
اس لا بھری پر جب بھی ان کی نظر پڑے گی۔ کیا انہیں ہمارا خیال نہیں آئے گا۔
اسی طرح ہماری جس چیز کو بھی وہ دیکھیں گے۔ ہمارا خیال انہیں ضرور آئے گا۔
اس طرح ہم چانس کی طرح ان کے دلوں میں زندہ رہیں گے۔ اس چانس کو تو
آپریشن کر کے بھی نہیں بلکہ انہیں گے دیں۔ اور پھر ابھی تو میرے بیٹھ۔ ستاروں
سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں۔ ہم تو بت جلد
حیسیں کوئی بخی پسند کرنا کر تھا اس سے شادی کروں گے۔ اور انہیں تو ابھی
چار سال اور صبا کو پڑھانا ہو گا۔ جب وہ پڑھے گی۔ اس وقت اس کے رشتے کا

تھمار شروع کریں گے۔ اور عادل جوان ہو چکا ہو گے۔ ہم اپنیں اس وقت بہت یاد آئیں گے طاہر۔

"اس وقت کیے ابو؟"

"بھٹی! میں ایک ناول نگار ہوں۔ جانتا ہوں۔ کون کس وقت یاد آ سکتا ہے۔ بس میں اس وقت اس کی کیا وضاحت کروں۔ اور شاید میں ناول نگار ہوئے کے باوجود اس بات کی وضاحت کر بھی نہ سکوں۔ اپنے مل کے اطمینان کے لئے تم اتنا چاہن لو۔ وہ ہماری یادوں سے بھی بھی وجھا نہیں چھڑا سکتیں گے۔ لیکن یہی ان کو دعا ہے۔ جس کو تم بدرعا بھی کر سکتے ہو۔ میں بھی محوس کر رہا ہوں طاہر۔" وہ لوگ پچھتا ہیں گے۔ بہت بڑے پچھتا وے ان کا مقدر بنے والے ہیں۔ آج اپنیں ان کا احساس ہیں۔ آج صرف میں محوس کر سکتا ہوں۔ وہ اس وقت محوس کریں گے۔ جب ان حالات کا فکار ہوں گے۔ آج نہیں۔"

"تو آپ کا یہ ناول لکھنا ضروری ہے ابو؟"

"ہا! اس لئے کہ میرے ناول سے اگر کچھ گمراۓ محتاط ہو گے۔ تو بہت سے لوگوں کی زندگیاں جیاہ ہونے سے بقیٰ جائیں گی۔ ذرا غور کرو طاہر۔ اگر خان صاحب کے گھر کام احوال خاص مغلیٰ نہ ہوتا۔ بلکہ خالص مشق ہوتا۔ تو کیا۔ تم اس جیوال میں چھپتے۔ کیا ہم ان کے گھر کے اندر جا سکتے۔ ہمارے اور ان کے درمیان کیا پردہ فتح ہوتا۔ نہیں۔ بالکل نہیں۔ اس صورت میں ایسا کوئی چکر نہ چلائے۔ نہ تم سما کو ریختے نہ مبا تمیں۔ نہ ہمارا ان کے گھر آنا جانا ہوتا۔ نہ ان کا ہمارے گھر۔ اگر ہوتا بھی تو صرف ہورتوں کا عورتوں کی حد تک اور مردوں کا مردوں کی حد تک۔ اس حتم کے تعلق سے کچھ بھی خرابی جنم نہیں لیتی۔ خرابیاں جنم لیتی ہیں مغلیٰ طرز زندگی سے۔ میرا ناول پڑھ کر اگر کچھ لوگوں نے اپنے ہاں سے مغزیت کو نکال ہاہر کیا۔ تو کیا یہ ایک اسلامی قدم نہیں ہو گا۔ اسی لئے یہ ناول لکھنا اور بیگمات کے لئے یہ بہت بڑا آئینہ ہو گا۔ وہ لوگ اس آئینے میں اپنے نقش بست و اخچ طور پر دیکھ سکتے گے۔ وہ نقش طاہر۔ وہ وہ اپنے طور پر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ جب تک کوئی اپنی دکھانے والا نہ کھرا جائے۔ اور یہ کام میں کوئی گھر۔

ایک صفت ہوئے کے ناطے یہ میرا فرض ہے۔ میں ان لوگوں کو یہ آئینہ ضرور دکھاؤں۔ اور ساتھی ہی میں اپنیں ایک اور بھلک یہ کہ کر دکھاؤں کہ ایک دن ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر میں داخل ہونے لگے تو دیوار میں اپنیں ایک باریک سا سوراخ نظر آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً میں کا ڈھیلا اخیلا اور اس کے ذریعے اس سوراخ کو بند کر دیا۔

اعظیاط تو اسے کہتے ہیں۔ ہم ہتنا اپنے دین سے دور نہیں گے۔ اتنا ہی اس قسم کے چکروں میں الجیس گے کیا خیال ہے۔ ناول لکھنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟"

"بہت۔ بلکہ بہت زیادہ۔" طاہر مسکرا۔

"آپ کے ناول کا نام کیا ہو گا ابو؟"

"ناول کا نام میں سوچ چکا ہوں۔ آئینے بے وقاری؟"

"بھی۔ آئینے بے وقاری۔" طاہر چونکا۔

"ہاں!" انسوں نے کما اور گمری سوچ میں ڈوب گئے۔ اپنی اپنی جوانی کے دن یاد کرنے لگے جب اپنیں بالکل اسی انداز میں ستایا گیا تھا۔ لیکن اس وقت وہ ناول نگار نہیں تھا۔

”وہ کیسے؟“

”یہ تاکر۔ طاہر مطہن زندگی گزار رہا ہے یا نہیں۔ یہ خوش ہے یا نہیں۔“

”ہاں! بالکل! بلکہ بت زیادہ خوش ہے۔ اس کی دلمن بھی اس قدر پیاری اور سیلقت شمار ہے اور پھر بالکل مشقی ہے۔“

”لیکن! اگر اس کی شادی جسا سے ہوتی تو یہ ہرگز پر سکون زندگی نہ گزار رہا رہے ہے۔ ان لوگوں کو مجھ سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اب وہ جما کے رشیت کا انتشار کر رہے ہیں۔“

”اوہ... اچھا۔ ہم تو بھی ان سے بالکل قطع ہو چکے ہیں۔ طاہر کی شادی کے بعد ہم نے ان کے بارے میں معلومات لیکر رکھنا بند کر دیں۔“

”اول۔ اور عادل آج کل ایک لوگ کے پکڑ میں ہے۔ بت بڑے گمراہ کی لوگی ہے۔ وہ لوگی اسے ملتی نظر میں آتی۔ آگے خدا جانے۔“

”ہم اب ان پاتوں سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ بلکہ یوں کہ لیں کہ اللہ نے ہمیں بے نیاز کر دیا ہے۔“

”آپ لوگ بت خوش قسمت ہیں۔ اچھائیں چلتا ہوں۔“

ملک شاہد نے رخصت ہوتے وقت طاہر کے چہرے پر سکون ہی سکون دیکھا۔ اس سکون میں کہیں کوئی پریشانی یا یہے چینی کی ذرا سی رفتہ بھی نہیں تھی۔

○☆○

آنکھوں پر عینک لگائے ایک شخص جائی صاحب کی دکان میں داخل ہوا۔ طاہر اس وقت دکان میں نہیں تھا۔ جائی صاحب کی نظر کافی حد تک کمزور ہو چکی تھی۔ ”نہیں پہچانا۔“ اس نے شوخ آواز میں کہا۔

”آہا۔ یہ کواز تو ملک شاہد صاحب کی ہے۔ بت بت عاشر رہے آپ۔ شاید ہم پانچ بجے سال بدل رہے ہیں۔“ جائی صاحب بولے۔

”ہاں جائی صاحب۔ مجھے سال بدل رہے ہیں۔“

”آئیے۔ تشریف رکھیں۔“

”طاہر نظر نہیں آ رہا ہے۔“

”ہمیں آ جاتا ہے۔ زر اگر لکھ گیا ہے۔“

”آپ کا احوال کرو دو! آئیں بے وقاری آج سے چھ سال پہلے ملا تھا۔ پنج کربت مزا آیا تھا۔“

”ٹھریبیں بہت بہت شکریہ۔“ وہ سکرائے۔ اسی وقت طاہر اندر داخل ہوا۔

”آؤ! طاہر ان سے ملو۔ یہ ملک شاہد صاحب ہیں۔“

”اوہو! میں تو پہچان ہی نہیں سکا۔“ طاہر نے نہایت گرم ہوشی سے ان سے

ہاتھ ملایا۔

”طاہر کی شادی وادی کرو دی یا نہیں۔“ دیسے طاہر پہلے سے کچھ بڑا بڑا اور صحت مند لگ رہا ہے۔“

”تھی ہاں! ملک صاحب۔ اس کی شادی تو چار سال پہلے ہم کر بھی چکے ہیں۔“

”بھتے رہے۔ میں نے آپ سے ایک بات کی تھی۔ اگر آپ طاہر کی شادی سبا سے کریں گے تو آپ پچھتا نہیں گے اور اگر وہ اس شادی سے انکار کریں گے تو وہ پچھتا نہیں گے۔ آج میری بات ثابت ہو گئی ہے۔“

تو اب سے پہلے ستاروں میں بس رہی تھی کیمیں
تجھے نہیں پر اتارا گیا ہے میرے لئے
اس کے اپنے پاس بھی یہ کیست موجود تھی۔ اور وہ جب زیادہ اوس ہوتی تو
یہ گھاٹنے بنتے جاتی۔ یہ گھاٹنے اور بھی اوس کرونا تھا۔ خان صاحب اور بیکم
خان صاحب اس کی اوسیں کو خوب سمجھتے تھے۔ لیکن۔ وہ اس کے لئے کچھ بھی تو
ٹھیک کر سکتے تھے۔ اچھا رشتہ ان کے معیار کے مطابق کا رشتہ۔ تلاش کرنا۔
ن کے بس کی بات تو تھی نہیں۔ مبارکی لاہوری میں ایک رومنی ٹالوں آئیں ہے
فائدی بھی موجود تھا۔ وہ اس ٹالوں کو نہ جانے کتنی مرتبہ پڑھ بھی تھی۔ یہ اس کی اپنی
لعلی تھی۔ وہ اس کملانی کو پڑھ کر رو تو سکتی تھی۔ سک تو سکتی تھی۔ کچھ کر نہیں
سکتی تھی۔ اس نے اپنے پاؤں پر خودی تو کلکاڑی ماری تھی۔ وہ ایک بار بھی ذرا
چھٹی سے اپنے ماں باپ سے یہ کہ دیتی۔ کہ میں شادی کوں گی تو ظاہر سے۔ تو
شاید وہ مجبور ہو جاتے۔ لیکن۔ اس نے اپنے والدین کے خیالات کا بھرپور ساتھ دیا
تھا۔ اس نے خود کو ان کی اٹا کی بھیت پڑھا رہا تھا۔ اک بار بھی تو نہیں کہا تھا۔
اہم۔ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ آپ اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں ظاہر کو چاہتی
ہوں۔ لیکن آپ ہیں کہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ لیکن اس نے تو ایک بار بھی
کھل کر اپنی مرضی ان پر واضح نہیں کی تھی۔ اور نہ انہوں نے اپنی بیٹی کا احساس کیا
تھا۔ لیکن اب انہیں احساس ہو رہا تھا۔ کہ انہوں نے کیا جرم کیا تھا۔ جرم کا
احساس انہیں جیتنے نہیں دیتا تھا۔ اور پر سے عادل خود سر ہو گیا تھا۔ میں اب بھی
اپنے والدین کو کچھ نہیں کہا تھا۔ وہ صرف آئیں بھر لیتی تھی۔ کبھی کبھی رو رلتی
تھی۔ سک لئی تھی۔ لیکن کون کون تھا۔ اس کے درد کو جانتے والا۔ ایسے میں بیچ
ہوئے لمحات اس کے ذہن میں ساپنوں کی طرح پڑت جاتے۔ ایک ایک کر کے ان کے
غل محلتے جاتے اور یادیں آتی جاتی تھیں۔ گھر کے تین افراد عجیب کرب ناک زندگی
گزار رہے تھے۔ وہ من سے اب بھی یہ نہیں کہتے تھے۔ کہ انہوں نے مبارکی
شادی ظاہر سے نہ کر کے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ لیکن ان کا اندر ہار بار یہ پکارتا
تھا۔ ہاں! من نے بہت بڑا جرم کیا ہے۔ جرم کیا ہے۔ جرم کیا ہے۔
ایک دن دروازہ زوردار آواز کے ساتھ ٹھلاں۔ عادل دن دن تاتا ہوا اندر داخل ہوا
اور دیں سے بولا۔

لی اے کے مبا کو سات سال ہو گئے تھے۔ اس وقت اس کی عمر ۲۷ سال
تھی۔ سات سال پہلے جب وہ لی اے کر کے قارغ ہوئی تھی تو خان صاحب اور بیکم
خان کے سامنے ایک سوال پہاڑ کی طرح آن کھڑا ہوا تھا۔ اب ہمیں مبا کا رشتہ
کرنے ہے۔ بلکہ نہیں۔ اب ہمیں مبا کے لیے کسی اپنے رشتے کا انتظار کرنا ہے۔
اس انتظار میں سات سال بیت گھے۔ مبا اب سکول میں پڑھاتی تھی۔ اس نے
لازمت کر لی تھی۔ سچ سے دوپہر تک وہ پڑھا کر آتی تو گھر سے کاٹ کھانے کو
دوڑتا۔ عادل زیادہ تر گھر سے باہر رہتا تھا۔ رات گئے گھر آتی۔ وہ اب تک طور پر
نوہوان نظر آتا تھا۔ محنت مدد اور خوب سُدلوں۔ وہ اس وقت کالج میں پڑھ رہا
تھا۔ گھر میں خان صاحب ہوتے یا اس کی ای۔ خان صاحب بھی اب رثاڑر ہو چکے
تھے اور کافی بوڑھے اور تھکے تھے نظر آتے تھے۔ دے کی بیماری نے ان کا گھر ادا کر
لیا تھا۔

سات سال کے دوران مبا کے لیے ایک دو رشتے آئے ضرور تھے۔ لیکن وہ
اویز عروگوں کے تھے۔ اور مبانے بالکل پائپند کر دیے تھے۔ ان کے معیار کے
مطابق کوئی رشتہ ابھی تک ان کے ہاں نہیں آیا تھا۔ اسی جیزے مبا کو مایوس ہوں کے
گھرے کھوئیں۔ میں دھکیل دیا تھا۔ وہ جب اپنے ابو اور ای سے کوئی بات کرتی تو
اسے خود اپنی آواز کسی اندر سے کھوئی سے آتی محسوس ہوتی۔ کبھی کبھی وہ آئینے کے
سامنے کھڑی ہوتی تو اسے گزرے ہوئے لمحات ایک ایک کر کے یاد آتے تھے۔ اس
کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کا چہوڑا گھوم جاتا۔ اسے یاد تھا۔ ایک بار اس نے ظاہر کو
گھاؤں کی ایک کیست تھیں میں دی تھی۔ اسی میں یہ گھاٹا بھی موجود تھا۔

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے
کہ مجھے تھوڑا کو ہٹایا گیا ہے میرے لئے

"ابو۔ ای۔ خدا کے لئے میرا کم کریں۔ ورنہ میں مر جاؤں گا۔"

"ہمیں نہیں۔ عادل۔ یہ تم کیا کر رہے ہو؟"

"میں تین سال تک یہ بات چھپائے رہا ہوں ابھی۔ لیکن آج وہ لمحہ آگیا ہے کہ اب ہتائے بغیرہ نہیں سکتا۔"

"بات کیا ہے میرے پچھے۔" بیکم خان بولیں۔

"تین سال پلے۔ میری ملاقات ایک لڑکی سے ہوئی تھی۔ کافی میں وہ میرے ساتھ پڑھتی ہے۔ ہم دونوں میں کافی دوستی۔ میرا مطلب ہے۔ آپ سمجھ جائیے ہاں ہو۔"

"میں سمجھ گیا۔ ہم اپنے جیٹے کی شادی اس لڑکی سے ضرور کرائیں گے۔ اس کا کام کیا ہے۔ کس کی بیٹی ہے وہ؟"

"نام روی۔ سردار خالد حیات خان کی بیٹی ہے۔ اب وہ اس قدر دولت مند ہیں کہ آپ سوچ بھی سسیں سکتے۔"

"واہ میرے شیرا ہاتھ بھی مارا تھا کتنی اپنی جگہ۔ جتنا ہو تو تم جیسا۔" بیکم خان بولیں۔

"بیس تو ای یہ سن لیں۔ اگر مجھے روپی نہ تھی تو میں بے موت مر جاؤں گا۔"

"تو پھر دری نہ کریں۔ روپی نے مجھے بتایا ہے۔ اس کے والدین کہیں تھے کہیں اس کا رشتہ کر دینے کے پکڑ میں ہیں۔ خاندان سے دو تین ہنگموں سے رشتہ آئے ہوئے ہیں۔ اور سردار صاحب ان پر غور کر رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو۔ وہ ان میں سے کسی سے رشتہ کر دیں۔"

"کیوں۔ کیا وہ رشتہ کرنے سے پلے اپنی بیٹی سے پوچھیں گے نہیں۔"

"ضرور پوچھیں گے۔ وہ توبت آزاد خیال ہیں ابھی۔"

"بیس تو پھر۔ بن گیا کام۔" خان صاحب خوش ہو کر بولے۔

"کام بن سکا ہے۔ اگر آپ جانے میں دیر نہ کریں۔"

"اڑے تو ہم آج ہی پلے جاتے ہیں۔"

"ہاں! نہیں ہے۔"

اس شام ان دونوں نے سردار خالد حیات خان سے ملاقات کی۔ ان کی بات سن کر وہ سکرائے اور بولے۔

"میں نے تو اس کا رشتہ کر بھی دیا ہے۔"

"لیکن سردار صاحب۔ آپ کو اپنی بیٹی سے پوچھ تو لینا چاہیے تھا۔" خان صاحب دھک سے رہ گئے

"میں نے پوچھا تھا۔ اس نے صرف اکا کما تھا۔ میں آپ کی خوشی میں خوش ہوں۔"

"لیکن۔ وہ خوش نہیں ہے۔ ابھی تو آپ نے صرف ملکتی کی ہو گئی۔ آپ بیٹی کو متخل کیوں نہیں لیتے۔"

"اچھی بات ہے۔ میں یہ کام کروں گا۔ آپ کل باپ رسول آجائیں۔"

"مٹکریا!" دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

دو دن بعد وہ پھر سردار صاحب کے پاس گئے۔ انہوں نے ان کا اختیال کیا پھر بولے۔

"میں نے اپنی بیٹی سے بات کی تھی۔ اور بالکل غیر جانب داری سے بات کی تھی۔ بلکہ میں آپ کے سامنے اس سے بات کرتا ہوں۔ ایک منٹ فھرنس۔"

وہ اٹھ کر اندر گئے اور روپی کو ساتھ لے اندرونی دخل ہوئے۔

"روپی! یہ عادل کے ابو اور ای ہیں۔"

"آداب!" روپی نے شاستہ اہم از میں کہا۔

"میں نے جمال تھمارا رشتہ کیا ہے بیٹی۔ وہ تمہیں پسند ہے یا ناپسند؟"

"نہیں یہ رشتہ بہت پسند ہے ابو۔" وہ بولی پھر سکرائی اور کن کی۔

"عادل میرا اچھا دوست ہے۔ میں اسے بہت پسند کرتی رہی ہوں۔" لیکن میں

سوچ بھی سکتی تھی کہ میرے ابو میرے لے اتنا اچھا رشتہ پسند کریں گے۔ سچ ہے۔

ہے انکل کہ میں نے سوچا تھا عادل سے بھی دوستی کا لیتے ہیں۔ اس سے بھر رشتہ مل گیا تو نیکی۔ ورنہ عادل تو کہیں گیا نہیں۔"

"یہ۔ یہ تم کیا کسے رہی ہو بیٹی۔ ہمارا جنم تھا۔ پاگل ہو جائے گا۔ کہیں وہ کوئی خلاط قدم نہ اٹھا بیٹھے۔"

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔ عادل بہت سمجھ دار لڑکا ہے۔ میں اسے اچھی طرح

چانتی ہوں۔ وہ کچھ نہیں کرے گا۔"

"ایک بار پھر سوچ لو میری بیٹی۔ عادل پر رحم کرو۔" بیکم خان نے کہا۔

"میں مجبور ہوں۔ میرے ابو کی پسند میری پسند سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ آپ نے عامر کو دکھانیں۔ دیکھ لیں گی تو شاید اس موضوع پر بھی بات نہیں کریں گے۔"

"چھا بیٹی۔ ہم پڑتے ہیں۔ لیکن اس درخواست کے ساتھ کہ آپ مزید غور کریں گے۔"

"اب غور کی منجانش نہیں رہی خان صاحب۔" سردار خالد جیات خان بو۔

"پھر بھی ہماری خاطر۔"

"چھی بات ہے۔"

"ہم آپ کے فون کا انتفار کریں گے۔"

"ہی اچھا!۔" بولی نے کہا۔

اور وہ دونوں باہر لکل آئے۔ ان کے دل بھے ہوئے تھے۔ مگر میں داخل ہوئے تو عادل نے بے تابانہ انداز میں کہا۔

"لیکا رہا ابھو۔"

"میرے بچے۔ میں صاف صاف بات ہاتا زیادہ بہتر خیال کرتا ہوں۔" بولی تھیں پسند ضرور کرتی رہی ہے۔ لیکن اس نے جیسیں چانس پر رکھا ہوا تھا۔

"ہی! کیا مطلب؟" عادل ہونتوں کی طرح اسیں دیکھنے لگا۔ اور سہاں کر رہ گئی۔ اس کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ اور جب خان صاحب نے اپنی بات کا مطلب عادل کو سمجھایا تو وہ لگا چلا نے۔

"میں۔ میں نہیں۔ ابو۔ یہ میں ہو سکتا۔ آپ۔ آپ غلط کہ رہے ہیں۔ آپ کو تو یہ رشتہ کرانا ہو گا۔ ورنہ میں یہ موت مر جاؤں گا۔ آپ نے شنا۔ میں ہے موت مر جاؤں گا۔"

"عادل۔۔۔ ہوش میں رہو۔ اگر بولی ایک لفڑی بھی تمہارے حق میں کہ رہتی۔۔۔ تو سردار صاحب فوراً مان جاتے۔۔۔ لیکن۔۔۔ اس نے تو اس رشتے کو ترجیح دی ہے۔۔۔ جو اس کے والد نے پسند کیا ہے۔۔۔ ان حالات میں تم ہی ہاتھ۔۔۔ ہم کیا کر سکتے ہیں؟"

"میں نہیں۔۔۔ میں نہیں۔۔۔ عادل نے چیخ کر کہا اور ہری طرح اپنے بال لوچنے لگا۔۔۔ تینوں اسے روکنے کے لئے دوڑے۔۔۔

عادل کو پر سکون ہونے میں بہت دیر گی۔۔۔ لیکن اب بھی اس کی حالت پاگلوں بھی تھی۔۔۔ خان صاحب اور بیکم خان کو زین و آہان گھونٹے گھوس اور رہے تھے۔۔۔ ایسے میں مبا آئنے کے سامنے چاکری ہوئی۔۔۔ اس کے کاتوں میں کسی کے الفاظ گوئی نہ لگے۔

"بaba۔۔۔ تم مجھے چانس پر رکھنا چاہتے ہو۔۔۔ تم اور تمہارے ماں باپ بھی۔۔۔"

○○○

اور صرف نے تھکے تھکے انداز میں اپنا قلم رکھ دیا۔۔۔ بہت دیر تک گھنی سوچ میں گم رہا پھر اچانک قلم اخليا اور نادل کے آخر میں یہ جملہ لکھا۔۔۔ اور آپ پر آخری احسان یہ کر رہا ہوں کہ کمالی کے کداروں کے اصل ہم تبدیل کر دیئے ہیں۔۔۔ اس سے زیادہ میں آپ کے لئے کچھ بھی نہیں۔۔۔ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

